Title – NIYAZ NAAMA.

Creator – Safdar Ali.

Publisher – Mission Press (Allahabad).

Date – 1867.

Pages – 308.

Subject –

نیاز نامہ

یعنی ایک خط عام بنام برادران اہل اسلام

جسکو مولوی صفدر علی انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبر آباد و رئیس دہولپور نے

بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایان ممالک مغربی و شمالی

و اودھ و پنجاب و ممالک متوسطہ کے لکھا

نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسایٹی کی امداد سے

الہ آباد

مشن پریس میں مطبوع ہوا

سنہ ۱۸۷۷ عیسوی

طبع اول

۲|۰۰۰ جلد

خلاصہ مضمون خط

نمبر	خلاصہ مضمون خط	از صفحہ	تا صفحہ
	تحقیقات دعوی تحریف		
۶	تحریف کے معنی	۷۰	۷۹
۷	علماے محمدی جب کتاب مقدس کی تحریف ثابت نہ کر سکے تو تحریف ہی کے معنی بدل ڈالے اور اُن باتوں کو تحریف بتایا جنسے کوئی کتاب محرف نہیں ہوتی ہے	۷۹	۸۱
۸	اختلاف تفاسیر و تاویلات سے کوئی کتاب محرف نہیں ہو جاتی ہے مثال اُسکی قرآن سے	۸۱	۸۴
۹	سب ترجموں کا متحد اللفظ و متفق المعنی ہونا ممکن نہیں ہے اور یہہ کہ ترجموں کے اختلاف سے اصل کتاب محرف نہیں ہوتی ہے مثال اُسکی قرآن کے مختلف ترجموں سے	۸۴	۸۷
۱۰	اختلاف قرأت سے جو کاتبوں کی سہو و نسیان سے ہوتے ہیں کوئی کتاب محرف نہیں شمار کی جاتی ہے مثال اُسکی قرآن کے اختلاف قرأت سے جو کتاب مقدس کی نسبت بدرجہا بڑھے ہیں	۸۷	۱۱۰

خلاصہ مضمون خط

قرآن و حدیث کی گواہی کتاب مقدس کے باب میں

نمبر	خلاصہ مضمون خط	[illegible]	[illegible]
۲۲	عہد جدید کے	۲۱۱	۲۲۷
۲۳	قرآن و حدیث کی گواہی اور ان ثبوتوں کا نتیجہ	۲۲۷	۲۲۸
۲۴	اہل کتاب کو تحریف کرنیکی کوئی غرض نتھی اور نہ ممکن تھا کہ کوئی تحریف کرسکے	۲۲۸	۲۳۵
۲۵	نتیجہ اس تمام تحقیقات کا یہہ ہی کہ دعوی تحریف سب طرح غلط ہی . .	۲۳۵	۲۳۸
	تحقیقات دعوی نسخ		
۲۷	اِس دعوے اور عذر سے بھی جو مخالفت قرآن و حدیث کے مقتضا میں کو کتاب مقدس کے ساتھ ہی رفع نہیں ہوسکتی ہی	۲۳۹	۲۴۱
۲۸	نسخ کے معنی	۲۴۳	۲۴۴
۲۹	کتاب مقدس کو منسوخ جاننا اور ماننا قرآن کے خلاف ہی . .	۲۴۴	۲۴۵
۳۰	حدیث میں بھی کہیں نہیں کہا کہ وہ منسوخ ہی	۲۴۵	۲۴۷
۳۱	اجماع سے کتاب اللہ منسوخ نہیں ہوسکتی ہی	۲۴۷	۲۴۹
۳۲	اصول و قواعد نسخ کے بموجب کتاب مقدس کا منسوخ ہونا خلاف ہی	۲۴۹	۲۵۵
۳۳	قرآن اپنے اترنے کا کیا سبب بتلاتا ہی	۲۵۵	۲۵۶
۳۴	انجیل سے توریت منسوخ نہیں ہوئی اور نہ توریت کے کل شرائع		

خلاصہ مضمون خط

یعنی ایک خط عام بنام برادران اہل اسلام

جسکو مولوی صفدر علی انسپکٹر مدارس ضلع جبلپور متوطن اکبرآباد و تحقیق ہونے نے

بجواب خطوط اپنے احباب و آشنایان ممالک مغربی و شمالی

واوده و پنجاب و ممالک متوسطہ کے لکھا

نارتھ انڈیا ٹراکٹ سوسایٹی کی امداد سے
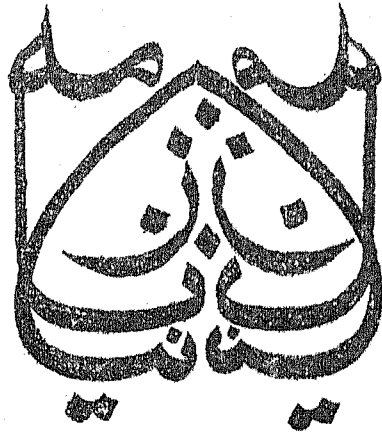
الہ آباد

مشن پریس مین مطبوع ہوا

سنہ ۱۸۶۷ عیسوی

طبع اوّل

۲۰۰۰ جلد
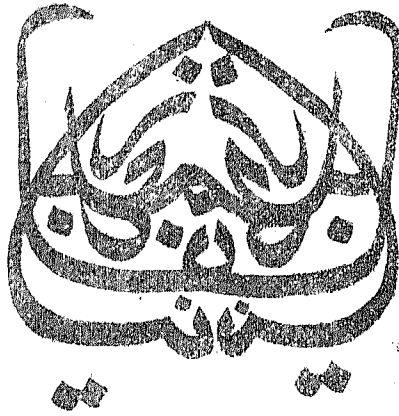
مانگو تو تمھیں دیا جائیگا ۔ ڈھونڈھو تو تم پاؤ گے ۔ کھٹکھٹاؤ تو تمھارے لیے کھولا جائیگا

کیونکہ جو مانگتا ہی لیتا ہی ۔ اور جو ڈھونڈھتا ہی پاتا ہی ۔ اور جو کھٹکھٹاتا ہی اُسکے واسطے کھولا جائیگا ۔ (وعدہ یقینی خداوند یسوع مسیح)

بخدمت جناب مخدومان و مکرمان جملہ برادران اہل اسلام دام عنایتہم

احقر العباد فی البلاد و نیازمند خفی و جلی صفدر علی بعد سلام اشتیاق التیام عرض پرداز ہی کہ ایک عرصہ سے اکثر احباب و آشنایان قریب و بعید حال تبدیل مذہب خیر خواہ استفسار کرتے اور اُن دلائل یقینیہ کو طلب فرماتے ہیں جنسے احقر کو ثبوت کامل پہونچا کہ فی الواقع دین محمدی من جانب اللہ نہیں ہی اور نہ محمد رسول اللہ ۔ بلکہ صرف مذہب مسیحی حق اور خدا کی طرف سے ہی اور محض ایمان خداوند یسوع مسیح پر جملہ بنی آدم کی نجات

منحصر ہو اور عقیدہ وہی شافع المذنبین ہی اور بس ۰۰ ہر چند حضرت سے باعث قلت
فرصت و شدت علالت اس امر واجب العرض کے اظہار مین خفیف توقف
ہوا لیکن عالم مجبوری تھا امید کہ سب عنایت فرما معذور فرمائیں ۰۰

اب یہ بندہ خیر خواہ اپنے تمام دوستوں اور عنایت فرماؤں کی خدمت میں بہت
سلام عرض کرتا اور مشکور و ممنون نوازش فرمائی ہو کر عرض پرداز ہی کہ اے عزیز بہائیو
الدنیا وما فیہا ہمہ گذشتنی و گذاشتنی ہی آخر خدا ہی کو منہ دکھانا ہی اور ہر شخص کو اپنی
نسبت بجناب الہی جواب دینا ہی لہذا ہر فرد بشر پر فرض ہی کہ اپنے خالق و رازق و مالک
کی مرضی پہچانے اور اُسکے فرمودہ کو بدل و جان بجا لاوے کیونکہ جو شخص اُسکی
مرضی بخوبی دریافت نکریگا یا جان بوجھ کر اُسکے ارشاد کی بجا آوری میں کاہلی و
سستی یا نافرمانی و سرتابی کریگا وہ بیشک اُس دائمی عذاب عقوبت و قہر الٰہی مین
گرفتار ہوگا جہاں سے خلاصی پانے کی پھر مطلق امید نہیں اور کوئی دکھہ اور مصیبت
اُسکے برابر نہیں - مگر جو اُسکی مرضی دریافت کر کے اُسکے حکم کو بجا لائیگا وہی بلا ریب
خوشحالی غیر فانی یعنی ابد الآباد خرسند و خرم اور مقبول درگاہ الٰہی ہوگا +

بنا بر علیہ تمام انسانوں پر فرض عین ہی کہ ایک ساعت فروگذاشت نکرین اور
ایک لمحہ غافل نہوں تعصب و طرفداری و محبت شیخی دور کرکے صاف دلی
و انصاف قلبی و پاک مزاجی سے بدل و جان متوجہ ہو کر تلاش و تحقیقات کریں اور

خدا سے مجیب الدعوات سے شبانہ روز بالحاح و زاری بکمال عجز و خاکساری دعائے
ہدایت راہ راست کریں کہ جو مذہب اُسکا دیا ہوا ہے اور جو کتاب اُسکی جانب سے
ہے اور جو راہ نجات آدم زاد کی اُسنے مقرر کی ہے اپنے فضل و کرم سے ظاہر
کر دیوے — (کیونکہ جو ایسا نہیں کرتا ہے اُسپر سچا دین اور خدا کی کتاب اور راہ
حق کا ظاہر ہونا نہایت دشوار ہے) ٭

پھر جو مذہب من جانب اللہ متیقن ہو اور جو کتاب کلام اللہ ثابت ہو اور جو راہ
خدا کی فی الحقیقت معلوم ہو اُسکے قبول کرنے میں دیر نہ کرے بلکہ بطلوع خاطر و رغبت
دل مطیع و منقاد ہو وے ٭

خدا اے ارحم الراحمین میرے سب مسلمان بھائیوں کو ایسی ہی توفیق دے ۔ آمین

مگر اہل اسلام کو مذاہب بت پرستوں کی تحقیقات کی حاجت نہیں — اسواسطے کہ
اُنکے قصص مذہبی اور طریق عبادت ہی شہادت کامل دیتے ہیں کہ وہ مذہب من
جانب اللہ نہیں — خدا کی ذات و صفات اور اُسکے ارادہ کی نسبت ایسے نامناسب
خیالات و توہمات بیان کیئے کہ آدمی کو بت پرستی و ناپاکی کی راہ دکھلاتے اور ہلاکت
ابدی کی جانب لیجاتے ہیں — لہذا کسی مسلمان کو اُنکی تحقیقات ضرور نہیں ہے ٭

البتہ نہایت ضرور یہ ہے کہ کماینبغی تحقیقات کریں کہ آیا قرآن و حدیث جسکو اہل اسلام
من جانب اللہ مانتے ہیں فی الواقع خدا کی طرف سے ہیں یا کتاب مقدس یعنی مجموعہ

توریت و انجیل و صحف انبیاے کرام جو مسیحیوں میں مروج ھی اور جسکو وہ من جانب اللہ
مانتے ہیں فی الحقیقت خدا کی طرف سے ھی ۔ پھر جو حق ٹھہرے اُسے قبول کرنا
واجب ھی ۔

اب یہہ آپکا خیرخواہ جو محض آپکی بہبود آخرت کا دل خواہاں ھی باقتضاے
محبت و اخوت یہہ عریضہ لکھتا ھی اور آیندہ بھی خداے تعالی کی مدد سے ارادہ تحریر
رکھتا ھی ۔ قبل از شروع مطلب چار امر عرض کرتا ھی ۔

اول یہہ کہ سابق ازین ارادہ تھا کہ اکثر دلائل ایک ہی خط میں لکھے مگر اس میں
چند قباحتیں تھیں اگر اختصار کیا جاتا مفید مطلب کم ہوتا اور اگر بقدر واجب لکھتا
اسکو ایک عرصہ درکار ہو و دیر بدیر ہوتی اور پڑھنے والوں کو بھی ملالت ہوتی
اسکے سواے خلط مبحث ایک کا دوسرے سے ہوتا ۔ لہذا اس نیاز نامہ
میں اول ایک ہی امر اہم پیش کرتا ہوں کچھہ تفصیل دیکر تا کہ جب یہہ امر طی ہو جاوے
پھر دوسرا امر شروع ہو ۔

دوم اگر کوئی صاحب جواب تحریر فرمائیں یا کوئی امر دریافت کریں تو کوئی بات
خارج از بحث ذکر نہ کریں بلکہ ابھی خاص اسی امر میں گفتگو کریں جب یہہ طی ہو چکیگی اسوقت
دوسرے امر کا موقع و محل ہوگا ۔

سوم یہہ کہ یہہ عریضہ محض بنظر خیرخواہی و خیراندیشی آپ صاحبوں کے لکھتا ہوں

پس جو جو امر اسمیں مذکور ہیں یا آیندہ گذارش کیئے جاوینگے صرف بغرض
اظہارِ حالِ واقعی مذکور ہیں اور ہونگے — کوئی صاحب گران نسمجھیں او ناخوش
ہوں کہ احقر کی نیت ہرگز آپ صاحبوں کی رنجدہی نہیں ہی — مطلق محمول
بر تشنیع و طعن نہوں — بلکہ صرف بیانِ نفس الامر ہی — اور حتی الوسع جملہ گذارش
بپاس آداب تحریر ہونگی ✣

چہارم یہہ کہ پہلے میں اُن براہین کو پیش کرنا شروع کرتا ہوں جنسے
ظاہر و ہویدا ہی کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں ہیں اسواسطے مذہب
محمدی حق نہیں ہی — جب یہہ بات طی ہو چکیگی اُس وقت تذکرہ قرآن
و حدیث نہ آویگا بلکہ صرف وہ دلائل عرض کیجاوینگی جنسے ثابت و متحقق
ہی کہ مذہب مسیحی بلاریب من جانب اللہ ہی ✣

واضح ہو کہ منجملہ اُن براہین کے جنسے یقین کامل ہوتا ہی کہ قرآن و
حدیث محمدیہ خدا کی طرف سے نہیں ہیں ایک یہہ ہی کہ (باوجودیکہ قرآن
و احادیث میں کتاب مقدس یعنی مجموعہ توریت و انجیل و صحف انبیاے کرام

کو سچا اور کلام اللہ بتلایا ہی اور جا بجا اوسکی ایسی درجہ تصدیق کی ہی اور اسقدر
ستایش اسکے فضل و کمال و ہدایت و تعلیم و تکمیل کی اور تعریف و توصیف ہر قسم کی کی ہی
جس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتی ہی - مگر باایں ہمہ پھر وہی قرآن و احادیث
اسی کتاب کے مخالف و مباین و معارض ہیں نہ صرف فروع اور بالائی امور
میں بلکہ خاص مطالب عمدہ مقاصد اصول ایمانیہ و ارکان دین میں بھی
بکثرت تمام - لہذا ناممکن ہی کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ ہوں ؛

کچھہ حاجت نہیں کہ میں اُن آیات قرآنی کو اس جگہہ نقل کروں جنمیں صاف
صاف اقرار کیا ہی اور علانیہ شہادت دی ہی کہ کتاب مقدس تمام و کمال کلام اللہ
ہی اور ہدایت و رہنمائی راہ خدا میں کامل اور پوری ہی - کیونکہ اہل اسلام کا ہر فرقہ
اسکا مقر ہی اور سب مسلمان جانتے اور مانتے ہیں ؛

پس جبکہ بموجب تصدیق قرآن کے کتاب مقدس کلام اللہ ہی اور فرض کیجیے
کہ قرآن و حدیث بھی منجانب اللہ ہیں تو اس حالت میں نہایت ضرور و لابد تھا کہ قرآن
و حدیث کتاب مقدس کے ساتھہ موافق و مطابق ہوتے - مگر موافق کہاں
وہ دونوں تو اصول ایمانیہ و ارکان دین و تعلیمات و ہدایات و قصص و اخبار سب باتیں
کتاب موصوفہ کی مخالف و مباین و معارض و متناقض ہیں بشدت و کثرت
تمام - اور ظاہر ہی کہ خدا تعالی عالم الغیب و غیر متغیر و صادق ہی - لہذا اسکی جو

تمام ظاہر بلکہ اظہر ہی کہ بلاشبہہ قرآن و حدیث منجانب اللہ نہیں ہو سکتے ہین ✤

بعض احباب سے نے دریافت فرمایا ہی کہ قرآن و حدیث کس کس امر مین مخالف و مباین کتاب مقدس کے ہیں ✤

ہر چند اس بیان کو ایک بڑا رسالہ درکار ہی اور جو شخص قرآن و حدیث کا کتاب مقدس کے ساتھہ مقابلہ کرے وہ فی الفور یقین کریگا کہ بلاشبہہ اگر کتاب مقدس خداے حی القیوم کا کلام ہی تو بلا ریب قرآن و حدیث اسکی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں — ادنی گنجایش تاویلات بعیدہ کی بھی نہیں ہی جسکے ذریعہ سے انمیں موافقت و مطابقت متصور ہو ✤

لیکن تاہم حسب فرمایش ان احباب کے بقدر ضرورت چند مخالفت عرض کیجاتی ہین — ناظرین نیاز نامہ ہذا کی خدمت میں التماس ہی کہ ان بیانات کو بغور ملاحظہ فرماکر انصاف کریں ✤

پہلا اختلاف — کتاب مقدس میں توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کی تعلیم صاف صاف پائی جاتی ہی — یعنی اگرچہ یہ بات بلاشبہہ مذکور ہی کہ خدا واحد ہی تاہم اوسکی ذات واحد میں تین اقنوم ہونے کی تعلیم بھی واضح و لائح ہی یعنی آب و ابن و روح القدس ان تینوں اقانیم میں سے ہر ایک خدا ہی تاہم تین خدا نہیں بلکہ خداے واحد لاشریک ہی ✤

قرآن و حدیث کا پہلا اختلاف کتاب مقدس سے

اگر کوئی کہے کہ یہہ بات مطلق میرے فہم میں نہیں آتی تو اس باب میں کمترین کا یہہ عرض کافی ہے کہ یہہ ہی مقام تعجب نہیں ۔

ذات الہی تو بلاشبہہ ہماری عقل و فہم سے بیرون اور قیاس و وہم سے افزوں ہے لہذا اسکی ماہیت کے اسرار اور اسکی ذات کے رازوں کو کسطرح عقل سے جان سکتے ہیں ۔

اگر کتاب مقدس خدا تعالی کا برحق کلام نہوتا تو صرف مسئلہ تثلیث کیا بلکہ اسکی جملہ تعلیمات قابل اعتماد و اعتقاد نہوتیں ۔ مگر درحالیکہ وہ فی الواقع و فی الحقیقت خدا حی القیوم کا برحق کلام ہے جسکے ثبوت کامل ہیں پس اس حالت میں کون جرأت کرکے کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا تعالی کی ذات کو بالکل دریافت کرلیا اور اسکی ماہیت معلوم کرلی اور اسکی تہہ تک میں نے پالیا اور میں یقینًا کہہ سکتا ہوں کہ اسکی ذات میں تین اقانیم ممکن نہیں ہیں ۔

حاشا و کلا ۔ عقل محدود و قاصر میں یہ تاب و توان کہاں کہ ذات مطلق و غیب و بے منتہا کے ادراک کا دعوی کرے یا اسکی ماہیت کے اسرار کو بیان و عیاں کرسکے کہ میں نے ماہیت ذات الہی دریافت کرلی اور مجھے معلوم ہوگیا کہ ناممکن ہے کہ ذات الہی ایسی عجیب و غریب و بے مثال و بے نظیر ہو کہ باوجود اقانیم ثلثہ کے وہ واحد رہ سکے ۔

هرگز هرگز نهیں سے عقل عاجز و قاصر صاف صاف شهادت اپني نارسائي کي اس مقام
سے دیتي هي اور ادراکِ ذات و اسرار ماهیت سے انکار بحث کرتي هي * بمصرع
کرکس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را *

لله در من قال

خدایا منزه ز اوهام خلق	تو خلاق ارواح و اجسام خلق
چو ادراکِ صنعت نداریم ما	کجا درک ذاتت توانیم ما
خیال و گمان فهم و وهم و قیاس	چو نتوان بردي بدرک حواس
جهان آفرین را چه داند که چیست	شناسای کنهِ جلالِ تو کیست

الغرض مسئلهٔ تثلیث جو اسرار ماهیتِ ذاتِ مغیب و مستتر خدای ذو الجلال سے
هي دلائل عقلي سے اسکا ثبوت و بطلان دونوں ناممکن هیں بلکه محض کلام الله سے
ثابت و متحقق هي جسکا من جانب الله هونا دلائل یقینیه سے ثابت هي * پس کلام الله
کے روبرو کسي دلیل کي حاجت نهیں اور کسي برهان کو اسکے روبرو وقعت نهیں *
مگر اس بات کو فراموش نکرنا چاهیئے که ابهي یه گفتگو نهیں هي که آیا تعلیم تثلیث
درست هي یا نهیں بلکه اس وقت صرف یه دکهایا جاتا هي که یه تعلیم کتاب مقدس
میں صاف و صریح موجود هي جسکو قرآن و حدیث بار بار بتلاتے اور تصدیق کرتے
هیں که کلام الله هي *

لیکن افسوس یہہ ھی کہ باوجود اس تصدیق کے پھر آپ ہی کتاب کی ایسی اول اور
خاص تعلیم کو جھٹلایا چاہتے ہیں تو اس طرح سے آپ ہی اپنے کو رد کرتے ہیں ؛
جب یہہ بات انصاف دلی سے ثابت ہو چکے اُس وقت اِس امر کے دریافت
کرنے کا موقع و محل ہو سکتا ھی کہ جس کتاب میں تثلیث کی تعلیم ھی وہ کلام اللہ
ہو سکتی ھی یا نہیں ؛

دوسرا اختلاف ۔ کتاب مقدس سے خداوند یسوع مسیح کی الوہیت و ابنیت
صاف صاف نصوص صریحہ سے ثابت ھی ۔ یعنے ہر چند لکھا ھی کہ اُسنے جب
نجات آدم زاد کے واسطے جامۂ انسانی کو مشرف فرمایا تب سوائے گناہ کے
جس سے وہ بالکل منزہ و مبرا تھا باقی جملہ لوازم انسانیت و ذات انسانی اختیار فرمائی ؛
یہہ بھی قدرت الہی کا عجیب و غریب راز ھی جسکے فہم و ادراک میں عقل حیران
و سرگرداں ھی ؛

اور خداوند مسیح کی ابنیت سے مراد انسانی اور نفسانی طور کا تولد و رشتہ
نہیں ھی جسکو مسلمان لوگ ناحق اپنے دل میں گمان کرکے مسیحیوں پر کفر کی تہمت
لگاتے ہیں ۔ بلکہ بموجب تعلیمات و مطالب کتاب مقدس ابنیت سے مراد وہ
روحانی علاقہ اتحاد و یکتائی ھی جو الوہیت میں اقنوم ثانی اقنوم اول سے رکھتا ھی کہ
وہ ربانی و روحانی اور ابدی و ازلی علاقہ ہمارے فہم و خیال سے برتر ھی ۔ نہ کوئی

اُسکا بیان کرسکتا ہے نہ ہم اُسکی مثال بتلا سکتے ہیں اور نہ ہم انسانوں کی زبان کے
الفاظ اُس رازِ الہی کے ظاہر کرنے میں قدرت رکھتے ہیں ؛

الغرض یہہ تعلیم کتاب مقدس میں صاف صریح ہے ۔ مگر قرآن و حدیث گویا اِسی
بات کے در پے ہیں کہ اِس تعلیم کو جڑ سے اکھاڑیں ۔ اور ہماری دانست میں اگر
دوسری وجہ نہوتی تو یہی ایک امر اتنا بڑا تھا کہ قرآن و حدیث کے من جانب اللہ ہونے
کے دعوے کو بالکل رد کر سکتا ہے ؛

کیونکہ جیسا میں نے آگے کہا ایسا ہی پھر کہتا ہوں کہ ابھی یہہ دریافت کرنا منظور
نہیں کہ آیا یہہ تعلیم درست ہے یا نا درست پر اگر قرآن کی تصدیق کے بموجب کتاب
مقدس خدا کے اصدق القائلین کا برحق کلام ہے اور وہ صاف سکھاتا ہے کہ خداوند
مسیح اللہ ہے اور اگرچہ اُسنے انسان کی نجات کے واسطے انسانیت کا جامہ پہن لیا
اور اُس جامہ کے ساتھ انسان کے سب کام سوا گناہ کے کیئے تو پھر یہہ کہنا
بڑی بے ایمانی اور کفر کی بات ہے کہ وہ اللہ نہیں بلکہ صرف بشر اور مخلوق ہے ؛

تیسرا اختلاف ۔ توریت اور انجیل و صحف انبیاے کرام ہم آواز ہو کر پکارتے
ہیں اور صاف صاف شہادت دیتے کہ خدا نے گنہگاروں کی نجات کے واسطے صرف
ایک ہی راہ ٹھہرائی ۔ اِس بات میں کتاب مقدس کی یہہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ
اگرچہ خدا تعالی رحمت و محبت سے معمور ہے تاہم اُسکی پاک و بیباک نظر میں گناہ

ومعصیت نہایت بُری اور مکروہ چیز ہی ـ اُسکی پاک نظر اور گناہ میں ایسا اختلاف
ہی جیسا نور اور تاریکی میں ـ پس اگر وہ اپنی محض رحمت سے گنہگار کو بخشدے
تو اُسکی قدوسیت اور عدالت کے خلاف ہی ـ اور گنہگاروں میں یہہ تاب
و توان نہیں کہ وہ اپنے اعمال سے اپنے گناہوں کا کفارہ کر سکیں ـ اُسکے
دو باعث ہیں ـ اول یہہ کہ جتنے اعمال نیک انسان کر سکتا ہی سبکی تعمیل اُسپر
فرض ہی ایک متنفس اپنے فرائض واجب الادا سے زائد خداوند کی خدمت بجا نہیں
لا سکتا ہی ـ پس جبکہ جملہ اعمال صالح جو انسان کر سکتا ہی اُسکی فرض واجب الادا
میں داخل ہیں تو بھلا اپنے بے شمار گناہوں کے عوض میں کیا دے سکتا ہی ـ دوسرا
سبب یہہ کہ آدمی ہرگز ایسے کامل بے نقص اعمال نہیں کرتا ہی کہ خیر محض ہوں جنکو اگر
خداے تعالیٰ اپنی پاک نظر اور کامل عدالت سے ملاحظہ کرے تو پسندیدہ ہوں اور
بے عیب نکلیں ـ بلکہ سچ تو یہہ ہی کہ اُس قدوس سبحان کی عدالت کاملہ میں آدمی اپنے
نیک اعمال کے سبب بھی قصوروار اور سزاوار ہی کیونکہ وہ بھی پُر از معصیت اور گناہ آمیز ہوتے ہیں ؛
ان دونوں امروں پر بخوبی غور رہے کہ فی الواقع انصاف دلی آدمی کو بار بار ان دونوں
امروں کو بتلاتا اور جتلاتا ہی ؛
لہذا ایسے اعمال کے ذریعہ گناہ کا کفارہ تو کیا دے سکتا ہی وہ اعمال خود جنکو لوگ غفلت میں
اگر صالح جانا کرتے ہیں نافرمانی و گناہ سے بھرے اور بدی سے لدے ہوئے ہیں ؛

آہ تو گنہگار کی رہائی پانے اور خلاصی حاصل کرنے کی کونسی راہ ہی جس سے خداے تعالی کی بے حد رحمت اور کامل عدالت دونوں کی دونوں جلال پاویں کوئی بھی ناقص اور ناکامل نہو؟

خداے ذوالجلال کی نظر مبارک میں صرف ایک ہی راہ ٹھہری ہی وہ یہہ ہی کہ جیسا کلام مقدس میں ارشاد ہوا کہ (خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو بخش دیا کہ جو کوئی اوسپر ایمان لاوے ہلاک نہووے بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے) جسکا مطلب کتاب مقدس کے اور سب مقاموں کے ملانے سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ خدا کا ازلی و ابدی بیٹا انسان کی نجات کے لیئے اس جہان میں آیا اور اپنے انسانیت کے جامہ کو اختیار کرکے خادم کی صورت پکڑی اور وہ سب خدمت جو انسان کو کرنی تھیں مگر اوس سے نہوئیں اونکا ضامن اور عوضی ہوکر اوسکے بدلے اوسنے کامل اور پوری کیں تاکہ جو کوئی اپنے ناقص اعمال کا بھروسا چھوڑکر اوسپر ایمان لاوے اوسکو وہ اپنی راستبازی لاانتہا سے عنایت فرماکر راستباز ٹھہراوے اور اوسنے انسان کے گناہوں کے عوض انواع و اقسام کے تصدیعے اور لعنت اوٹھاکر مظلوم ہوکر صلیب پر اپنی جان کو کفارہ میں دیا تاکہ آدمیوں کے بدلے اونکے گناہوں کی سزا آپ اوٹھاکے خدا کی عدالت کو پورا کرے اور گنہگار کو سزا ابدی سے رہائی بخشے اور آپ خداوند فرماتا ہی جو کوئی گنہگار سچی توبہ کرکے

مسیح پر ایمان بہ لاویگا اسکو مین مسیح کی راستبازی سے مفت راستباز ٹھہراونگا اور اُسکے تصدیعہ اٹھانے کے باعث اُسکے گناہ معاف کرونگا ۔

اس طرح خداے تعالی نے مفت انسان کی نجات فرماکر اپنی بے حد رحمت اور محبت کو اور اپنی کامل پاکی اور عدالت کو بزرگی بخشی کیونکہ اس سے زیادہ کیا محبت ہوسکتی ہی کہ انسان کی نجات کے واسطے اپنے عزیز اور یکتا بیٹے کو بخش دینا اور اس سے بڑی رحمت کیا متصور ہی کہ گنہگار کو مفت نجات ابدی مرحمت کرنا اور اس سے زیادہ خدا کی عدالت کا ظہور کس بات میں ہوسکتا ہی کہ خدا کا ازلی و ابدی بیٹا آکر گنہگاروں کے بدلے تصدیعہ اٹھاوے ۔ ہاں اگر ہر ایک گنہگار ابدالآباد جہنم میں سزا پاتا جیسا کہ مستحق تھا تو بھی خداے تعالی کی عدالت اور صفت کی کمالیت ایسی ظہور میں نہ آتی ۔

اے گنہگارو اس بات کو اپنے دل میں سوچو اور اپنی جانوں پر رحم کرکے خداے تعالی کی اس بڑی نجات کو مفت لو اور یقین جانو کہ تم اپنے اعمال یا تصدیعے سے جنمیں تم کبھی بغفلت آکر ضائع جاتے ہو ہرگز اپنے کو نہ بچا سکوگے ۔ اور گنہگار کا بچنا اور خدا کی عدالت کا کامل ہونا ایسا آسان نہیں کہ کوئی مخلوق چاہے میں ہوں یا فرشتہ تمہیں بچا سکے ۔

پہلا یہ جو مذکور ہوا کہ خدا گنہگاروں کو مسیح پر ایمان لانے سے مفت نجات دیتا ہی

کیونکہ مسیح نے آپ گنہگاروں کی سزا کو اٹھا لیا ۔ اسکو سنکر کتنے لوگ نادانی سے یہہ کہتے
ہیں کہ اب تو مسیح پر ایمان لا کر آدمی چاہے جس قدر گناہ کیا کرے تو بھی نجات ہوگی
ضرور ہی ؛

مگر یہہ امر باطل ہی اور خیال خام ۔ کیونکہ جب خداے تعالی نے سچی توبہ اور سچا
ایمان کو شرط ٹھہرایا تو کیونکر ممکن ہی کہ کوئی جان بوجھکر گناہ کرے اور بدل و جان
خدا کی مرضی پر چلنے کی کوشش نہ کرے ۔ کیونکہ اگرچہ ایمان دار کے نیک اعمال
اسکی نجات کے باعث نہیں ٹھہر سکتے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو بھی اوسکا گناہ سے
باز رہنا اور خداے تعالی کی مرضی پر چلنے کے لیئے بدل و جان کوشش کرنا اسکے
ایمان کی سچائی کا نشان ہی ۔ پر جو ایسا نہیں کرتا ہی اوسکے حق میں کتاب مقدس کا
صاف صاف فرمودہ ہی کہ اوسکا ایمان مردہ یعنے باطل ہی ؛

پس کتاب مقدس میں یہی ایک راہ گنہگاروں کی نجات کے لیئے ظاہر
کی ہی ۔ ہاں توریت اور تمام انبیاؤں کی کتاب اسی پر گواہی دیتی ہیں ۔
صاف لکھا ہی کہ توریت میں جانوروں کی قربانی چڑھانے وغیرہ جتنی رسوم تھیں وہ
سب اوسی بڑی قربانی یعنے خداوند مسیح کی قربانی اور اسکی متعلق باتوں کے نشان تھے
اور پیشخبری کے طور پر اوسپر گواہی دیتے ہیں کلام اللہ کے سب صحیفوں سے ثابت
ہوتا ہی کہ شروع سے خداے تعالی نے یہی راہ ٹھہرائی اور آخر تک یہی قائم رہیگی ؛

مگر قرآن و حدیث اسکو رد کر کے دوسری کئی طرح طرح کی راہ نجات ثابت کرنا
چاہتے ہیں — لیکن کیا ممکن ہے کہ خدا کا ابدی و ازلی بیٹا انسان کو نجات بخشنے
کے واسطے آکر آپ اسکے واسطے دکھ اور تصدیعہ پا کر اسکے لیے کامل نجات کو طیار کرے
اور بعد اسکے کوئی گنہگار بشر آکر اس بات کو اٹھا دے اور کوئی دوسری راہ اپنی
عقل ناقص سے ٹھہراوے — کیا ممکن ہے کہ خدا کی ہوئی بات ایسی ناکامل ٹھہرے
کہ کوئی انسان اس سے افضل راہ مقرر کرے — کیا ہو سکتا ہے کہ خدا کے
نزدیک ایک وقت تو اپنی عدالت کا کامل کرنا اور اپنی قدوسیت و پاکیزگی کی بزرگی
و عظمت و جلال ظاہر کرنا اس قدر ضرور معلوم ہو کہ سوا اسکے کہ وہ اپنے
عزیز و ہمتا بیٹے کو گنہگاروں کا ضامن ٹھہراوے اور وہ انکے گناہوں کی سزا
آپ اٹھاوے اور کوئی صورت گنہگاروں کے بچنے کی نہ ٹھہراوے اور دوسرے
وقت وہی قدوس و عادل خدا اپنی عدالت کا پورا کرنا ایسا بے فائدہ و فضول
جانے اور اپنے بیٹے کا قربان ہونا ایسا ناحق سمجھے کہ وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں
جنہیں قرآن و حدیث بتلاتے ہیں گنہگاروں کی بخشایش کے واسطے کافی سمجھے
— کیا ممکن ہے کہ جب خدا نے ایسا کیا ہو کہ دنیا کے شروع سے بلکہ اس سے پیشتر
یعنے ازل سے ایک ہی راہ میں سے گنہگاروں کی نجات کے لیے مقرر کی
ہو اور آخر تک بھی ہمیشگی اور اسی راہ کے ظاہر کرنے اور بتلانے کے واسطے

آدمی کے دلوں اور عقلوں کو طیار کرنے کو شروع آفرینش سے انبیا اور مرسلین کو متواتر بھیجے اور بڑے بڑے انتظام و بند و بست فرماوے جیسا کہ کتاب مقدس سے ظاہر ہی اور پھر وہی اپنی بات کو جھوٹھا کر دے اور اپنے سارے کیئے کرائے بند و بست کو باطل اور ناحق اور لغو سمجھے اور یکایک ایک نئی راہ نجات کی مقرر کرے ✤

مین براے مزید احتیاط پھر عرض کرتا ہوں جیسا کہ سابق ازیں کہا کہ ابھی یہہ گفتگو نہیں ہی کہ آیا وہ سبیل نجات جو کتاب مقدس مین مذکور ہی اور خلاصہ اُسکا اوپر عرض کیا گیا درست ہی یا نادرست — خواہ آپ اِسکو درست جانیں خواہ نادرست خیال کریں مگر جس کتاب کو قرآن و حدیث خداے حی القیوم کا برحق کلام بتلاتے ہین اُسمیں اول سے آخر تک اُسی راہ کو ٹھہرایا ہی اور اُسی کتاب مین صاف صاف کہا ہی کہ صرف یہی راہ نجات کی ہی اور یہی آخر تک رہیگی اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہی جس سے بنی آدم نجات پاویں ✤

مگر قرآن و حدیث اُس راہ کا کچھ ذکر نہیں کرتے ہین بلکہ اُسکو رد کرتے ہین اور دوسری انوکھی راہیں ٹھہرانا چاہتے ہین اِس طرح سے اُسی کتاب کی بباطن تکذیب کرتے ہین جسکی بظاہر تصدیق کی ہی — لہذا ایسا کرنے سے حقیقت مین آپ ہی رد ہو جاتے ہین ✤

چوتھا اختلاف — ہر ایک فہمیدہ و منصف مزاج شخص جان سکتا ہی اور غور کرنے سے

تسلیم کریگا کہ اخلاقی شریعت اور رسمي حکموں میں سے شریعت اخلاقی اصل اور افضل هي ــ کیونکہ اوّل یہہ امر قابل دریافت هي کہ خداے تعالی جو انسانوں کو شریعت اور احکام دیتا هي یعنے بعضے کاموں کے کرنے اور بعضوں کے نہ کرنے کا حکم فرماتا هي اِسکا سبب کیا هي +

پس یہہ تو هرگز نہیں ہوسکتا هي کہ اُسکو ہمارے کسي کام کرنے یا نہ کرنے سے کچھہ فائدہ هي یا نقصان ــ اور نہ ایسا تصور ہوسکتا هي کہ وہ عبث بعضے کاموں کے کرنے اور بعضوں کے نہ کرنے کا حکم دیکر گویا ناحق انسانوں کو تنگ کرنے اور اُن پر بوجھہ رکھنے میں خوش ہوتا هي ــ یا گویا اُنکو حکم عدولی کرنے پر سزا دینے اور دوزخ میں ڈالنے کے لیئے ایک بہانہ ٹھہرا کر خوش هي نعوذ باللہ منہا +

ضرور سبب اسکا یہي هي کہ خداے تعالی جل شانہ اپني ذات سے پاک و نیک اور صادق و عادل هي اِس واسطے ضرور اُسکو آدمیوں کا بھي پاک و نیک ہونا پسند هي اور بد و ناپاک ہونا ناپسند اور مکروہ ــ کیونکہ ناپاکي اور بدي کو پسند کرنا پاک ذاتی اور نیک صفاتي کے برخلاف هي ــ لہذا یہہ محض خداے تعالی کي ذاتي نیکي اور پاکي کا اقتضا هي کہ وہ اپني تمیز دار مخلوقات میں بھي نیکي و پاکي چاہتا هي ــ کیونکہ اگر ایسا نہو تو وہ خود نیک و پاک متصور نہیں ہوسکتا هي +

اور یہہ کہ اُسکي ذاتي عدالت و نصفت کا اقتضا هي کہ وہ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا

دیتا ھے۔ کیونکہ عدالت کے یہی معنی ہیں۔ اور اگر ایسا نہ مانیں تو تجویز خداے تعالی پر غیر عادل ہونے کی تہمت ھے ؛

اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ھے کہ نیک اعمال اس لیئے نیک نہیں ہیں کہ خداے تعالی کی کتاب میں انکے کرنے کو حکم فرمایا اور نیک بیان کیا ھے۔ علی ہذا القیاس بد اعمال بھی اس واسطے بد نہیں ہیں کہ کلام اللہ میں انکو بد بتلایا ھے اور انکے کرنے کو منع کیا ھے۔ کیونکہ اگر کلام الہی میں مذکور ہونے اور نیک یا بد ٹھہرا دینے سے بعضے کام نیک اور بعضے بد شمار ہوتے تو لازم آتا ھے کہ وہ کام قبل مذکور ہونے اور ٹھہرائے جانے کے نہ نیک تھے نہ بد۔ پس اس سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خداے تعالی کے نزدیک نہ پسند تھے نہ ناپسند ؛

بھلا پھر انکو خواہ مخواہ نیک و بد قرار دینا اور انکے امر و نہی کر کے آدمیوں کو انکی نسبت کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینا خدا کی ذاتی نیکی و پاکی اور عدالت کے تقاضے کے باعث تو نہ ٹھہرا بلکہ بلا سبب و بے وجہ آدمیوں کے سر پر بوجھ رکھنا اور انکو تنگ کرنا ٹھہرا ؛

علاوہ بریں بالفرض اگر کوئی کام از خود نہ نیک ھے نہ بد تو خداے تعالی کی ذات کے نیک و پاک ہونے کے کیا معنی ہونگے۔ کیونکہ نیک و پاک تو وہ ھے جو نیکی سے معمور اور بدی سے مبرا و منزہ ہو۔ پس اگر کوئی کام نہ از خود نیک ھے اور نہ بد

بلکہ سب برابر ہیں تو نیکی و پاکی کے الفاظ بے معنی و مہمل ہیں ــ لہذا ضرور اول کسی
چیز کو نیک یا بد ماننا ضرور ہی اُس وقت کسی کو نیک یا بد کہہ سکتے ہیں ✠

بنا بر علیہ عرض ہی کہ بعضے اعمال خود بذاتہ نیک و خوب ہیں جن سے خدا تعالیٰ
مسرور ہی اور بعضے از خود بد اور نفرتی ہیں جن سے وہ منزہ و مبرا ہی ــ اسی واسطے
وہ پاک و نیک اور تمام ستایش و تعریف کے لائق اور کمال محبت کے سزاوار ہی الیٰت ✠

اور وہ قدوس سبحان اپنی اِس ذاتی پاکی و نیکی و خوبی کے اقتضا سے اپنی تمیز دار
مخلوقوں کو اُن اعمال و افعال کے کرنے کا حکم دیتا ہی جو بذاتہ نیک ہیں اور اون سے
منع کرتا ہی جو از خود بد اور نفرتی ہیں ــ پس ایسے احکام کو ہم شریعتِ اخلاقی اور احکام
باطنی اور اصل شریعت کہتے ہیں ✠

مگر رسمی شریعت وہ ہی جو کتنے ہی کاموں کے کرنے کا حکم دیتی ہی اور کتنے ہی
کاموں کو منع کرتی ہی مگر وہ کام نہ از خود نیک ہیں نہ بد بلکہ محض حکم الٰہی کے باعث اُنکی
حلت یا حرمت معین ہوئی ✠

لیکن بخوبی یاد رہے کہ رسمی شریعت بھی خدا تعالیٰ بے فائدہ اور فضول اور بے سبب
یا محض ظلم کرنے کو نہیں دیتا ہی ــ ضرور کسی خاص مطلب اور فائدہ کے واسطے
مقرر ہوتی ہی جیسا کہ آیندہ اِسکا بیان کیا جائیگا ــ لیکن ابھی مدعا میرا یہ ہی کہ رسمی شریعت
مثل اخلاقی شریعت کے اصل اور اول نہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی پاک و نیک ذات کا

عکس ہی اور نہ اُسکی ذاتی پاکی و نیکی کے اقتضا کے پورا کرنے کے لیئے ضرور ہی اور نہ انسان کی کاملیت کا نشان ٹھہر سکتی ہی +

اب یہہ کہ آیا وہ اعمال و افعال کون سے ہیں جو بذاتہ نیک یا بد ہیں اور اخلاقی شریعت کے مطلب و مقصد ہیں – اور وہ کون سے کام ہیں کہ اگرچہ خدا تعالی نے اُنکی حلت و حرمت بیان کی ہی مگر وہ خود بذاتہ نیک ہیں نہ بد بلکہ محض حکم الہی ہونے کے باعث وہ نیک یا بد قرار دیئے گئے اور اسیواسطے رسمی شریعت کے مطلب ہیں +

پس واضح ہو کہ اسکا دریافت کرنا منصف مزاج اور حق جو شخص کو آسان ہی اگرچہ جھگڑالو اور کج بحث کی تسکین مشکل ہو +

کہ اخلاقی شریعت کے مقاصد کی مثال جیسا کہ خدا تعالی خالق و رازق و مالک برحق کی عبادت اور اُسکے ساتھہ ساری اپنی دل و جان و عقل و طاقت سے محبت رکھنا – اُسکی تعظیم و تکریم کرنا – اُسکا شکرگذار و ثنا خوان رہنا – علی ہذا القیاس تمام انسانوں سے بدل محبت رکھنا – محتاجوں بیواؤں یتیموں بیکسوں غریبوں بیماروں مصیبت زدوں کی بہر مقدور خبرگیری اور مدد کرنا – سچ بولنا – دیانت و امانت کے ساتھہ کام کرنا – والدین اور بڑوں کا ادب کرنا وغیرہ – یہہ سب بذاتہ نیک ہیں +

اور خدا کا خوف نہ رکھنا۔ اُسکی ناشکری۔ اُسکی عبادت نہ کرنا۔ جھوٹھ
بولنا۔ قتل۔ چوری۔ فریب۔ زنا۔ بدمستی۔ والدین کی نافرمانی
وغیرہ۔ یہہ بذاتہ بد اعمال ہیں +

اگر کوئی پوچھے کہ انکے بد و نیک ہونے کی کیا دلیل ہی۔ تو ہم عرض کرتے
ہیں کہ اسکی دلیل اور شہادت تیرے دل میں موجود ہی اُس سے پوچھہ وہ
آپ گواہی دیگا +

اور یاد رہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ اگر ان اعمال کو بذاتہ نیک یا بد نہ مانو
اور یہہ تسلیم نہ کرو کہ ان اعمال سے خدا راضی ہوتا ہی اور اُن میں سے جو لائق رتبہ
خدائی ہیں اُن سے وہ خود معمور ہی اور تمام بد اعمال سے وہ منزہ و مبرا ہی
اور اُن سے نفرت و عداوت رکھتا ہی تو پھر خدا کی پاکی اور نیکی کا کیا مدعا ہوگا +

اب باقی رہے وہ افعال جو از خود نہ برے ہیں نہ بھلے مگر حکم الہی ہونیکے
باعث ویسے ہو گئے اُنکی نظیر یہہ ہی مثلاً شریعت موسویہ میں بعض جانوروں
کا کھانا حلال تھا اور بعضوں کا حرام۔ علی ہذا القیاس کئی چیزیں پاک بتلائی گئیں
جنکے چھونے یا استعمال سے آدمی پاک ٹھہرایا جاتا تھا اور کئی چیزیں ناپاک قرار
دی گئیں جنکے چھونے یا استعمال سے آدمی ناپاک گنا جاتا تھا۔ مگر ظاہر ہی کہ وہ
جانور اور چیزیں نہ از خود پاک ہیں نہ ناپاک بلکہ محض حکم شریعت سے ویسی ہو گئیں +

اگر کوئی اسکی دلیل پوچھے تو نہایت واضح ھی کہ سب جانور اور تمام اشیاے موجودات و مخلوقات خداے قدوس کی آفریدہ ہیں اور خداے سبحان ناپاک کا بانی اور پیدا کرنے والا نہیں ہوسکتا ھی۔ کیونکہ ناپاک چیز تو اُسکی پاک ذات کے برخلاف ھی۔ پس جبکہ ان جانوروں اور چیزوں کو اُس نے خود پیدا کیا ھی تو یہی دلیل کافی و شافی ھی کہ وہ جانور اور چیزیں اُسکی ذات کے برخلاف نہیں ہیں اِس واسطے ناپاک بھی نہیں ہیں ❊

لہذا ثابت ہوا کہ اگر شریعت موسویہ میں بعض جانوروں یا چیزوں کو ناپاک قرار دیا تو اِس باعث سے نہیں کہ وہ بذاتہٖ ناپاک ہیں اور خداے تعالی کی پاک ذات کے برخلاف ہیں اور گویا باقتضاے پاکی ذات کے خداے تعالی نے اُنکے کھانے یا چھونے وغیرہ کو منع کیا تھا (جو اخلاقی شریعت کا نشان ھی) بلکہ اُن جانوروں اور چیزوں کے منع کرنے کا کچھ اور ہی خاص مدعا اور مطلب تھا۔ جیسے دیکھیے کہ دال بھات یا روٹی وغیرہ آدمی کی خوراک ھی اور وہ از خود اچھی ھی اُسکا کھانا روا ھی مگر جب حکیم کسی مریض کو اُسکا کھانا منع کرتا ھی تو اِس باعث سے نہیں کہ گویا وہ بذاتہٖ بری اور خراب ھی اور کھانے کی چیز نہیں ھی۔ بلکہ کسی خاص مصلحت اور غرض سے۔ اور جب وہ غرض پوری ہوجاتی ھی تو پھر اجازت اکل دیتا ھی ❊

اسی طور شریعت موسویہ میں بعضی چیزوں کا پاک اور بعضی کا ناپاک مقرر کرنا

اسی قبیل سے تھا - اُسکا مدعا ہرگز ہرگز یہہ نہ تھا کہ وہ چیزیں بذاتہ پاک یا ناپاک ہیں - بھلا کوئی چیز از خود ناپاک ہو سکتی ھے - تمام اشیا انھیں عناصر سے مرکب ہیں اور عناصر خداے تعالی کے بناٸے ہوئے ہیں - اور وہ اشیاے ممنوعہ عناصر سے مرکب ہوئیں تو اپنے ارادہ یا اختیار سے نہیں بلکہ اسباب و عادات خلقت سے بنی ہیں - اور سبب حقیقی اور عادت کا مقرر کرنے والا خدا ھی اور اُن اسباب کا دور کرنا یا عادت کا بدل ڈالنا کسی مخلوق کی قدرت اور اختیار میں نہیں ھے ؛

لہذا جو خداے تعالی نے بنایا ھی اور پیدا کیا ھی وہ بذاتہ ناپاک نہیں ہو سکتا ھی مگر حقیقی ناپاکی یعنے وہ نجاست جس سے انسان خداے پاک کے نزدیک گنہگار اور ناپاک ٹھہرتا ھی وہ ھی جسے کوئی مخلوق اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ھی - مگر جو چیز خداے تعالی کی پیدا کی ہوئی ھی اور اسباب و عادات عالم سے بنتی ھی اگر وہ ناپاک تصور کیجاوے تو معاذ اللہ خدا ہی کو ناپاکی کا بانی ماننا پڑتا ھی ؛

لہذا ثابت ہوا کہ خداے تعالی کی نظر میں کوئی جانور یا دوسری چیز جو مخلوقات کے اسباب و عادات سے پیدا ہوتی ھی ناپاک نہیں ھی ؛

اور یہہ بھی کہ ماکولات و مشروبات وغیرہ کسی چیز کے استعمال سے دلی ناپاکی

اور حقیقی طہارت بھی حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ بلاشبہہ صاف ستھری چیزیں کھانا پینا وغیرہ استعمال کرنا انسان کو ضرور ہے مگر وہ بذاتہ پاک و نیک نہیں اُن سے مطلق وہ پاکی و نیکی حاصل نہیں ہوسکتی ہے جو خدائے قدوس کی ذات میں ہے اور انسانوں کو ویسا ہی کرنا واجب و فرض ہے +

بھلا اِن کھانے پینے اور پہرنے کی چیزوں سے اور دل کی پاکی اور نیکی سے کیا مناسبت ہے +

الغرض کوئی چیز جو مخلوقات میں عادت و اسباب عالم سے پیدا ہوتی ہے نہ پاک ہے اور نہ ناپاک۔ لیکن کسی خاص غرض اور فائدے کے واسطے خدائے تعالیٰ نے اگلی شریعت میں ایسی چیزوں کو پاک یا ناپاک بیان فرمایا اسی واسطے وہ رسمی اور ظاہری شریعت تھی +

جبکہ گناہ کے سبب تمام جہان بت پرستی اور طرح طرح کی بدیوں اور ناپاکیوں اور گمراہیوں میں گرفتار ہوگیا اور حقیقی پاکی و نیکی سے منحرف ہوکر اصلی ناپاکی اور بدی میں مبتلا ہوگیا تھا۔ خدائے تعالیٰ نے اپنی کمال رحمت و فضل کی نگاہ سے چاہا کہ آدمیوں کو پھر اپنی کامل مرضی بتلادے اور راہ راست پر لاوے۔ تو اُسکی عمیق حکمت میں یہہ مناسب اور پسندیدہ معلوم ہوا کہ آدمیوں کو اخلاقی اور اصلی شریعت کے ساتھہ رسمی اور ظاہری شریعت بھی دیوے۔ چنانچہ

اگلے نبیون خصوصًا حضرت موسی کو ایک رسمی شریعت بھی عنایت کی ٭
سبب اُسکا یہہ معلوم ہوتا ھی کہ آدمی کی عقل و طبیعت گمراہی اور ضلالت
میں گرفتار ہونے کے باعث ایسی خراب و تباہ ہو گئی تھی کہ وہ خداے تعالی
کی کامل اور روحانی شریعت کو بخوبی سمجھنے اور اُسپر قایم رہنے کے
لائق نہ رہا ٭

جس کسی کو یہہ بات دریافت کرنی ہو وہ بنی اسرائیل کے اگلے
احوال کو پڑھے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ اُن دنوں کے لوگ جہالت و ضلالت
کی کیسی بھاری تاریکی میں گرفتار تھے کہ با وجود شریعت کے اور بار بار تنبیہ
و تادیب کے پھر بھی احکام الٰہی کے سمجھنے اور اُن پر قائم رہنے میں کس قدر
ٹھوکریں کھاتے اور بدی کی طرف مائل ہوتے تھے ٭

پس جس طرح کوئی اُستاد کسی نادان لڑکے کو پہلے حروف مفرد پھر
مرکب پھر الفاظ سہل و عبارت پھر زیادہ لکھنا پڑھنا سکھاتا ھی تاکہ اُسکی عقل
تربیت پذیر ہو کر قابل ہو بعدہ اُسکو علوم مقصودہ و فنون مطلوبہ سکھاتا ھی
اسی طرح جب تمام عالم علم الٰہی کی بابت محض جاہل اور مطلق بے وقوف تھا
اُس وقت خداے رحیم نے چاہا کہ پھر اُنمیں اپنے علم کی اشاعت فرماوے
تب اُسکا پاک ارادہ ہوا کہ پہلے ایک قوم یعنے بنی اسرائیل کو تربیت و تعلیم دیکے

کامل کرے تاکہ وہ گروہ علم الٰہی میں کامل ہووے کہ اُسکے ذریعے تمام جہان کو راہ راست پر لاوے ✤

آپ صاحبوں کو بخوبی معلوم ہو کہ شریعت موسوی صرف بنی اسرائیل ہی کے واسطے دی گئی تھی اُس میں یہہ حکم نہیں کہ اُسکی تعلیم سب قوموں کو پہنچاوے ✤

سو اگرچہ بنی اسرائیل کو کچھہ کچھہ شریعت اخلاقی بھی عطا ہوئی تھی لیکن اس جہت سے کہ ہنوز اُنکے دل اور مزاج اطاعت احکام ربانی اور پاکی و نیکی روحانی کے اختیار میں تربیت پذیر نہ تھے لہذا اُنکی تعلیم دینے اور خوگر کرنے کے واسطے ظاہری اور رسمی و جسمانی شریعت بھی دی گئی جو نشان و علامت و نقش شریعت روحانی و احکام اخلاقی کے تھے جو اُسکے بعد خداوند یسوع مسیح کے ذریعے ظہور میں آئی ✤

چنانچہ جب وہ زمانہ آپہنچا کہ بنی اسرائیل میں سے بہتیروں نے خوب تعلیم و تربیت پائی (اور اگر بہتوں نے نہ پائی تو یہہ اُنکا قصور تھا) اور خدا کی روحانی اور کامل شریعت کے جاننے اور ماننے کے لائق ہوئے تب خداوند یسوع مسیح جو تمام جہان کا نجات بخشندہ اور کامل و روحانی شریعت کا معلّم ھی ظاہر ہوا اور روح القدس جو اُس شریعت اصلی و حقیقی و روحانی کا الواح قلب

انسانوں پر مرقوم و منقوش کنندہ ھے ایک خاص طور پر نازل ہوا تب اُس ناکامل رسمی ظاہری شریعت کی حاجت نہ رہی — اس واسطے کہ تب ایام طفولیت و زمانہ جہالت و نادانی گذر چکا اور وقت بلوغ و زمانہ تحصیل علم اصلی و مقصودی و مطلوبی کا پہنچا — اسواسطے خدا تعالی نے انجیل مقدس اور اپنے پاک رسولوں کے صحائف کے ذریعے اپنی کامل و روحانی و اصلی و اخلاقی شریعت ظاہر فرمائی — یہہ مختصر بیان دونوں قسم کی شریعت یعنی رسمی و اخلاقی کا ہوا ÷

پس رسمی و ظاہری شریعت اصل مقصود و مطلوب نہیں بلکہ محض مقرر کرنے کے باعث واجب التعمیل ھوئی — وہ خدا کی ذاتی پاکی و نیکی کا عکس و پرتو نہیں اور نہ اُسکے تقاضے پورا کرنے کو ضرور ھے بلکہ انسان کی ناکاملیت کا نشان ھے کہ جب خدا تعالی اپنی حکمت کاملہ سے چاہے موقوف کر سکتا ھے ÷

مگر شریعت اخلاقی اصلی و ازلی و ابدی اور خدائے قدوس کی ذاتی پاکی اور نیکی کا عکس و پرتو اور اُسکے تقاضے پورا کرنے کو ضرور اور انسان کی کاملیت کی علامت ھے اور اسیواسطے ہرگز منسوخ نہیں ہو سکتی ھے کیونکہ جو کوئی امور مذکورۂ بالا کو بخوبی سمجھیگا اُسپر ظاہر ہوگا کہ ایسی شریعت کا بدلنا اور منسوخ ہونا خدا کی ذات کا بدلنا ھے ÷

پس کتاب مقدس یعنی مجموعہ عہد عتیق و جدید کے ملاحظہ سے خداے تعالیٰ کا یہہ انتظام انسان کی بابت دیکھا جاتا ہی جو بالکل اُسکی لا انتہا حکمت اور پاک ذات کے مطابق و موافق ہی ۔ یعنی جب انسان سراسر عصیان ہو کر نہایت جہالت اور حالتِ طفولیت میں تھا اُس وقت خداے رؤف و رحیم نے اُسکو تربیت و تعلیم دینا شروع کیا اور ابتدا میں گویا اُسکو ابجد سکھا کر یعنی ایک ظاہری اور جسمانی شریعت دیکے تعلیم فرمائی اور جب وہ خوگر تعلیم ہوا اور رفتہ رفتہ کاملیت حاصل کرنے اور علم الٰہی سیکھنے کے لائق ہوا تب اُسکو اصلی اور کامل شریعت بتلائی ❊

مگر اب یہہ تماشا قابلِ دید ہی کہ قرآن و حدیث آکر دعوی کرتے ہین کہ ہم بھی منجانب اللہ ہین اور شریعت آخر الزمان جو تا قیام قیامت انسانوں کے واسطے مقرر ہیں ۔ اور پھر کرتے کیا ہیں کہ اُس بندوبست و انتظام الٰہی کو اُلٹا دیتے ہیں یعنی اب پھر جسمانی اور ظاہری اور رسمی شریعت مقرر کرنا چاہتے ہیں اور انواع و اقسام کے احکام رسمی اور لڑکپن کی باتیں لوگوں کو سکھا کر گویا رجعت قہقری کرا کے سیانوں کو بچا بنانا چاہتے اور بالغوں اور داناوٴں کو طفل ابجد خواں کرنا چاہتے ہیں ۔ جو کوئی ذرہ بھی انصاف کی نگاہ سے اِس امر کو دیکھیگا وہ فوراً معلوم کر لیگا کہ ایسی ترادہ وکھا ہی یہہ ہرگز خداے تعالیٰ کا بندوبست نہیں ہی

پھر ایک امر اور بھی قابل غور ہے کہ قرآن و حدیث نہ صرف اس بات میں کتاب
مقدس کے برخلاف ہیں کہ جب کامل اخلاقی و روحانی شریعت ظاہر ہوئی اور
ناکامل رسمی و جسمانی شریعت کی ضرورت جاتی رہی اُس وقت قرآن و حدیث
آنکر آدمی کو پھر ناکامل اور ظاہری و رسمی و جسمانی شریعت کے پابند کرنا اور کامل
کو ناکامل و ناقص کرنا چاہتے ہیں بلکہ اُسکے علاوہ اصلی اور حقیقی اور کامل شریعت
اخلاقی و روحانی پر عارضی و مجازی اور ظاہری اور جسمانی و رسمی شریعت کو
ترجیح و فوقیت دیتے ہیں اور اُسی کو مقدم اور اعلیٰ اور افضل اور ارکان دین
قرار دیتے ہیں ۔ مگر جو معروضات بالا کو بغور ملاحظہ کریگا بخوبی جان لیگا کہ
ایسا کرنا سراسر غلطی اور فاش نادانی ہے اور بس ؞

اب رہی شریعت اخلاقی سو اُسکی نسبت بھی غور کرنا لازم ہے کہ کتاب مقدس
سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی حالت جہالت اور نادانی مذکورہ بالا میں نہ صرف
اُسکو ایک جسمانی اور رسمی شریعت خداے تعالیٰ نے عطا کی بلکہ جو اخلاقی شریعت
بتلائی وہ بھی کامل نہ تھی ؞

اسکا مدعا یہہ نہیں کہ خداے تعالیٰ نے اُس وقت انسان کو گناہ کرنیکا
حکم دیا بلکہ یہہ غرض ہے کہ اُس وقت انسان ایسا گمراہی اور گنہگاری میں مبتلا تھا
کہ بہ نظر کمزوری و سختدلی اُسکے خداے جلشانہ نے اپنی پاک مرضی کو پورا

اور کامل بیان نفرمایا چنانچہ بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ جب چاہتے اپنی جورون کو بلا وسواس بی پروائی کے ساتھ چھوڑ دیتے اور دوسری عورتیں کر لیتے تھے۔ نہایت غیر محتاط اور بے توجہ اور سخت تھے ❊

پس یہہ بات ہرچند خداے تعالی کی نظر میں ناپسند تھی مگر تاہم انکی سنگدلی اور کمزوری ملاحظہ فرماکر اس باب میں اپنی پاک و نیک مرضی کامل طور پر ظاہر نہ کی بلکہ اس منشا سے کہ اس معاملے میں نہایت بے انتظامی اور بے احتیاطی اور مطلق العنانی نہونے پاوے بلکہ ایک حد بندہ جاوے اور فی الجملہ پابندی ہووے ایسا ارشاد کیا کہ جب تم عورتوں کو چھوڑا کرو تو یوں ہی مت چھوڑ دیا کرو بلکہ انھیں طلاق نامہ دیا کرو اور اسکے سواے اور بھی چند باتوں میں قید لگادی تاکہ ویسی بے قیدی اور مخلع بالطبع رہنا نہ رہے بلکہ کچھہ قید اور پابندی ہو جاوے ❊

اس باب میں جو حضرت نے عرض کی اگر کسی کو شبہہ ہو تو انجیل مقدس دیکھہ لے کہ خود خداوند مسیح نے اس باب میں کس طور ارشاد کیا ہے ❊

اور جو کوئی انصاف دلی سے غور کریگا سو جان لیگا کہ عورت کو بغیر زنا کے چھوڑ دینا یا طلاق دینا خداے تعالی کی پاک مرضی کے برخلاف ہے۔ خداے تعالی نے حرامکاری اور زناکاری کو جسکہ منع فرمایا ہے تو اس سے اسکی پاک مرضی بھی معلوم

ہوتی ہی کہ جب عورت اور مرد سے شادی ہو تو اُنکے درمیان ایک ایسا پاک
اور پکا اور مضبوط رشتہ ہو جو کبھی ٹوٹے نہیں ۔ اور عقل بھی صاف شہادت
دیتی ہی کہ شادی کرنے کے جو فرائض اور فوائد اور مرادیں ہیں یعنی زن و شوہر
کو باہم کامل محبت رکھنا ۔ ایک دوسرے کو تسلی دینا دونوں کو ملکر اپنی اولاد
کی پرورش کرنا ۔ اُنکی حامی و مددگار ہونا ۔ اُنکی بہتری کے واسطے دل
و جان سے کوشش کرنا وغیرہ ۔ یہہ سب فرائض و فوائد اور مرادیں اُسی وقت
پوری ہو سکتی ہیں جبکہ زن و شوہر میں ایسا ہی پاک و پختہ اور غیر منقطع رشتہ ہو
۔ اور اگر ایسا نہو بلکہ جب مرد چاہے جورو کو چھوڑتا جاوے اور دوسری کرتا جاوے
تو رنڈی بازی اور نکاح میں کیا فرق ہی ؟

کسبی سات دولت کی جورو ہوتی ہی اور نکاحی بھی ایسی ہی ہوئی انتہا یہہ کہ نکاحی
کچھہ عرصہ زیادہ رہے ۔ لہذا صاف ظاہر ہی کہ عورت کو چھوڑ دینا خدا تعالیٰ
کے نزدیک مکروہ اور ناپسند اور زناکاری ہی ۔

لیکن انسان کی اُس ناقابلیت کی حالت میں خدا تعالیٰ نے یہہ بات
ظاہر نہ کی بلکہ یہہ چاہا کہ بنی اسرائیل اُس حالت نہایت بے احتیاطی اور وارستگی
سے قدرے باز آویں اور ایک گونہ قید میں آویں ۔ بلکہ اُنھیں بنی اسرائیل کو
بعد حضرت موسیٰ کے جبکہ شریعت موسویہ جاری تھی دوسرے نبیوں کی معرفت

فرمایا کہ مین طلاق سے ناراض وناخوش ہوں ۔ مگر انجیل مقدس کے وسیلہ
جب خداے تعالی نے اپنی کامل شریعت کو ظاہر فرمایا تب صاف صاف اپنی
مرضی بیان فرمادی اور ختمی حکم دیدیا کہ زناکاری کے سوا کسی حالت میں
طلاق دینا جائز نہیں ہی بلکہ نامشروع اور ممنوع ہی فقط +

مگر ملاحظہ فرمائیے اب باوجود ظہور اس کامل پاکیزگی کے قرآن و حدیث شریعت
آخرالزمان ہونے کا دعوی کرتے اور لوگوں کو یہہ سکھلاتے ہیں کہ جب تمھاری
خواہش ہوا کرے جوروں کو طلاق دیدیا کرو ۔ بلکہ محمد صاحب کے زمانہ میں
بالاتفاق ثابت ہی کہ کئی جہادوں میں متعہ کا حکم بھی جاری ہوا کہ لوگوں نے
رات دورات کے واسطے عورتیں رکھیں اور شیعوں کی روایت کے بموجب
نہ صرف محمد صاحب کے زمانہ میں یہہ حکم خداے تعالی نے دیا تھا بلکہ اب بھی
درست اور مشروع اور موجب حسنات کثیرہ ہی ۔ نعوذ باللہ منہا +

پس اس طور انسان پر عصیان کو جسے خداے رحیم الرحمان نے اپنی
کمال مہربانی سے بتعلیم انجیل مقدس پاک و نیک و کامل کیا اب قرآن و حدیث
اوسے ناپاک و بد و ناقص بنانا چاہتے ہیں +

اس باب میں طوالت کی کچھہ حاجت نہیں ہی ۔ ہر ایک منصف مزاج جب
ان باتوں کو بغور و تامل ملاحظہ کریگا بخوبی جان لیگا کہ یقیناً قرآن و حدیث خدا کے

قدوس سبحان کی طرف سے نہیں ہیں جسنے اپنی کمال مہربانی سے انسان پر
عصیان کی حالت مذمومہ پر رحمت کی نگاہ فرماکر بذریعہ کتاب مقدس کے ایسے
احکام فرمائے اور اس ترتیب و تدریج سے تعلیم و تربیت فرمائی کہ وہ پاک و نیک
و کامل اور اپنے خالق و رازق کی مرضی کا شناسا اور اُسکی پاک نظر میں مقبول ہووے +

پانچواں اختلاف — اوپر میں نے عرض کیا ہی کہ شریعت اخلاقی اصلی و
ازلی و ابدی اور خدا ے قدوس سبحان کی ذاتی پاکی اور نیکی کا عکس ہی اور اُسکے
تقاضے پورا کرنے کے لیئے ضرور اور انسان کی کاملیت کا نشان ہی — اسی واسطے
منسوخ ہونیکے قابل نہیں ہی +

بلاشبہہ ناممکن و محال ہی کہ خدا ے تعالیٰ اِس شریعت اخلاقی کامل کو بدل ڈالے
اور مردود ٹھہراوے اور اُسکے برخلاف حکم دیوے — اِس واسطے کہ اُسکے
خلاف بالکل مناقض و مبائن و معارض اُسکی پاک ذات و نیک صفات کے ہی
اسی واسطے وہ گناہ و معصیت ہی — پس ناممکن ہی کہ خدا ے قدوس اپنی پاک و نیک
ذات کے برخلاف شریعت مقرر کرے اور گناہ و معصیت کیواسطے حکم دیوے +

اسی لیئے جب خدا ے تعالیٰ نے اپنی پاک و نیک و کامل شریعت اخلاقی و روحانی کو
انجیل مقدس کے ذریعہ ظاہر فرمایا تو بوساطت معلم کامل خداوند یسوع مسیح کے ایسا ارشاد
کیا (آسمان و زمین ٹل جائینگے پر میری باتیں کبھی نہ ٹلینگی) +

لیکن قرآن و حدیث دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بھی من جانب اللہ ہیں اور باوجود اس دعوے کے خدا تعالیٰ کے احکام اخلاقی اور شریعت اصلی کو بدلنا اور رد کرنا چاہتے ہیں — پاکی و نیکی کو چھوڑنا پاکی اور بدی سکھاتے ہیں جو بالکل مخالف اقتضائے ذات الٰہی ہیں اور مبائن و معارض اُسکی صفات کاملہ کے ؞

پس یہہ بھی ایک بڑی علامت ہی کہ قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں — ہرچند اسکی مثالیں بہت ہیں مگر اُن میں سے چند ذیل میں مذکور ہوتی ہیں —

(۱) ہر شخص جانتا ہی کہ جس طور مذہب حق کی تلاش و تحقیقات کرنا اور بعد دریافت اور معلوم کرنے کے اُسکو بدل ماننا فرض ہی یعنے جس طور تصدیق بالجنان فرض ہی اِسیطور اقرار باللسان بھی فرض ہی تاکہ دوسرے ہمارے بھائی بنی آدم بھی اُسکو جانیں اور دریافت کریں وہ بھی اس نعمت لازوال سے محروم نہ ہیں — خصوصاً جب کوئی ہمسے دریافت کرے اور ہمارا مذہب پوچھے تو ضرور لابد ہی کہ ہم بیان کریں علی الخصوص جھوٹ موٹ دوسرا مذہب بتلانا یا اپنے مانے ہوئے مذہب کا انکار یا کلمہ کفر زبان پر لانا تو کسی حالت میں درست نہیں ہی — بالکل ناجائز و ناروا ہی ؞

اِسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ہی کہ خداوند مسیح نے ارشاد کیا ہی کہ جو کوئی آدمیوں کے روبرو میرا انکار کریگا بروز قیامت میں بھی اُسکا انکار کرونگا

اور صاف ظاہر ہے کہ جس حالت میں ایک شخص ایک مذہب رکھتا ہے اور دل سے اُسکو سچا اور حق جانتا ہے پس اگر اُس سے انکار کرے تو کئی گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے — ایک تو جھوٹ بولنا کہ جو حق جانتا اور دل سے مانتا ہے اُسکے خلاف کہتا ہے اور وہ کسی حالت میں درست نہیں ہے اور خلاف مرضی خداے تعالی کے ہے ✣

دوم یہہ کہ دوسرے لوگوں کی ضلالت کا باعث ہوگا کہ اگر سب ایسا ہی کیا کریں تو دین حق کسی پر ظاہر نہوگا اسلیے سب کسی نہ کسی دباؤ سے ایسا ہی کرینگے ✣

سوم اُسکے سچے ایمان کا نشان نہیں ہے کہ جو شخص امر حق سے بخوف جان یا مال انکار کرتا ہے اُسکا بھروسا خداے قادر مطلق پر بالکل نہیں ہے — کیا خدا میں قدرت نہیں کہ اگر چاہے اِس بلا کو اُس سے دور کر دے اور کیا اُس شخص کو ضرور نہیں ہے کہ اگر خداے تعالی کی مرضی یہی ہے کہ وہ اِس بلا میں مبتلا ہو تو اُسکی رضامندی چاہیے اور اگر جان پر بھی آن بنے تو تصدق راہ خدا میں کرے ✣

الغرض جو شخص امر حق سے بخوف جان یا مال انکار کرتا ہے بلاشبہ اُسکا ایمان درست نہیں اور جھوٹا ایمان رکھتا ہے — اور نہ وہ مذہب حق ہو سکتا ہے جس میں اِسکی اجازت دی ہے ✣

اِسی واسطے لاکھوں مسیحی مقدسوں نے اپنی جان عزیز تک دیں مگر دین مسیحی سے انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا۔ اور بلاشک وہ سچے ایماندار اُس پاک و نیک حکم پر مستحکم رہے کہ تم اُنسے خوف نہ کرو جو صرف جسم کو ہلاک کرتے ہیں مگر اُس سے ڈرو جو جسم و جان دونوں کو جہنم میں ڈال سکتا ہے ؛

اِس طور بیشمار مسیحیوں نے ہر ایک مصیبت اور بلا طرح طرح کی سہیں۔ کوڑے زنجیریں بیڑیاں قیدخانے جلاوطنی قتل ہونا مارے جانا جلایا جانا درندوں گزندوں کا لقمہ ہونا سنگسار ہونا مثل مشعل رال اور تیل میں رکھکر جلنا وغیرہ سب قسم کی ایذا اور تکلیف کی برداشت کی مگر دین متین سے اور خداوند مسیح کا انکار نہ کیا اور اِس طور مذہب مسیحی کی حقیقت ثابت کرکے اس دنیا سے باایمان سدھارے ؛

ای میرے عزیزو دوستو۔ تمام روے زمین پر شہیدوں کی نامدار فوج مسیحی ہوتی رہی ہے جنھوں نے مذہب مسیحی کی سچائی ہر طرح کی مصیبت اور بلاؤں کی برداشت سے ظاہر کی اور اُسکی صداقت کی شہادت اپنے بیش بہا خون سے لکھی۔ اور اس طرح شاداں و فرحاں باایمان اِس جہان گذران سے گئے اور اُنکی روح مقدسہ خداوند ذوالجلال کے حضور قدوس قدوس قدوس رب الافواج پکار رہی ہیں ؛

مگر اب ملاحظہ کیجیے کہ قرآن میں اجازت دی ہے کہ اگر کسی کا دل تو اسلام کی تصدیق

کرتا ہی اور ایسی تکلیف میں پڑے تو اسلام سے انکار کر دینا روا ہی۔ اور احادیث سے بھی دریافت ہوتا ہی کہ محمد صاحب نے حکم دیا کہ بخوف جان کلمہ کفر کہدینا جائز ہی۔ اور شیعوں کی روایات کے بموجب ایسی حالت میں بخوف جان صرف جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہی کہ اسلام سے انکار کر دیوے اور اگر نہ کرے تو گنہگار ہوگا ✣

ای بھائیو تم ہی اپنے دلوں میں انصاف کرو کہ کیا سچ ہی اور کیا جھوٹ کونسا خدا کا حکم ہی اور کونسا انسانی کلام ہی ✣

اور کیا ہوسکتا ہی کہ خدا جو اپنی ذات سے اصدق الصادقین ہی اور اسکا اقتضا ذاتی ہی کہ انسان بھی سچ بولیں آپ ہی جھوٹ کہنے کی اجازت دیوے اور جھوٹے لوگ طیار کرے۔ کیا ممکن ہی کہ وہ خدا ئے قدوس جو اپنی پاک و نیک اور سچے دین کو تمام دنیا میں پھیلانا چاہتا ہی اور اپنے دیئے ہوئے راستہ کی صداقت ظاہر کرنا چاہتا ہی وہ اُسکی صداقت اس طور ظاہر کرے کہ ایمان داروں کو اجازت یا حکم دیوے کہ بخوف جان سچے دین سے انکار کر لیا کرو اور اپنے نبی کو جھوٹا بتلا دیا کرو ✣

کسی کے خیال میں آسکتا ہی کہ وہ خدائے برحق جو اپنی ذات و صفات سے سچا اور غیر متغیر ہی ایک وقت تو اُسکو اپنے پاک دین کی صداقت اور راستی

کا ظاہر کرنا یہاں تک ضرور معلوم ہو کہ اپنے برگزیدہ رسولوں اور ایمانداروں کو
حکم دیوے کہ سب طرح کی تکلیف سہو اور دکھ اٹھاؤ حتی کہ گوناگوں عذاب و عقوبت
دنیاوی کے ساتھ اپنی عزیز جانوں تک دیدو مگر سچے دین کا انکار ہرگز نہ کرنا بلکہ
اقرار کرو اور کسی انسان سے خوف نہ کرو جو حق ہے وہی کہو۔ اور ایک وقت ایسا
آیا کہ وہی خدا سچائی اور راستی اور دین حق کے اظہار کو یہاں تک حقیر جانے
اور ان تمام شہیدوں کے بیش بہا خون کو جس سے روے زمین سرخ ہے
ایسا ناچیز سمجھے کہ جھوٹ بولنے کی اجازت دے اور مذہب حق کا انکار روا
جانے اور ایمانداروں کو اسکا حکم دیوے ۔

کیا خدا بدل گیا ۔ ہرگز نہیں بلکہ صاف صاف ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث
خداے اصدق الصادقین کی طرف سے نہیں ۔ ایسے حکم صرف انسان پر
عصیان کے ہیں ۔

(۴) نیز ظاہر ہے کہ راستی اور سچائی انسان کو نہایت ضرور ہے کہ یہہ بھی خدا
صادق کی صفت کاملہ کا عکس و نمونہ ہے اور انسان کے کمال کا نشان ہے۔ جو
سچا نہیں اسکی کسی بات اور قول و فعل کا اعتبار نہیں ۔ صداقت و راستی ہی
اعتماد اور بھروسا ہوتا ہے ۔

پس کتاب مقدس میں جابجا مرقوم ہے کہ ہر آدمی قول و فعل میں سچا ہووے

ایک جگہہ بھی اجازت نہین دی کہ آدمی کسی حالت مین جھوٹ بولے بلکہ صاف صاف ارشاد کیا ہی کہ جو جھوٹ بولتا ہی ملعون ہی؀

مگر احکام محمدی مین جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہی۔ چنانچہ ایک امر تو اوپر مذکور ہوا ہی قرآن و حدیث میں مذکور ہی۔ اُسکے سواے احادیث مین تو کئی کئی جگہہ خلاف گوئی اور جھوٹ بولنے کو جائز رکھا ہی جسکو ضرورت ہو کتب مذکورہ کو دیکھے کہ نقصان دین و ایمان و زیان جان و مال و عزت و آبرو کے خوف کے مارے اور دو مسلمانوں میں صلح کرنے کے لیئے اور جنگ میں دشمنوں پر فتح پانے کے واسطے اور جورو کو راضی کرنے کے لیئے وغیرہ جھوٹ بولنا درست ہی بلکہ وہ جھوٹ ہی نہین۔ اور مسائل اکراہ اور شیعوں کے مسائل تقیہ قابل غور ہین؀

اب ای بھائیو مین اس باب میں کیا لکھون اور کیا کہوں آپ ہی صاحب انصاف کرین کہ بھلا ممکن ہی کہ خداے برحق و صادق خلاف اپنی پاک ذات کے ایسے ناپاک کاموں کی اجازت دے۔ بھلا کسکے خیال میں آسکتا ہی کہ وہ اصدق الصادقین اپنے بندوں کو جھوٹ بولنے کی اجازت یا حکم دیکر اُنکا بلکہ خود اپنا اعتبار کھووے۔ کیا ممکن ہی کہ چار ہزار برس تک تو خدا راستی اور سچائی کو ایسا ضرور اور لابد جانے کہ ایسا حکم ناطق فرماوے کہ ہرگز کسی حالت میں

جھوٹ نہ بولنا اور ارشاد کرے کہ جھوٹا ملعون ہی اور اب آخر زمانہ میں وہی اسکی
کو ایسا حقیر اور ناچیز جانے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے واسطے اس دنیاوی
تھوڑے سے نفع یا دفع مضرت یا خواہش نفسانی کے لیئے دروغگوئی کی اجازت
دے - تعالی اللہ عما یصفون +

(۳) ہر شخص جانتا ہی کہ اگر آقا کے دو نوکر ہوں ایک تو وہ جسکو آقا اپنا حکم
بتلا دے اور وہ نوکر بخوبی تمام اُسکی مرضی اور حکم کو جانتا اور سمجھتا ہو اور اُسکے
منشا سے اچھی طرح واقف ہو اور دوسرا وہ جو اُسکے احکام اور مرضی سے جیسا
چاہیئے خوب واقف نہو لیس فرض کرو دونوں ایک ہی کام خلاف مرضی اپنے
آقا اور مالک کے کریں تو ان دونوں میں کونسا زیادہ سزا کے لائق ہی -
بلاشبہہ وہی جو اپنے آقا کی مرضی بخوبی پہچانتا ہی اور جسنے کہا ہی اُسکے
احکام کی آگاہی پاکر تقصیر کی وہ عدول حکمی اور نافرمانی کی بڑی سزا پائیگا کہ
اُسنے عمدًا جان بوجھکر اپنے مالک اور آقا کی سرتابی و نافرمانی کی - مگر دوسرا
نوکر اس سبب سے کہ وہ نوکر ہی اور فی الجملہ اپنے مالک کی مرضی بھی جانتا
ہی سزا پائیگا مگر اس وجہ سے کہ بخوبی اُسکی مرضی سے مطلع نہ تھا اور اُسکے
احکام خاطر خواہ نہ سمجھتا تھا معذور ہی اس واسطے اُس اول نوکر کی برابر
سزا کے لائق نہیں ہی - صدہا مثالیں اسکی اور بھی ہیں جو روز مرہ

ہمارے برتاؤ میں ہیں — سب جانتے ہیں کہ ناواقفیت و لاعلمی
عذر ہی ÷

اِسی واسطے انجیل مقدس میں ارشاد ہوا ہی کہ جو لوگ کلام الٰہی اور
احکام ربّانی سے واقف نہیں ہیں اور گناہ کرتے ہیں وہ کم سزا پاوینگے مگر جو
کلام اللہ پاکر اور جان بوجھکر سرتابی کرتے اور مرتکب گناہ ہوتے ہیں وہ
زیادہ سزا پاوینگے — پس یہہ حکم بلاشبہہ خدا سے عادل کا ہی جسکے نزدیک
کسی کی طرفداری نہیں ہی — اُسنے صاف صاف ارشاد کیا ہی کہ غیر قوموں
کے لوگ جو کلام اللہ اور احکام الٰہی سے واقف نہیں ہیں وہ اِس جہت سے
سزا کے لائق ہیں کہ وہ شریعت الٰہی اپنے دلوں میں منقوش پاتے ہیں کہ
خدا تعالیٰ نے اعمال بد و نیک کی سمجھہ اُنکو بھی دی ہی — اُنکے دل احکام
و مرضی الٰہی کو بتلاتے ہیں پس جبکہ اُنھوں نے اُس شہادت دلی کے خلاف
خدا کی نافرمانی کی اِس وجہ سے سزا پاوینگے — مگر جن لوگوں کے پاس علاوہ
شہادت دلی کے کلام الٰہی بھی موجود ہی جسکے ذریعہ وہ خدا تعالیٰ کی
پاک اور نیک مرضی بخوبی پہچانتے ہیں مگر اپنی بدذاتی اور شرارت سے
باز نہ آکر گناہ کرتے اور نافرمان ہوتے ہیں وہ بے ایمانوں سے نہایت
اور بھاری سزا پاوینگے ÷

مگر قرآن و حدیث اسکے خلاف تعلیم دیتے اور محمدیوں کی طرفداری
اور خاطر سے خلافِ عدالت اور برعکس انصاف حکم دیتے ہیں کہ کلمہ گو چاہے
کیسا ہی فاسق فاجر بدکار ہو وہ یا تو بلاحساب و کتاب یا محمد صاحب کی شفاعت
وغیرہ سے نجات پائیگا جسنے کلمہ پڑھا ہے اسپر آتش جہنم حرام ہے کلمہ گویوں میں
سے کوئی شخص ہمیشہ دوزخ میں نرہیگا چاہے کیسا ہی گنہگار ہو مگر جسنے کلمہ
نہیں پڑھا غرض دوسرے مذہب والے کیسے ہی کیوں نہوں بلاشبہ ابدی
عذاب جہنم میں گرفتار ہونگے +

علی ہذا القیاس اگر کوئی شخص کسی حکم شرعی کے خلاف عمداً کرتا ہے اسپر ایک گناہ
محسوب ہوتا ہے اور جو اسی گناہ کو نادانی اور ناواقفیت سے کرتا ہے اسپر دو گناہ
ہوتے ہیں — (جائے غور ہے)

(۴) ہر انسان کا دل گواہی دیتا ہے کہ خداے تعالی ہمارا خالق و رازق و مالک
ہے جو اپنی ذات و صفات میں تمام نیکیوں اور خوبیوں سے معمور اور جملہ بدیوں سے دور
اور پاک ہے اسی واسطے وہ باقتضاے پاکی و نیکی خود چاہتا ہے کہ اسکی ہر ایک باتمیز
مخلوق بھی پاک اور نیک ہووں پس خداے تعالی کا فرض ہے کہ ہر انسان اپنے
جملہ اقوال و افعال و افکار میں پاک و نیک ہووے — اسی واسطے کلام مقدس
میں جا بجا ارشاد ہوا ہے کہ تم پاکی و نیکی میں کامل ہو جیسا خداے تعالی کامل ہے

الغرض انسان پر فرض عین ہی کہ اپنی تمام رفتار و گفتار و تصورات دلی میں کمال حاصل کرے
عبادات میں ہو یا معاملات میں — حتی کہ انجیل مقدس میں ارشاد ہوا کہ اگر کوئی شخص نیک
کام کرنے کی طاقت و استطاعت رکھتا ہو اور نہ کرے تو وہ بھی گنہگار ہوتا ہی ۔

مگر شرائع محمدیہ کے بموجب سوائے چند اقوال و افعال مخصوصہ کے فرض نہیں ہیں
— اوس سے زیادہ کرے تو ثواب ہی اور نہ کرے تو عذاب نہیں ہی — اور انکا ثمرہ
اور دلی خیالات فاسدہ اور ناپاک تصورات پر حساب نہیں — امت محمدیہ کو معافی آگئی ہی

اے عزیز دوستو انصاف کرو — کیا ممکن ہی کہ خدائے قدوس سبحان جو اپنی ذات و صفات
سے پاک و نیک ہی اور انسانوں کی پاکی اور نیکی چاہتا ہی وہی ایسا حکم دے کسی کے
وہم میں بھی آسکتا ہی کہ ایک وقت تو خدائے تعالی آدمیوں کو یہاں تک کامل کرنا چاہے
اور قطعی و حتمی حکم دیوے کہ ہر انسان کو اپنے تمام اقوال و افعال و افکار سے پاک و نیک
ہونا چاہیئے اور اوسکے بعد پاکی و نیکی کو ایسا بیکار و فضول جانے کہ صرف چند اقوال و
افعال ہی کو لوگوں پر فرض ٹھہراوے اور خیالات و وسواس دلی پر محاسبہ نہ کرے ۔

(۵) ظاہر ہی کہ آقا اور حاکم اور مالک کے تمام حکم واجب التعمیل ہیں جو وہ اپنے
غلام اور محکوم و مملوک کو فرماوے — اگر کوئی غلام یا محکوم یا مملوک ایک حکم کو بھی ٹال
اور بجا نہ لاوے تو مجرم اور نافرمان متصور ہوگا — مثلاً ایک خاوند نے اپنے نوکر کو
دو کام کرنے کا حکم دیا تو لازم ہی اوس نوکر پر دونوں کی تعمیل خاطر خواہ واجب ہی —

فرض کرو کہ اُسنے ایک کام کیا اور دوسرا بجا نہ لایا تو اس حالت مین بلاریب وہ نوکر نافرمان اور عدول حکم اور مجرم ٹھہریگا اور مستحق سزا ہوگا +

پس اِسی طور سے جملہ احکام الٰہی اور تمام شریعت خدا تعالیٰ کی جو تمام آقاؤں کا آقا اور سب حاکموں کا حاکم اور جملہ مالکوں کا مالک اور سارے بادشاہوں کا شہنشاہ اعظم و سلطان اکرم ہی واجب التعمیل اور فرض ہی +

اگر کوئی ایک حکم خدا کا بجا لاوے اور دوسرے کو ٹال دے تو ضرور بالضرور وہ مجرم اور قصوروار اور خدا کا نافرمان اور سزا کا مستحق ہی ۔ کیونکہ سب حکم خدا کے ہیں سب کی تعمیل اُسپر واجب ہی مگر اُسنے اُسکا ایک حکم مانا اور دوسرے کو بجا نہ لایا اور سرتابی کی +

اِسی واسطے انجیل مقدس مین ارشاد ہوا کہ جو کوئی ساری شریعت کو مانے پر ایک بات میں قصور کرے وہ سبھوں کا مجرم ہوا کیونکہ جسنے کہا زنا مت کر اُسنے یہہ بھی کہا کہ خون مت کر پس اگر تو زنا نہ کرے پر خون کرے تو تو شریعت کا متعدی ہوا +

مگر قرآن و حدیث اِسکے بالکل برخلاف تعلیم دیتے اور سکھاتے ہیں چنانچہ اُنکی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر انسان بہت سے گناہ کرے اور خدا کی نافرمانی کرے لیکن اگر ایک فلانا حکم مانے تو سب قصور اُسکے معاف ہو جاتے ہیں +

جیسا کہ حج کے باب میں مسطور ہی کہ مسلمان آزاد شخص پر جو استطاعت رکھتا ہو حج

ہی کہ عمر میں ایکبار بجالاوے مگر سواے حج کے اور بھی کیئی فرض مقرر ہیں جنکو بجا نہ لاوے
تو انسان گنہگار ہوتا ہی +

مگر لکھا ہی کہ جو حج کرتا ہی اُسکے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ
تمام ناپاکیوں اور بدیوں سے پاک ہو جاتا ہی۔ ایسا ہی کچھ ہجرت کے باب میں
وارد ہی۔ علی ہذا القیاس وضو کرنا نماز کے واسطے فرض ہی کہ بدون اُسکے
نماز درست نہیں۔ مگر اُسکی یہاں تک تعریف ہی کہ وضو اگر آدمی اچھی طرح کرے
تو سارے اُسکے جسم کے گناہ ناخن کے نیچے تک کے دھل جاتے ہیں
اسی طور بہت سے درود و وظایف اور کئی قسم کے اعمال و افعالوں کی نسبت
لکھا ہی کہ فلاسے حکم بجالانے سے انسان کے بیشمار گناہ معاف ہوتے ہیں
اگرچہ سمندر کے جھاگوں کی برابر شمار میں ہوں +

اسی طور وہ قصہ بھی قابل غور ہی جو کہا گیا ہی کہ قیامت کے روز ایک ترازو
رکھی جائیگی جس میں بندوں کے اعمال تولے جاوینگے جسکی نیکیوں کا پلہ بھاری
ہوگا وہ نجات پائیگا۔ اور میزانِ عدالت بھی ایسی ہوگی کہ مسلمانوں کی ایک
نیکی دس شمار کی جاوینگے اور بدی صرف ایک کی ایک ہی محسوب ہوگی +

بھائیو ذرہ اپنے دلوں میں سوچو اور انصاف کرو کہ بھلا کس طور ممکن ہی
کہ ایسے احکامات کو خدا سے قدوس و سبحان و عادل حقیقی کی طرف منسوب کریں

کیونکہ ممکن ہی کہ ایک وقت تو خداے تعالی اپنی ذاتی پاکی اور نیکی کے اقتضا سے
انسان کو اس درجہ کمال کو پونہچاوے اور بالکل پاک و نیک ہونا اُنپر فرض ٹھہراوے
کہ اگر کوئی شخص ایک حکم کو بھی بجا نہ لاویگا تو سب کا مجرم ہوویگا۔ اور پھر اُسکے
بعد وہی خدا جلشانہ اپنی قدوسیت اور ذاتی پاکی و نیکی کے خلاف ایسا حکم دیوے
اور اپنے پاک و نیک حکموں کو یہاں تک ناچیز و حقیر جانے کہ فرماوے کہ اگر ایک
ہی حکم کو کوئی بجا لاوے تو اُسکے وسیلہ اُسکے سب گناہوں کو معاف کر دیگا

چھٹا اختلاف۔ ہر عاقل و دانا پہ آشکار ہی کہ ایمان لانا اور دین کا قبول کرنا
صرف رغبت دل اور رجوع قلب پر منحصر ہی۔ جبتک کسی کا دل نہ پھرے اور
دینداری کی محبت پیدا نہو وہ ایماندار اور دیندار نہیں ہوتا ہی۔ مگر رغبت دل اور
رجوع قلب ہرگز ہرگز جبر و زبردستی و اکراہ حاصل نہیں ہوسکتے ہیں۔ بلکہ جبر و
ظلم و زبردستی حقیقی ایمان اور محبت کو مانع ہوتے اور دل کو ہٹا دیتے ہیں +

لہذا بالبداہت ظاہر و آشکارا ہی کہ کوئی شخص بجبر و اکراہ و ظلم و زبردستی ہرگز ہرگز
ایماندار نہیں ہو سکتا ہی نہ کسی دین یا کتاب یا نبی کو بدل حق مان سکتا ہی۔ بنا برعلیہ
خداے تعالی ہی ایسا حکم کبھی نہ دیگا اور نہ دیا ہی کہ زبردستی کسی دین یا کتاب یا نبی کو
منواوے۔ وہ تو اپنے بندوں سے حقیقی ایمان اور دلی محبت چاہتا ہی۔ پس
کیا وہ آپ ہی اُنپر ظلم و زبردستی کریگا۔ جس میں علاوہ جبر و اکراہ کے

امر مطلوب و مقصود یعنی سچا ایمان حاصل ہونا محال ہی۔ اسیواسطے انجیل مقدس میں ظلم و جہاد کرنے سے منع کیا ہی بلکہ فرمایا کہ وعظ و نصیحت و تعلیم و ہدایت کی راہ سے لوگوں کو خدا کی راہ بتلاؤ اور راہ راست پر لاؤ۔ اور حکم ناطق فرمایا کہ دوسرے قوم اور بے ایمان لوگ اگر تمکو ستاویں اور تکلیف دیں تو برداشت کرو اپنے دشمنوں کو پیار کرو جو تم پر لعنت کریں اُنکے واسطے برکت چاہو جو تمسے کینہ رکھیں اُنکا بھلا کرو جو تمھیں دُکھ دیں اور ستاویں اُنکے لیئے دعا مانگو؂

مگر قرآن و حدیث اسکے برخلاف حکم دیتے اور گویا خاص الخاص کافروں اور منافقوں پر جہاد کرنے اور سختی و تشدد کرنے کی تعلیم سکھلانے کو آئے تمام قرآن میں جہاں تہاں اور حدیثوں میں بھی بکثرت جابجا یہی ذکر و فکر ہی کہ اے محمد اور مسلمانو تم اُنسے مقاتلہ کرو تاکہ فتنہ باقی نرہے اور دین بالکل خدا ہی کا ہو جائے۔ یا تو وہ مسلمان ہو جاویں نہیں تو تم اُنکو قتل کر ڈالو۔ اور جو لوگ اسلام سے پھر جاویں اُنھیں پکڑو اور قتل کرو جہاں پاؤ وغیرہ؂

غرض کہاں تک لکھا جاوے قرآن و حدیث ایسے ہی احکامات سے بھرے ہیں کہ بزور شمشیر زبردستی لوگوں کو مسلمان کرو قرآن اور محمد کو منواؤ مجبور و مقہور کرکے مسلمان بناؤ۔ چنانچہ اسی وسیلے سے محمد صاحب اور اُنکے خلفا نے دین اسلام جاری کیا؂

پس زور شمشیر اور لشکر کشی اور مسلمانوں اور کافروں کو بھی ترغیب تحریص دیکر آمادہ جہاد کرکے دوسرے کافروں پہ چڑھائی کرنا یہی دلیل حقیت اسلام قرار دی گئی ــ کہ جو شخص دین اسلام قبول کرنے سے انکار کرے اُسکا خون حلال وہ ہرگز قابل رحم نہیں ــ بلکہ آگ میں جلانا اور ہر گونہ ایذا و تکلیف دینا موجب حسنات و مفاد دنیا و ثواب عقبیٰ قرار دیا گیا ــ انکا مال و متاع لوٹ لینا زن و بچہ اسیر و دستگیر کرکے لونڈی غلام بناکر باعث تشیع دین اسلام و موجب رضاے الٰہی سمجھا ــ چنانچہ مفصل حال اسکا کتب سیر اسلام میں مندرج ہی ؛

اب اے عزیز دوستو انصاف کرو اور غور فرماؤ کہ کیا ممکن ہی کہ خداے رحیم الرحمان جو بندوں کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہی وہ اپنی رحمت و شفقت اس طرح ظاہر کرے کہ اُنکے قتل کرنے اور دکھ دینے اور اُنکے بال بچوں کو لونڈی غلام بنانے کا حکم دیوے ؛

کیا ممکن ہی کہ کسی کا دل اس زور شمشیر اور ایسے ظلم کو دیکھ کر راغب ہوگا اور وہ باور کریگا کہ دین اسلام اور محمد برحق ہیں ؛

بھلا فرمایئے جس کتاب میں ایسے احکام ہوں اور جس نبی کا یہ طریقہ مسلمان کرنے کا ہو تو ممکن ہی کہ کوئی ایسی کتاب اور ایسے نبی پر ایمان لاوے اور انکو بدل سچا جانے اور مانے ؛

ہرگز نہیں۔ تاریخ اور کتب سیر کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی کہ جو لوگ اپنے دین پر مستحکم تھے یا تو اُنھوں نے جلاوطنی اختیار کی اور اپنی جان اور اپنا ایمان بچایا۔ یا جزیہ دیکر اپنا پنڈ چھڑایا۔ یا اپنی جاتی دین اور مذہب اسلام قبول نہ کیا ؛

بعضے جو دنیا دار اور اپنے دین میں خام تھے بجبر و اکراہ اقرار لسانی یا شکوک سے مسلمان ظاہر ہوئے۔ مگر جب جب اُنکو موقع ملا فوراً منحرف ہوگئے اور اسلام سے پھر گئے۔ خود محمد صاحب کے وقت میں ایسا اتفاق ہوا اور اُنکے فوت ہونے کے بعد کا حال تو سب پر ظاہر ہی کہ مسلمانوں کا کیا حال ہوا۔ حدیث عائشہ ملاحظہ ہو جس سے دریافت ہوتا ہی کہ بجز چند اشخاص کے سب کے سب تتّر بتّر ہوگئے بھیڑوں کی مانند اپنی اپنی راہ لے گئے اور اسلام سے منحرف ہوگئے۔ آخر کو ابوبکر نے مار مار کر پھر جمع کیا ؛

اسکے سوا یہہ بھی قرآن و حدیث کے ملاحظہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ بلا شبہہ بہت سے لوگ بطمع مال و متاع یا بخوف جان مسلمان ہوگئے تھے مگر فی الواقع منافق تھے اور اگر شیعوں کی روایات پر اعتبار ہو تو معلوم ہوتا ہی کہ بجز چند شخصوں کے سب کے سب مسلمان خلیفوں اور سجادہ نشینوں اور اصحاب اور عشرۂ مبشرہ تک بالکل مثل منافقوں اور مرتدوں کے کافر تھے ؛

الغرض دین اسلام جاری کرنیکے یہہ یہہ وسائل تھے جو اوپر مذکور ہوئے
جن میں سے سب سے بڑا وسیلہ جہاد اور زبردستی سے مسلمان کرنا تھا کہ جبرًا
وقہرًا لوگ کلمہ پڑھاویں اور دین اسلام اور قرآن و محمد کو سچا ظاہر کریں ٭

پس ای بھائیو کتاب مقدس سے تو ظاہر ہوتا ہی کہ خدا تعالی نے کسی
وقت کسی نبی کی معرفت ایسا حکم جاری نہیں کیا کہ بے ایمانوں اور کافروں کو
زبردستی اور جہاد کرکے مار مار کے خدا کے حکموں کو منواؤ اور دیندار بناؤ —
بلکہ سب نبیوں نے بحکم الہی و ہدایت ربانی وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین فرمائی
اور محض کلام اللہ کے ذریعہ لوگ ایمان لاتے — اور یہہ بھی کہ جو بمحبت دل و
رغبت قلب ایمان لاتا ہی وہی ایمان دار و دیندار محسوب ہوتا ہی نہ جبر و زبردستی
سے زبانی اقرار کرنے والا ٭

مگر قرآن و حدیث سے کیا احکام جہاد اسکے برخلاف ہیں اور دین اسلام زور و
زبردستی سے منوایا گیا — اب آپ ہی صاحب انصاف کریں کہ کیا حق ہی
اور کیا باطل ٭

بعض علماے محمدی نے اوس جدال و قتال کو جو حضرت موسی و یوشع
وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل نے بحکم الہی کنعانیوں کے ساتھ کیا تھا جہاد
تصور کرکے لکھا ہی کہ جیسا کنعانیوں کا قتل کرنا انبیاے بنی اسرائیل کو حلال

تھا ویسا ہی محمدی دین میں جہاد کا حکم مسلمانون کو تمام کافرون اور منافقون پر ملا ہی ✤

مگر محمدیون نے کے جہاد اور بنی اسرائیل کے جدال و قتال کو جو اُنھون نے کنعانیون کے ساتھہ کیا تھا یکسان جانا یا تو باعث اسکا ناواقفیت ہی کہ کتاب مقدس کے مطالب کو نہ سمجھکر ایسا خلاف امر لکھتے ہیں — یا صرف تجاہل ہی کہ جان بوجھکر ایسا دھوکھا ناوانون کو دینا چاہتے ہیں ✤

اِس واسطے کہ خدا تعالی نے تمام کتاب مقدس میں کسی مقام پر حضرت موسی و یوشع و داؤد و سلیمان وغیرہ کسی نبی کو نہین فرمایا کہ تم کنعانیون کو دعوت ایمان کرو اگر نہ مانین تو اُنھیں قتل کرو — یا یہہ کہ یا تو وہ توریت کو مانین وگرنہ قتل کرو — ایک کنایہ یا اشارہ بھی کسی جگہہ نہیں ہی کہ کسی کو زبردستی جبراً و قہراً دیندار بناؤ اور اپنی کتاب یا نبی کو منواؤ — حاشا و کلا کہ ہرگز کسی نبی کی مراد اور مدعا یہہ نتھا کہ بزور شمشیر یا خوف جان و مال دلا کسی کو دیندار بناوے یا اپنی کتاب کو منواوے — بلکہ جب جب انسان اپنے خدا سے منان کے نافرمان ہوتے اور انواع و اقسام فسق و عصیان کرتے یہان تک کہ پیمانہ گناہ اُنکا لبریز ہو جاتا ہی حتی کہ خدا سے قدوس و غیور کی نظر عدالت میں اُنکا نیست و نابود کرنا احسن و انسب ہوتا ہی اُس وقت وہ اپنا قہر اُنپر نازل کرتا ہی

جیسا کہ حضرت نوح کے وقت جو لوگ تھے سوا ے چند شخصون کے باقی سب کے سب اپنے بداعمال و بدکرداری کے باعث مورد غضب الہی ہو کر طوفان مین ہلاک ہوئے پھر سدوم و عمورا کا حال بھی جیسا ہوا معلوم ہی وغیرہ ٭

پس اسیطور جب کنعانی اپنی شرارت اور بدی مین بڑھ گئے اور ہر گونہ انواع و اقسام گناہون او نافرمانیوں میں زیادتی کرنے لگے اور اپنے خداوند خدا سے باغی و سرکش و نافرمان ہوئے کہ باعث اپنی گنہگاری اور تبہ کاری کے خدا ے تعالی کی رحمت سے دور و مہجور اور مستحق غضب الہی و لائق سزا ہوئے سو اسواسطے خدا ے جلشانہ نے انکی بداعمالی اور بدکرداری کے سزا دینے اور نیست و نابود کرنیکے لیئے بنی اسرائیل کو حکم فرمایا کہ سب کو قتل کر ڈالیں اور سب سے جنگ و جدال کرکے فنا کر دیں چنانچہ حضرت موسی و یوشع وغیرہ انبیاے کرام نے انکو نیست و نابود کر دیا ٭

پس یہہ جدال و قتال ایک غضب الہی تھا اور قہر خدا جو کنعانیوں پر انکی بداعمالی اور بدکرداریوں کے باعث نازل ہوا جیسا کہ توریت میں کئی جگہہ صاف صاف اس بات کو ظاہر فرمایا ہی کنعانیوں کے واسطے بنی اسرائیل مثل آب طوفان اور گندھک اور آگ کے تھے ٭

مگر کبھی ہرگز ہرگز اس جدال و قتال کی نسبت کسی نبی کو معرفت خدا نے

ایسا نہیں فرمایا کہ اگر گنہگار ایمان لاویں یا توریت کو مانیں یا حضرت موسیٰ یا یوشع وغیرہ کو رسول اللہ کہیں تو اُنکو معافی ہی ÷

پس ظاہر ہوا کہ جہادِ محمدی کو جدال و قتال بنی اسرائیل سے کچھ مناسبت اور مشابہت نہیں ہی۔ مجرم اور مفسد کو سزا دینا انصاف ہی مگر کسی کو زبردستی بزور شمشیر کسی کتاب یا نبی کو منوانا اور اقرار کرانا ظلم ہی۔ فتأمل ÷

ساتواں اختلاف۔ یہ ظاہر ہی کہ آدمی کی روح جو عبادت الٰہی کیواسطے مخلوق ہوئی ہی وہ روحانی خوشحالی کی طالب اور محض محبت خدا اور اُسکے قرب و رضامندی سے خرسند و ارجمند ہوتی ہی۔ نہ جسمانی و نفسانی و شہوانی خواہشوں اور عیش و عشرت دنیاوی سے ÷

چنانچہ کتاب مقدس میں اُن برگزیدہ لوگوں کے حالات میں ہر قوم کی جو ایمان حقیقی خداوند یسوع مسیح کے وسیلے جنت میں داخل ہونگے اور جنتی ہو سکینگے کہ خداوند مسیح (اپنی قدرت کی تاثیر کے مطابق جس سے وہ سب کو اپنے تابع کر سکتا ہی ہمارے خاکی بدن کی صورت کو بدل کر اپنے جلالی جسم کی مانند بنا دیگا)۔ اور یہہ کہ ایسا بدن جو کہ (فنا میں بویا جاتا ہی اور بقا میں اُٹھیگا ÷ بیحرمتی میں بویا جاتا ہی اور جلال میں اُٹھیگا۔ کمزوری میں بویا جاتا ہی قدرت میں اُٹھیگا۔ حیوانی بدن میں بویا جاتا ہی اور روحانی بدن میں اُٹھیگا)۔ اور کئی مقاموں کے خلاصہ

سے معلوم ہوتا ہی کہ ایماندار مسیحی جب عالم بقا میں پونہچیگا تو وہان سب دکھہ درد
اور نقص و قصور سے دور ہو کر کامل اور خوشحال ہوگا — اور مقدور بھر خدا شناسی
حاصل کریگا اور خدا تعالی کو دیکھیگا اور اُسکی حضوری اور قرب حاصل کریگا
اور ہمیشہ خداوند مسیح کے پاس ہوگا — اور ایسی نیکبختی اور سعادت اور جلال اور
عزت پاویگا جو عقل و فہم سے بیرون اور تحریر و تقریر سے افزون ہی — قرب الہی اور
کامل محبت خدا اور عرفان حقیقی اور عبادت خالصہ اور رضا سے مولا یہہ سب
مدارج و معارج اُسکو حاصل ہونگے +

پھر لکھا ہی کہ اہل جنت نہ بیاہ کرتے نہ بیاہے جاتے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں
کی مانند ہیں — اور یہہ کہ وہاں کھانا پینا نہیں بلکہ راستی و سلامتی اور روح القدس
سے خوشوقتی ہی +

مگر قرآن و حدیث میں اسکے خلاف خبریں ہیں — بہشت کو مجازی اور جسمانی
و نفسانی خواہشوں کا مکان بیان کیا ہی کہ وہاں نہریں ہیں جو پینے والوں کو مزہ دیتی
ہیں — اور مصفی شہد کی نہریں ہیں اور انواع و اقسام کے میوے اور شراب کباب
اور پیالے اور جڑاؤ مسندیں اور حور و غلمان اور طرح طرح کے میوہ جات اور پرندونکا
گوشت جو انکا جی چاہے اور موتی سے حور العین اور یہہ بہتر کا عورتیں کہ جنکو
انکو خاص طور پر پیدا کیا ہی کہ وہ اپنے شوہروں کی محبوب اور ہمعمر اور اچھی ہیں

جو صرف اپنے شوہروں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور انکے شوہروں سے سوا
کوئی انسان یا جن ان تک نہیں پہنچا ۔ اور عیش و عشرت کے مکان ۔
انگور کے باغ اور انار پستان حور اور لبالب پیالے ٭

اِنکے سوا حدیثوں اور تفسیروں میں اور بہت سی باتیں لکھی ہیں جنکے لکھنے
اور کہنے میں بھی نہایت شرم و حیا آتی ہے ۔ اس لیئے اتنے ہی پر اکتفا کیا گیا ٭

الغرض بموجب تعلیم قرآن و حدیث کے سعادت آخروی یہی ہے جسمانی نفسانی
شہوانی خواہشوں کا پورا ہونا کہ جو آدمی کی خواہش ہو وہاں موجود ہوجاتی ہے ۔ اور
عیش و عشرت و جملہ لذائذ و حظائظ اس جہان کے جنپر آدمی کی ناپاک خواہش گناہ
میں آغشتہ ہوکر راغب ہوتی ہے وہاں ملتی ہیں ٭

ای عزیز دوستو غور فرماؤ کہ ایسی آیتوں اور حدیثوں کے پڑھنے اور سننے
والوں کی نفسانی خواہشیں کسقدر متحرک نہوتی ہونگی اور اُنکے مزاج اور طبیعت انکی طرف
کسقدر مائل نہوتی ہونگی ۔ پس کیا ممکن ہے کہ خدائے قدوس سبحان جو اپنے بندوں
کی پاکی چاہتا اور جسکو انکی آلایش دنیاوی و نفسانی شیطانی دور کرنا منظور ہے وہ
آپ ہی ایسا کلام کرے اور ایسی نفسانی و شہوانی خواہشوں کو متحرک کرے ۔
ہرگز ہرگز نہیں ۔ تعالی اللہ عما یصفون ٭

اور میں پھر بھی عرض کرتا ہوں جیسا اوپر کہا گیا کہ بالفرض کسیکو ایسی مضمون پسند

ہوں یا ناپسند مگر بالفعل یہہ دیکھو کہ کتاب مقدس میں ارشاد ہی کہ اہل جنت تمام کدورتہاے جسمانی خواہشہاے نفسانی سے پاک اور دور اور خداے تعالی کی محبت و عبادت اور اُسکے جلال و عزت سے معمور اور خداوند مسیح کے حضور خوشحالی روحانی ناآلودہ غیرفانی میں مسرور رہینگے اور وہاں کھانا پینا اور بیاہ شادی نہوگی بلکہ مثل فرشتوں کے ہونگے۔ مگر قرآن و حدیث حور و قصور شراب و کباب کھانا پینا جیسا اِس جہان میں ہی اور جو جو ہوا و ہوس انسان پر عصیاں بیان کرتا ہی وہ سب بلکہ اُس سے بڑھکر وہاں بتاتے ہیں۔ فکیف التوفیق۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ✤

آٹھواں اختلاف۔ حالاتِ آفرینش و قصص انبیاے کرام و اخبارات دیگر میں بھی اختلافات قرآن و حدیث کے بکثرت تمام ہیں۔ کہ اگر کتاب مقدس کی خبریں حق و درست ہیں تو بلاشبہہ قرآن و حدیث کے قصے غلط ہیں۔ چند اُن میں سے ذیل میں عرض کیئے جاتے ہیں ✤

(۱) کتاب مقدس میں ارشاد ہی کہ خداے تعالی نے آدم کو ایک دن میں یا آفرینش کے چھٹے دن بنایا۔ مگر حدیثوں سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم کو چالیس دن بلکہ زیادہ عرصہ میں بنایا۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ اُس مٹی کو جو ملک الموت زمین کا کُھنا نہ مانگ لے گیا تھا گارا کیا چالیس روز تک اُس پر مینہ برسایا ۳۹ روز غم کا پانی اور ایک روز خوشی کا۔ پھر اُس مٹی کو خشک کیا کہ مثل سفال کوزہ گران ہوئی کہ ہوا

سے چلنے سے بجتی تھی بعد خدا نے اُس سفال سے آدم کا جسم بنایا ✤

(۲) کتاب مقدس کے مطالب سے دریافت ہوتا ہے کہ اُس صانع کامل نے آدم کو تمام گناہوں سے پاک اور نیکیوں اور خوبیوں سے معمور بنایا یعنی اُسکو ایسا پیدا کیا کہ وہ ناپاکی اور خواہشہاے نفسانی اور ہر قسم کی ہوا و ہوس اور جسم کی کاہلی و سستی سے آزاد اور پاک تھا حتی کہ گناہ کو جانتا بھی نہ تھا بلکہ اپنے خالق و رازق خداوند خدا کو بدرجۂ کمال پہچانتا اور اُسکی محبت بدل و جان رکھتا تھا اور محض اُسی کی رضامندی میں اپنی خوشحالی و سعادت و مسرت سمجھتا تھا الغرض خدا تعالیٰ نے آدم کو ایسا پیدا کیا تھا کہ اُسکی روح عرفان حقیقی و محبت الٰہی میں مسرور و محظوظ و سعادتمند ہوکر گویا نقش و تمثال و صورت صفات کاملۂ الٰہی کی تھی اور وہ اِس قابل تھا کہ تمام روے زمین کی مخلوقات پر محبت و قدرت حکومت و سلطنت کرے ✤

مگر قرآن و حدیث سے دریافت ہوتا ہے کہ آدم کو خدا تعالیٰ نے ضعیف الخلقة اور ناقص بنایا۔ چنانچہ مذکور ہے کہ قبل آفرینش کے جب خدا نے فرشتوں سے ارادۂ خلقتِ آدم بیان کیا تو فرشتوں نے کہا کہ کیا تو ایسے کو بناویگا جو فساد کرے اور خونریزی کرے ۔ پھر جب خدا نے جبرئیل کو زمین پر بھیجا کہ ایک مشت خاک آدم کے بنانے کو لادے ۔ زمین نے خدا کی پناہ

مانگی کہ مجھ میں سے خاک نہ لے کہ اس میں سے ایک حصہ جہنمی ہوگا۔ چنانچہ وہ
بے نیل مقصود چلے گئے۔ پھر خدا نے میکائیل کو بھیجا یہی معاملہ پیش آیا۔
پھر اسرافیل کو بھیجا اُن سے بھی زمین نے یہی کلام کیا۔ آخر کو ملک الموت کو روانہ
کیا انھوں نے عذر و زاری زمین کی نہ سنی اور ایک مٹھی خاک لے ہی گئے۔
اسی صلہ میں قبض ارواح کی خدمت انکو عطا ہوئی +

پھر جب مٹی پر چالیس روز پانی برسایا گیا اور گلا کے آدم بنایا گیا تو انتالیس ۳۹
روز غم کا پانی برسایا اور صرف ایک روز خوشی کا۔ جسکے سبب آدمی اکثر مغموم رہتا
ہی اور کبھی خوش رہتا ہی +

پھر جب خدا نے مٹی سانی تو پہلے ایک چلو میٹھے پانی کا لیا اور کہا تجھ میں
سے رسول اور نبی اور عاشقان خدا کو پیدا کرتا ہوں۔ پھر ایک چلو کھاری پانی کا
دیا اور مٹی سانی اور کہا تجھ میں سے ظالموں گنہگاروں اور فریبیوں اور شیاطین
کے ساتھیوں کو بناتا ہوں +

پھر لکھا ہی کہ ہوا و ہوس و شہوت و بلا چالیس روز تک آدم کے گارے
میں خمیر کی گئی ہیں +

اور لکھا ہی آدم تمام روے زمین کی شور و شیریں مٹی سے بنایا گیا لہذا اسکی
اولاد میں سے جس میں شیریں جز غالب ہوتا ہی آخر کو وہ نیک بخت ہوتا ہی اور جس میں

شور بختی غالب ہوتا ہی وہ آخر کو بدبخت ہوتا ہی سے پھر لکھا ہی کہ انسان ضعیف اور سیکھے جی کا اور جلدباز بنایا گیا ہی وغیرہ +

الغرض بموجب تعلیم قرآن و حدیث کے معلوم ہوتا ہی کہ خدا تعالی قدوس اور صانع کامل نے آدم کو ناقص و ضعیف الخلقۃ و جلدباز اور سیکھے جی کا بنایا جسکی سرشت نقص و عیب و گناہ و معصیت اور بدبختی سے تھی اور جو اکثر مغموم و مصیبت زدہ رہے اور کبھی خوش ہونگے ایسا ہی بنایا گیا جیسا کہ اب انسان دیکھے جاتے ہیں +

بھائیو غور کرو کہ کس طور ممکن ہی کہ وہ صانع کامل ایسی ناقص مخلوق بناوے اور کس طرح ہو سکتا ہی کہ وہ خدا قدوس جو گناہ و معصیت سے مبرا و منزہ ہی اور تمام بدی اور ناپاکی سے نفرت کرتا ہی وہ خود آدم کو بدکاری و ناپاکی اور گناہ اور نقص اور عیب کا مجموعہ بناوے کون اس بات کو سچ مانیگا کہ وہ ذو الافضال جو خوبی اور نیکی کا بانی ہی اور انسانوں کی خوشحالی ابدی کا چاہنے والا ہی وہ خود ہی آدم کو ایسا بناوے کہ وہ اکثر اوقات غم و اندوہ اور مصیبت و تکلیف رنج و محن و فکر و تردد میں رہے کسکے وہم میں آسکتا ہی کہ وہ خدا غیور جامع جمیع صفات کاملہ ایسی مخلوق کو اپنا خلیفہ بناوے کہ جسکے بنانے پر فرشتے طعنہ ماریں اور زمین اسکے بنانے کو مٹی دینے سے انکار کرے اور ملائک مقربین تک

سے بیل مقصود پھیر دیوے اور خداے تعالی کے حکم کو ٹال دے - ایسی
بدی اور بدکار خونخوار اور مفسد مخلوق خود خدا بنا دے اور اپنا خلیفہ کرے
العیاذ باللہ - صاف ظاہر ہی کہ یہہ بیان بالکل نادرست ہی خداے تعالی
جو بہمہ وجوہ اپنی ذات و صفات میں کامل اور تمام خوبیوں اور رحمتوں اور برکتوں
اور سعادتوں اور نیکیوں اور کمالوں اور خوشحالیوں کا منبع ہی اُس سے بالیقین
ذی روح و صاحب تمیز مخلوق کا نیک و پاک اور خوب اور خوشحال اور کامل کا پیدا کرنا اقرب
الی القیاس اور مستحسن بلکہ یقینی ہی اور اُسکے خلاف ظہور میں آنا ناممکن و محال +

پھر اُسکے سوا ابھی صرف اسقدر ظاہر کرنا ضرور ہی کہ کتاب مقدس میں حال
آفرینش آدم اس طور لکھا ہی جیسا اوپر مذکور ہوا کہ آدم کو خداے کامل و مجمع جمیع کمالات
نے اپنی پاکی و نیکی کے اقتضا سے اپنی صورت پر یعنی پاک و نیک و خوشحال و کامل
پیدا کیا تھا - مگر قرآن و حدیث جو اُس کتاب کو کلام اللہ بتاتے ہیں باینہمہ اوسی
کتاب کی اِس خبر کو اُلٹ ڈالتے اور اُسکے بالکل برخلاف سکھاتے ہیں +

(۱۴) کتاب مقدس سے دریافت ہوتا ہی کہ خداے تعالی نے زمین کی
مٹی سے زمین ہی پر آدم کو بنایا اور بمقام عدن ایک باغ میں رکھا +
مگر قرآن و حدیث سے دریافت ہوتا ہی کہ خدا نے زمین کی مٹی سے اُسکو
بنا کر آسمان پر بہشت میں رکھا +

(۴) قرآن میں ہی کہ خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں سو سب نے
کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا اسیواسطے وہ راندۂ درگاہِ الٰہی ہوا۔ حالانکہ کتاب
مقدس سے ظاہر ہی کہ ابلیس آدم کے پہلے ہی سے نافرمان اور خدائے قدوس
کی نظر میں مردود و نامقبول تھا۔

(۵) کتاب مقدس سے ظاہر ہی کہ خدا تعالیٰ نے جب آدم کو باغ عدن
میں رکھا تو فرمایا تھا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل کھانا مگر نیک و بد کی شناخت کے
درخت سے نہ کھانا۔ مگر آدم و حوا نے شیطان سے ایسا فریب کھایا کہ اپنے
خالق و رازق اور مالک کی حکم عدولی کر کے اس درخت ممنوع سے کھایا اور
خداوند خدا کی محبت سے اپنے دل کو پھیر کر اس خوشحالی اور سعادت اور اوج عزت
سے اپنے آپ کو غم و اندوہ و نکبت و حضیض ذلت میں ڈالا۔

چنانچہ حال مفصل اسکا توریت میں مرقوم ہی جس سے دریافت ہوتا ہی کہ آدم و حوا
نے شیطان سے فریب کھایا جو سانپ میں سرایت کر کے انکے پاس گیا اور درخت
ممنوع کے کھانے کی انکو تحریص و ترغیب دی اور مرتکب گناہ اور خدا کا نافرمان بنایا
اس جہت سے آدم خدا تعالیٰ کے قرب خاص اور شرف محبت اور خوشحالی
جاوید سے دور ہوا اور ہر قسم کے رنج و غم و تکالیف گوناگوں میں اپنے آپ مبتلا
ہوا جسمیں وہ اور اسکی اولاد ان تمام بلیات میں گرفتار ہوئی جو انسانوں میں دیکھی جاتی ہیں

اور جس طور گناہ اور نافرمانی کے باعث آدم کی روح ناپاک ہوئی اور اسکی طبیعت اور مزاج اور عادت خراب ہو گئی اور دل میں کدورت اور عقل میں تیرگی آئی کہ عرفان حقیقی اور محبت اصلی اور قرب اختصاص الٰہی اور اخلاق حمیدہ و عادات پسندیدہ اور خوشی و خرمی ابدی سے دور و مہجور ہوا اسی طور جسمانی قوت و طاقت و صحت میں بھی فتور پڑا کہ ضعف و ناتوانی اور انواع و اقسام کی بیماریاں اور درد و رنج عاید حال انسان ہوئے ۔

مگر قرآن و حدیث کے ملانے سے دریافت ہوتا ہے کہ اول شیطان مور کے پاس گیا کہ تو اپنے تئیں آراستہ کر کے بہشت میں آدم و حوا کے پاس جا اور انکے پاس ناچ کہ وہ اس تماشہ کو دیکھکر فریفتہ ہوں اور میں آہستہ آہستہ بہشت کی دیوار تک پہنچوں جب وہ دیوار تک اس وسیلے سے پہنچا وہاں ایک سانپ کے منہ میں بیٹھکر سانپ سے کہا کہ دیوار کے اوپر مجھے پہنچا پھر دیوار پر سے پہنچکر آدم و حوا سے ملاقات کی اور درخت ممنوع سے کھانے کی رغبت دلائی چنانچہ انھوں نے اس درخت سے کھایا اسپر خدا نے حکم دیا کہ تم سب بہشت سے زمین پر اترو اور ان میں آپس میں دشمنی ڈالی کہ سانپ اور مور اور آدمی میں طبیعی دشمنی ہے ۔

مگر کہیں کچھ بھی ذکر نہیں لکھا کہ آدم کی اس گنہگاری سے کیا نتیجہ ہوا اسکی مزاج

یا طبیعت میں کچھ فرق ہوا یا کیا - اور سچ ھی کہ کیا لکھتے وہ تو کہتے ہیں کہ خدا ہی نے اونکو ناقص وغیرہ بنایا +

ہاں البتہ یہہ لکھا ھی کہ آدم وغیرہ سب زمین پر گراے گئے - حوا جدہ میں - ابلیس دشت میسان میں قریب بصرہ - سانپ اصفہان میں - آدم ہندوستان میں - اور مور کسی اور جگہہ +

یا یہہ کہ آدم کی صورت ظاہری میں فرق آ گیا کہ جو بہشتی جسم جو مثل ناخن کے تھی جاتی رہی ایسا جسم ہو گیا جیسا اب ھی صرف ناخون اُس بہشتی جسم اصلی کے نشان ہیں وغیرہ +

(۶) کتاب مقدس میں خبر دی ھی کہ جس وقت طوفان ہوا خدا تعالی نے حضرت نوح کو فرمایا کہ تو اپنے سب خاندان سمیت کشتی میں داخل ہو چنانچہ نوح اور اُسکے تینوں بیٹے سام و حام و یافث اور نوح کی بی بی اور اُنکے بیٹوں کی بیبیاں سب کشتی پر گئے اور خدا کے فضل سے سب کے سب اُس طوفان سے بچے +

مگر قرآن و حدیث کی روایات سے معلوم ہوتا ھی کہ نوح کا ایک بیٹا مسمی کنعان اور تھا وہ اور اُسکی والدہ کشتی میں داخل نہوئے کہ خدا نے نوح کو منع کیا چنانچہ وہ دونوں غرق ہوئے +

حالانکہ کتاب مقدس سے معلوم ہوتا ہی کہ کنعان حضرت نوح کا پوتا تھا اور حام کا بیٹا جو بعد طوفان پیدا ہوا جس سے صیدا و حیت و یابوسی و اموری و جرجاسی و حوی و عرقی و صینی و اروادی و صماری و حماتی پیدا ہوے جنسے ایک ملک کا ملک آباد ہوا جسکا نام آج تک مشہور و معروف ہی +

(۷) کتاب مقدس میں لکھا ہی کہ حضرت ابراہیم تارح کے بیٹے تھے مگر قرآن اور دوسری روایتوں کے ملانے سے واضح ہی کہ وہ آذر بت پرست کے فرزند تھے +

(۸) تمام کتاب مقدس میں جابجا مذکور ہی کہ حضرت ابراہیم کا نسب خدا نے فرمایا کہ حضرت اسحق سے ہوگا اور وہی فرزند یگانہ اور وعدہ کے فرزند کہلاتے ہیں باقی اسمعیل ایک مصری لونڈی ہاجرہ کے پیٹ سے ہوئے اور اسی طور زمران و یقسان و مدان و مدیان و یسباق و سوخ قطورہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے یہ سب فرزند موعود یا وارث یا قائم مقام ہو نہیں سکتے پھر لکھا ہی کہ خدا تعالی نے ابراہیم کو فرمایا کہ اپنے فرزند یگانہ اسحق کو جسے تو پیار کرتا ہی لے اور اسکو ملک موریا کے ایک خاص پہاڑ پر قربان کر چنانچہ حضرت ابراہیم نے ایسا ہی کیا کہ مقام معلوم پر اپنے عزیز بیٹے اسحاق کو باندھکر لکڑی کے اوپر قربانگاہ پر دھر دیا اور چھری لیکر چاہا

کہ ذبح کریں مگر آسمان سے آواز سنکر باز رہے اور ایک مینڈھا اپنے
پیچھے دیکھا چنانچہ اُسکو ذبح کیا ۔

مگر قرآن و حدیث اِسکے خلاف کہتے ہیں کہ اسمعیل کے ذبح کرنے
اور قربان کرنے کو حکم ہوا تھا اور یہہ سب قصہ اُنپر جماتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ اسمعیل ذبیح اللہ تھے ۔ چنانچہ آج تک مسلمان عید الضحی اِسی اعتقاد
پر کرتے چلے جاتے ہیں ۔ واے بے خبری ایشاں ۔

(۹) علیٰ ہذا القیاس حضرت یعقوب و یوسف کے بہت سے حالات
جو قرآن و احادیث میں مذکور ہیں وہ بالکل مخالف کتاب مقدس کے ہیں
۔ جیسا کہ زلیخا کے عشق میں وزیروں کی جوروؤں کا اِس بدکام کی
مشورت میں شریک ہونا اور سبکا مفتون ہونا اور ہاتھوں کا چھریوں سے
کاٹنا اور پھر زلیخا کا بتخانہ بنانا اور بڑھیا ہوکر پھر جوان ہونا اور یوسف سے
شادی کرنا وغیرہ بالکل خلاف واقع اور معارض حال مندرجہ کتاب مقدس ہے ۔

(۱۰) حضرت موسیٰ کے بھی بہت سے قصے جو قرآن و حدیث میں مذکور
ہیں وہ مخالف کتاب مقدس کے ہیں ۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ فرعون کی
جوروے نے حضرت موسیٰ کو پالا تھا مگر کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے کہ فرعون
کی بیٹی نے پرورش کیا تھا ۔

پھر مذکور ھی کہ جب موسیٰ مدین سے مصر کو آنے لگے عورت اور بکریاں ساتھ
لیکر جنگل مین رات کی سردی مین راہ گم کی اور عورت کو دردزہ شروع ہوا ۔
دور سے آگ نظر آئی تب اُنھوں نے کہا کہ تم ٹھہرو مین نے آگ دیکھی ھی
شاید تمھارے پاس آگ سلگا کر لاؤں یا وہاں پر راہ کا پتا ملے چنانچہ وہان
آگ کے قریب پہنچے تو وہاں خدا نے پکارا کہ ای موسیٰ مین تیرا رب ہوں
اپنی جوتی اوتار الخ ✢

حالانکہ کتاب مقدس میں ارشاد ہوا ھی کہ موسیٰ اپنے خسر یترو کے
گلے کی جو مدیان کا کاھن تھا نگہبانی کرتا تھا تب اُس نے گلے کو بیابان کی
طرف ہانک دیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا اُس وقت خدا
کا فرشتہ ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلہ میں اُس پر ظاہر ہوا ۔ اُس نے نگاہ
کی تو کیا دیکھتا ھی کہ ایک بوٹا آگ مین روشن ھی اور وہ جل نہیں جاتا تب
موسیٰ نے کہا کہ مین اب ایک طرف سے جاؤں اور یہہ عجائب دیکھوں کہ یہہ
بوٹا کیوں نہیں جل جاتا ھی ۔ جب خدا نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو ایک طرف
پھرا تو خدا نے اوسے بوٹے کے اندر سے پکارا اور کہا کہ ای موسیٰ ای موسیٰ الخ ✢

(۱۱) اِسی طور حضرت داؤد و سلیمان وغیرہ انبیا کے حالات میں بہت
سی مخالفتیں ہیں کہ کتاب مقدس میں کچھہ ھی اور قرآن و حدیث کچھہ کہتے ہیں

جو چاہے دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لے ۔ چنانچہ سلیمان کی نسبت مذکور هی کہ انکی بادشاہت تمام جہان میں تھی اور وہ انسانوں اور تمام جنات اور جملہ حیوانات پر حکومت کرتے تھے اور حیوانوں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے ۔ حالانکہ کتاب مقدس سے دریافت ہوتا هی کہ سلیمان صرف بنی اسرائیل کے بادشاہ تھے ۔ اسی طور قصۂ بلقیس و تعمیر بیت المقدس وغیرہ میں کسقدر اختلاف ہیں ؛

(۱۲) وقس علی ہذا خداوند یسوع مسیح کے حالات پیدایش و پرورش و معجزات وغیرہ کے بیان میں بھی بہت اختلاف ہیں یہاں مین صرف ایک ہی امر لکھتا ہوں ؛

حضرت داؤد و اشعیا وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل نے صدہا سال پیشتر خبر دی تھی کہ خداوند مسیح دنیا میں آکر تکلیف اٹھاوینگے اور گنہگاروں کے بدلے اپنی جان دینگے اور مظلوم ہوکر شہید ہونگے ۔ اور جب ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا کا کلام پورا ہوچکا تو انجیل میں جابجا صاف صاف خبر دی هی کہ وہ سب پیشین گوئیاں بجنسہ و بعینہ پوری ہوگئیں کہ خداوند یسوع مسیح جہان میں آئے اور آپ پنطوس پیلاطوس کی حکومت میں دکھ اٹھاکر مظلوم مصلوب ہوئے ۔ مرگئے اور دفن ہوئے تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے ؛

آپ کے حواریوں نے بھی منادی کی اور جماعت عامہ عیسویوں کی متواتر
یہی شہادت دیتی چلی آئی ہے ؛

مگر قرآن کا حال اس باب میں عجیب ہے کہ ایک جگہہ تو اقرار ہے اور دوسری
جگہہ انکار ہے مگر علماے محمدی کھینچ کھانچ کر دونوں جگہہ کو مطابق کرتے تاویلات
بعیدہ سے کہ خداوند مسیح کو صلیب نہیں ہوئی اور نہ وہ قتل ہوئے بلکہ زندہ
آسمان پر اُٹھائے گئے ؛

الغرض ای بھائیو کہانتک لکھوں اس میں کسی طرح کا ادنی شبہہ نہیں ہے
کہ اگر کتاب مقدس خدا سے حی القیوم عالم الغیب اصدق الصادقین غیر متغیر کا
کلام ہے تو بلاشبہہ قرآن و حدیث اسکی طرف سے نہیں ہیں ۔ تاویلات بعیدہ
کی بھی گنجایش نہیں کہ کھینچ کھانچ کر بھی ان میں اتفاق و مطابقت ہو سکے ؛
بلکہ ہر منصف مزاج شخص دونوں کا مقابلہ کر کے اس بات کو بلا ریب جان لیگا
کہ قرآن و حدیث محمدی کتاب مقدس سے اس قدر مخالفت و مباینت
رکھتے ہیں کہ اگر کتاب مقدس کو الہامی او منجانب اللہ فرض کریں تو ہرگز
ہرگز قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں ۔ مگر کتاب مقدس
کے منجانب اللہ اور الہامی ہونے کی تصدیق خود قرآن و حدیث کرتی ہی
ہیں اور جا بجا اسکو کلام اللہ بتلاتے ہیں ۔ پس اس حالت میں دوسری دلیل

کی حاجت نہیں ہے اسی ایک کامل دلیل اور سچی علامت سے دریافت ہوتا
ہے اور یقین ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث خدا کی طرف سے نہیں ہیں کہ جس
کتاب کی بظاہر تصدیق کرتے اسی کی بباطن تکذیب کرتے ہیں کہ اوسکے
مطالب اور مقاصد اور مضامین کے خلاف تعلیم دیتے اور ساری کتاب
کو الٹنا چاہتے ہیں۔ پس ایسا کرنے سے آپ ہی اپنے کو جھوٹا ٹھہراتے
ہیں ⁂

اب نیازمند کے عنایت فرما دو قسم کے ہیں پہلے تو وہ ہیں جو
فرماتے ہیں کہ بلا شبہہ ہم ایمان کامل رکھتے ہیں کہ توریت و انجیل و زبور
و جملہ صحف انبیائے کرام تمام و کمال کتاب مقدس الہامی اور من جانب اللہ
ہے اور یہہ بھی کہ ابتک صحیح و اصلی اہل کتاب کے پاس موجود ہے جسکے
ترجمے بہت زبانوں میں ہوئے ہیں۔ اور یہہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری
زبان کٹ جائے اگر ہم کتاب مقدس کی حقیت اور من جانب اللہ ہونے
کے باب میں کچھہ کلام کریں یا شک لاویں یا اوسکو محرف اور مبدل بتلاویں
اگر کوئی ایسا شبہہ کرے تو خارج از دائرۂ اسلام ہے ⁂
پس یہہ خیرخواہ ان دوستوں کی خدمت میں یہہ التماس کرتا ہے کہ آپ

پہلی قسم [illegible] کی مخالفت قرآن و حدیث

صاحبان ان تمام اختلافات کو ملاحظہ فرماویں اور بانصاف دل حسبۃً للہ توجہ کر کے اپنے ہی دل سے پوچھیں کہ کس طور ممکن ہی اور کس کا دل تسلیم کر سکتا ہی اور کون جان سکتا ہی کہ باوجود ان اختلافات کثیرہ متضادہ کے جو نہ صرف بعض فروع اور زوائد باتوں میں ہیں بلکہ اصول دین و ارکان ایمان و طریق نجات و احکام باطن وغیرہ میں حسب شرح بالا ہیں اور پھر بھی کتاب مقدس اور قرآن و حدیث حق اور من جانب اللہ ہوں +

یا تو آپ صاحب اُس نتیجہ کو تسلیم فرمائیں جو مین نے اوپر لکھا ہی تو پھر غیر حقیت اسلام میں شک و شبہہ باقی نہیں ہی اب دوسری بات کا موقع ہی وگرنہ آپ اُن وجوہات کو پیش کریں جنسے موافقت و مطابقت قرآن و حدیث کی کتاب مقدس کے ساتھہ کرتے ہیں یا اسقدر مخالفت کو بھی خدا کے کلام میں روا رکھتے ہیں اور اُسکی ذات و صفات کے برخلاف نہیں سمجھتے

بعض احباب کو مین نے ایسا فرماتے سُنا کہ واللہ علی کل شیٔ قدیر اور یہہ کہ وہ مختار مطلق ہی وہ جیسا چاہے حکم دے اور بیان فرماوے +

مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُن صاحبون نے ایسا کلام بن سوچے سمجھے فرمایا اور غور نہ کر کے ایسا کہا۔ اس واسطے کہ اگر ذرہ بھی دل میں سوچیں اور کچھہ بھی توجہ کریں تو اس محل پر ایسی بات نہ کہینگے +

کیونکہ اول اُنکو سمجھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ فی الواقع و فی الحقیقت سچا
اور اپنی ذات و صفات سے پاک و نیک و کامل ہی ۔ انسان پرعصیان
کی مانند نہیں ۔ پس کس طور ممکن ہی کہ جب اُسنے اپنی ایک کتاب میں
مسئلہ تثلیث فی التوحید و توحید فی التثلیث اور الوہیت و ابنیت خداوند
یسوع مسیح کو حق بتلایا ہوا اور تمام گنہگاروں کی بخشایش محض ایمان خداوند
نجات بخش ممدوح پر منحصر بتلائی ہو اور انسان کا کمال اُن احکام کے
اتباع اور بجا آوری پر بیان کیا ہو جو کتاب مقدس میں مذکور ہیں ۔ اور
اخبار جہان آئندہ اور احوال آفرینش و انبیاے کرام اُس طور ذکر
کیے ہوں جیسا کہ کتاب موصوف میں مسطور ہیں ۔ پھر وہی خدا ان سب
باتوں کے خلاف بیان کرے اُنکو جھٹلاوے اور اُن اصول ایمانیہ
کو کفر ٹھہراوے اور اُس راہ نجات کو باطل بتلاوے دوسری کئی
راہیں بخشایش کی ظاہر کرے ۔ اور اُن باطنی احکام کو بدل ڈالے جو
ٹھیک اُسکی پاک و نیک ذات کے مطابق و موافق ہی اور جو اُسکی صفات
کاملہ کے عکس اور نمونے ہیں اور اُنکے بجاے رسوم ظاہری یا
ایسے احکام کی ہدایت کرے جو اُسکی ذات و صفات کے برخلاف
اور معارض ہیں ۔ علی ہذا القیاس اخبار آفرینش و قصص انبیاے کرام

وحالات عقلی کچھ کے کچھ بیان کرے - بعض عنایت فرماؤں نے
ایسا رقام کیا ھی کہ کتاب مقدس کے صحیفوں مین بھی مخالفت ھی
کہ ایک نبی کی کتاب دوسرے کے مخالف ھی ؀

پس آنکی خدمت میں یہہ التماس ھی کہ ابھی نیازمند کتاب مقدس کے
من جانب اللہ ہونے نہونے کی نسبت کچھ گفتگو نہیں کرتا ھی - ابھی مطلق
یہہ تحقیقات پیش نہیں کی جاتی ھی کہ کتاب مقدس کلام اللہ ھی یا نہیں
بالفعل یہہ دکھایا جاتا ھی کہ قرآن وحدیث خدا کی طرف سے بالیقین نہیں
ہیں - جب یہہ بات طی ہو چکیگی اُس وقت کتاب مقدس کے من جانب اللہ
ہونے نہونے کی بابت گفتگو کیجائیگی - اگر بالفرض کتاب مقدس میں
بھی ایسی مخالفت حقیقی اور تباین وتضاد اصول ایمانیہ وارکان دین
یا ہدایات وتعلیمات یا اخبار میں ثابت ہو تو اُسکی غیر حقیقت کی دلیل
ہوگی نہ اِس بات کی وجہ ہو سکتی ھی کہ قرآن وحدیث مخالف کتاب مقدس
کے نہیں یا کہ ایسی مخالفت کلام الٰہی میں ہونا ممکن ھی یا کہ خدا تعالیٰ
اپنی ذات وصفات کے برخلاف ہدایت وتعلیم دیتا اور آپ ہی اپنی
بات کو جھوٹا ٹھہراتا ھی ؀

الغرض ای بھائیو حق جوئی اور راستی پسندی ضروری ھی اور بلا تعصب

وطرفداری احمدیہ تحقیقات کامل درکار ہی ــ جو نقص اور عیب جسمیں
فی الواقع وفی الحقیقۃ ہی اُسکو تسلیم کرنا اور ماننا چاہیئے اور تعصب ونفسانیت
سے کنارہ رہنا واجب ہی ــ چاہیے کوئی ہو ÷ کیونکہ خداے تعالی
حق پسند اور راستی دوست ہی اور بس ÷

دوسری قسم کے اکثر نوازش فرماے خیرخواہ وہ ہیں جو مخالفت
قرآن وحدیث کو کتاب مقدس کے ساتھہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ فی الواقع
وفی الحقیقۃ قرآن وحدیث محمدی کے اصول ایمانیہ وتعلیمات وہدایات
واخبار وقصص مخالف ومباین کتاب مقدس کے ہیں کہ اگر ایک کو
ان میں سے حق اور منجانب اللہ مانو تو بلاشک دوسرا ناحق ہی ÷

مگر وہ صاحب وہی دو دعوے پیش کرتے ہیں جو کچھہ مدت سے
چند علماے محمدی نے اپنی کتب مباحثہ وغیرہ میں لکھے ہیں ــ یعنی
کہ کتاب مقدس جسکی کہ قرآن وحدیث میں تصدیق کی ہی اور جسکو کلام اللہ
بیان کیا ہی وہ اب بجنسہ وبعینہ اصلی موجود نہیں ہی بلکہ محرف ہوگئی اور
بدل گئی اُسکے مطالب ومقاصد متغیر ہوگئے اسقدر کہ اب قابل اعتماد
واعتقاد کے نہیں رہی ــ اور اسکے سوا اب قرآن وحدیث کے
آنے کے باعث کتاب موصوف منسوخ ہوگئی کہ اگر اصلی بھی موجود

ہوتی تو بھی ہمکو اُسکو پڑھنا یا اُسپر عمل کرنا ناجائز و ناروا ہی کہ اب وہ مثل تقویم پارینہ ہی +

بنابراں بپاس خاطر اُن احباب کے اِن دونوں دعووں کے باب میں جو کچھہ حق درست ہی لکہا جاوے — اور میری دانست میں ایسے بھائیوں کو ضرور اور فرض ہی کہ اِن دونوں دعووں کی تحقیقات کما ینبغی فرمائیں — اگر ثابت ہو کہ فی الواقع کتاب مقدس کے مطالب و مقاصد بدل گئے اور کچھہ کے کچھہ ہو گئے تو پھر قابل التفات نہیں اور نہ لائق اعتماد و اعتقاد کے ہی کہ وجہ مخالفت ظاہر ہو گئی +

اسی طور اگر کتاب موصوف کا منسوخ اور رد ہو جانا ممکن ہی تو سچ ہی کہ پھر اُسکا پڑھنا اور ماننا کیا ضرور +

اِس حالت میں صرف وہ دلائل درکار ہیں جنسے قرآن و احادیث کا من جانب اللہ ہونا ثابت ہو اور بس +

لیکن اگر یہہ دونوں دعوے ثابت نہوں بلکہ غلط اور باطل ٹھیریں تو پھر قرآن و حدیث کا اعتبار گیا اور بالیقین معلوم ہوگا کہ یہہ دونوں خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہیں کیونکہ جس کتاب کو بار بار جا بجا تصدیق کرتے اور اُسکو کلام اللہ اور خدا ے صادق کی طرف سے بتلاتے ہیں اُسکے مطالب

ومقاصد اور ہدایات وتعلیمات اصول ایمانیہ وارکان دین کو درہم برہم کرتے بلکہ
انکو رد کرتے ہیں اور کفر بتلاتے ہیں اور نئے عقائد اور اعمال عبادات وغیرہ
مقرر کرنا چاہتے ہیں اور اسی کتاب کے اخبار معاد و حالات انبیاے کرام
وغیرہ کو جھٹلانا چاہتے ہیں ۔ تو ایسا کرنے سے آپ ہی اپنے کو باطل
کرتے ہیں +

اے بھائی بزرگو دوستو عزیزو پیارو یہہ آپکا خادم اور خیرخواہ عقبی التعصب و
طرفداری چھوڑکر ان دونوں دعووں کے باب میں جو بات حق و راست
ہی عرض کرتا ہی اور طرفین کے عمدہ دلائل جو ابتک معرض تحریر میں آئی ہیں
فراہم کرکے لکھتا ہی ۔ اور آپ صاحبوں کی خدمت میں بکمال آرزو و منت و سماجت
یہہ امید رکھتا ہی کہ بنظر انصاف صاف دلی اور حق پسندی سے بغور و تامل
ملاحظہ فرمائیں اور جو حق درست نتیجہ ہی اسکو سمجھ کر مجھے بھی اطلاع فرمائیں +

تحقیقات اول دعوی تحریف میں

اہل اسلام سے جب کہا گیا ہے یا صاف دکھایا اور بتلایا جاتا ہے کہ قرآن
و حدیث کتاب مقدس کی کس قدر تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں اور
جا بجا اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ہے مگر باوجود اسکے پھر وہی دونوں
اسی کتاب کے مخالف اور مباین ہیں کہ اسکے اصول ایمانیہ و ارکان دین
اور ہدایات و تعلیمات و اخبار و قصص کے خلاف سکھاتے اور بیان
کرتے ہیں ۔ بھلا پھر کس طور قرآن و حدیث خداے اصدق الصادقین
و عالم الغیب و غیر متغیر کی طرف سے متصور ہو سکتے ہیں ۔ تو اسکے جواب
میں اکثر مسلمان بھائی ایسا جواب فرماتے ہیں کہ کتاب مقدس جو اب
یہود و نصاری کے پاس موجود ہے اصلی نہیں ہے بلکہ اسمیں تحریف کی
گئی ہے کہ اب کتاب موصوف بالکل قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں رہی
۔ اس سبب سے قرآن و حدیث کے مطالب و مقاصد مذکورہ بالا
اس کتاب محرف سے نہیں ملتے ہیں بلکہ اسکے بر خلاف ہیں ۔

لہذا ضرور ہے کہ اول تحریف کے معنی اور مدعا دریافت کیا جاوے
پس ظاہر ہے کہ جب اہل اسلام اس سوال کے جواب میں کہ (قرآن و حدیث

کس سبب سے کتاب مقدس کے اصول ایمانیہ وارکان دینی تعلیمات وہدایات واخبار قصص وغیرہ سے کے مخالف ومباین ومعارض ہیں) دعوی تحریف پیش کرتے ہیں اور اسکو وجہ مخالفت بیان کرتے ہیں پس واضح و آشکار ہی کہ مدعا کیا ہی ـــ یہی کہ کتاب موصوف سے کے مطالب و مقاصد مسطور تو ضرور اور انکے سوا اور مطلب بھی مثل بشارت محمدصاحب کے بدل گئے ہیں +

الغرض تحریف کتاب کا مدعا یہہ ہی کہ اُسکے مطالب اور مقاصد کا بدلنا اور متغیر کرنا تاکہ بحالت اصلی نرہیں ـــ ایسی صورت میں وہ ناقابل اعتبار اور اعتقاد ہو سکتی ہی اور بس +

مگر ملاحظہ فرمایئے کہ تھوڑے عرصے سے چند علماے محمدی نے انھوں نے تردید مسیحی میں تصنیفات و تالیفات کیں اور دعوی تحریف کو پیش کیا ہی جب انھوں نے اس دعوی کا ثبوت نہ دیکھا اور کوئی وجہ بنیادی اور کسی نوع دلیل تحریف کی پیش نہ کر سکے تو تحریف ہی کے معنی بدل ڈالے اور اُسکا مدعا بھی کچھ کا کچھ بتلایا ہی +

چنانچہ غور فرمایئے کہ مولوی رحمۃ اللہ ـــ اور ڈاکٹر وزیر خاں ـــ جنھوں نے خصوصاً اس باب میں زیادہ تر تحریرات کی ہیں بلکہ ایک

علماے محمدی جب کتاب مقدس کی تحریف ثابت نہ کر سکے تو تحریف ہی کے معنی بدل ڈالے ۱۲۵

کتاب خاص اس باب میں ارقام کی ھی جسکا حوالہ اکثر احباب اپنے
خطوط میں لکھتے ہیں کہ کتاب مذکور میں دعوی تحریف کو بخوبی تمام ثابت
کردیا ھی اسی کتاب میں ایسا مرقوم ھی۔ (تحریف کہتے ہیں بات
کے بدل ڈالنے کو اور یہہ بدل ڈالنا خواہ باعتبار معنی کے ہو اور اسکو
تحریف معنوی کہتے ہیں خواہ باعتبار لفظوں کے اور اسکو تحریف لفظی
کہتے ہیں پھر تحریف لفظی خواہ اس طرح پر ہو کہ ایک لفظ کو دوسرے
لفظ کے موضع میں رکھہ دیں خواہ اس طرح پر کہ کسی لفظ کو اپنی طرف سے
بڑھا دیں یا گھٹا دیں) پھر آگے بڑہ کر لکھا ھی (انشاء اللہ تعالی بتحقیق
عیسائی مذہب کے اقرار سے بخوبی ثابت ہو جائیگا کہ اُن کتب کی بعض
جا میں بعض لفظ بعض لفظ سے بدل گیا اور بعض جا لفظ یا جملہ بڑھایا
گیا اور بعض جا سے لفظ یا جملہ اُڑا یا گیا ھی اور اسیکو ہم تحریف اُن کتب
کی کہتے ہیں خواہ اسکو عیسائی لوگ کہیں کہ شرارت سے دیانتوں سے
قصداً ظہور میں آئی خواہ بسبب مفقود ہونے تواتر لفظی کے غلطی کاتبوں
یا وہم اصلاح دینے والوں کی طرف نسبت کریں کیونکہ ہمارے دعوی میں سب
قسموں کی تحریف لفظی میں مراد عام ھی کہ قصداً واقع ہو یا بغیر قصد کے)
اور دوسرے مسلمانوں کی تصانیف سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ھی

کہ وہ بھی تحریف اسی مدعا سے بیان فرماتے ہیں — الغرض بموجب
تحریرات علماے محمدی کے تحریف دو قسم کی ٹھہری ایک معنوی یعنی کہ
گو الفاظ و عبارت کتاب تو بجا ہوں مگر مراد اصلی اور معنی حقیقی اُسکے بیان
نہوں بلکہ خلاف منشاے کتاب و سیاق عبارت اگر اُسکی تاویل یا تفسیر
کیجاوے یا مطلب ظاہر کیا جاوے تو اُسکو بھی تحریف کہتے ہیں —
دوم تحریف لفظی یعنی کہ بعض مقاموں میں کلمہ یا کلام کا بجا نرہنا اس طور پر کہ ایک
کلمہ یا زیادہ دوسرے کلمہ یا کلام کی جگہہ ہو جاویں یا ایک کلمہ یا کلام زیادہ یا کم
ہو جاوے تو تحریف لفظی کہلاویگی — اور یہہ تغیر و تبدیل خواہ قصداً کوئی
کرے یا کاتب سہو سے لکھہ جاوے یا غلط فہمی سے صحیح کی جگہہ غلط
لکھہ دے — یہہ سب تحریف کہلاتی ہیں — تو وہ کتاب جسکے معنی اور مطلب
صحیح بیان نہ کیئے جاویں یا جسمیں لفظی تغیرات مذکورہ واقع ہوں محرف ہوتی ہے
مگر ہر فہمیدہ و سنجیدہ شخص سمجھہ سکتا ہے کہ جس حالت میں کسی کتاب کے الفاظ
و عبارت بجنسہ و بعینہ بحالت اصلی موجود ہیں جس طور مصنف نے تصنیف کی
ہے پس اگر اُسکے بعض مقاموں متشابہ میں فرقہاے مختلف جدا جدا تاویل
و تفسیر کرتے ہیں اور اس جہت سے باہم اختلاف ہے — یا بالفرض و التقدیر
اگر فی الواقع بعضے لوگ اُسکے حقیقی معنی بیان نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنی جہالت

باشتراک عبارت سے غلط تاویل و تفسیر کرتے ہیں اور خلاف منشائے مصنف
و سیاق عبارت مطلب بیان کرتے ہیں تو اس سے کتاب پر کیا نقص عائد
ہوتا ہے اور انھیں کونسا نقص پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جو حق کے طالب اور
راستی پسند ہیں وہ بلاشبہہ حسب سیاق عبارت و ربط کلام وغیرہ اصلی و حقیقی
مطلب اور مدعا کتاب کا جان اور بیان سکتے ہیں۔ مثلاً قرآن کی بہت سی آیات
کے معنی اور مطلب میں اہل اسلام کے مختلف فرقے باہم اختلاف و نزاع
رکھتے ہیں اور جدا جدا تاویل اور تفسیر کرتے ہیں۔ اور دیکھیے مجسمیہ اور
بعض قسم کے غالی صوفی وغیرہ بہت سی آیتوں کے معنی نہایت بعید الفہم
بیان کرتے ہیں بلکہ بالکل غلط تاویل اور تفسیر کرتے ہیں تو اس سے قرآن
محرف نہیں ہوسکتا ہے اور نہ کوئی اسکو تحریف کہتا ہے بلکہ اسکو تحریف کہنا
نہایت نادانی یا تعصب ہے۔

اسی قبیل سے ہے اختلاف ترجموں کا کہ جس حالت میں کتاب اصلی یعنی
جس زبان میں کتاب تصنیف ہوئی اسکا نسخہ صحیح موجود ہے اور فرض کرو
کہ اسکا ترجمہ کئی شخصوں نے جدا جدا کیا ہے پس اگر سب ترجمے متفق اللفظ
والمعنی نہوں بلکہ مختلف ہوں الفاظ میں اور بعض مقاموں میں اختلاف معنی اور
مطلب کا بھی ہو تو جائے تعجب اور مقام حیرت نہیں بلکہ اگر فرض کرو کہ بعضا

ترجمہ کسی سے نے غلط بھی کیا تو بھی اصلی کتاب جسکا ترجمہ ہوا معرض اشتبار نہ کیجائیگی
اور جسکو ذرا بھی تمیز ہی وہ ترجموں سے کے اختلاف لفظی یا معنوی یا بالفرض کسی
غلط ترجمہ ہونے سے کے باعث ہرگز نہ کہیگا کہ اصلی کتاب میں تحریف ہوگئی اور
اب اسکا اعتماد جاتا رہا ❊

کیونکہ ظاہر ہی کہ جب کئی شخص ایک کتاب کا ترجمہ کریں ایک ہی خاص
زبان میں تو ممکن نہیں ہی کہ سب ترجمے متحد اللفظ و متفق المعنی ہوں کیونکہ
ایک مترجم کتاب اصلی کے ایک لفظ کی جگہہ ایک لفظ اُس زبان کا رکھتا ہی
جس میں ترجمہ کرتا ہی اور دوسرا مترجم اُسکے ہم معنی دوسرا لفظ اور تیسرا اُسکے
سوا ے دو لفظ - پھر بہت سے لفظ کتاب اصلی کے کئی معنی میں مشترک
ہوتے ہیں ایک مترجم ایسے الفاظ کو ایک معنی میں مستعمل کرتا ہی اور دوسرا
دوسرے معنی میں - اسی طور کبھی ایک جملہ کے معنی ایک شخص ایک نوع سمجھتا
ہی اور دوسرا اُسکے دوسرے معنی جانتا ہی - پھر ایک مترجم کو پسند آتا ہی کہ
لفظی ترجمہ کرے اور دوسرا با محاورہ اور تیسرا دونوں کے بیچ میں ❊

اِسکے سوا ے اَور بہت سی وجوہات ہیں جنکے باعث محال عادی ہی
کہ اگر کسی کتاب کو کئی شخص ترجمہ کریں اور سب ترجمے متحد اللفظ و متفق المعنی
ہوں - چنانچہ جو صاحب ترجمہ کرتا جانتے ہیں اُنسے پوشیدہ نہیں ہی کہ اگر

ایک ہی شخص مختلف وقتوں میں کسی کتاب کا ترجمہ کرے اور دونوں ترجموں کو ملا وے تو دونوں متحد اللفظ و متفق المعنی نہونگے ۔ پس جبکہ کئی شخص ترجمہ کریں تو انکے ترجموں کا یکساں ہونا لفظا اور معنی میں کیونکر ممکن ہی +

چنانچہ آپ ملاحظہ فرماویں کہ قرآن کے کئی ترجمے زبان اُردو و فارسی میں ہوئے ہیں مگر باہم متفق اللفظ والمعنی نہیں ہیں +

منجملہ اُنکے چار ترجمے یعنی ترجمہ[1] مولوی عبد القادر صاحب و ترجمہ[2] رفیعی و ترجمہ[3] شاہ ولی اللہ صاحب ۔ و ترجمہ[4] تفسیر یعقوب چرخی ملاکر آپ مطالعہ کریں کہ باوجودیکہ یہہ چاروں شخص ہم ملت و ہم مشرب و ہم فرقہ ہیں تاہم اُنکے ترجمے یکساں نہیں +

بپاس خاطر آپ کے بدون اسکے کہ جنکر ایسے مقام لکھوں جہاں زیادہ تر فرق ظاہر ہوتا ہی بلکہ شروع قرآن سے چند آیات کا ترجمہ نیچے لکھتا ہوں ترجمات مذکورہ سے یعنی سورۂ فاتحہ +

(۱) شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا +

(۲) شروع کرتا ہوں میں ساتھہ نام اللہ کے کہ وہ رزق دینے والا اور بخشنے والا +

(۳) بنام خدای بخشایندۂ مہربان +

(۴) آغاز میکنم من بنام خداے نیک مہربان نیک بخشایندہ +

(۱) سب تعریف اللہ کو ہی جو صاحب سارے جہان کا بہت مہربان

نہایت رحم والا +

(۲) سب تعریفیں واسطے اللہ کے کہ پروردگار عالموں کا بخشنے والا

مہربان +

(۳) حمد مر خداے راکہ پروردگار جہانیانست بخشایندۂ مہربان +

(۴) ہمہ ثنا با خداے راسزد کہ ہرچہ کند عین حکمتست +

(۱) مالک انصاف کے دن کا +

(۲) خداوند دن جزا کا +

(۳) خداوند روز جزا +

(۴) پادشاہ روز قیامتست +

(۱) تجھی کو بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں +

(۲) تجھی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں +

(۳) ترا می پرستیم واز تو یاری میجوا ہیم +

(۴) ترا بندگی میکنم واز تو یاری میجوا ہم +

(۱) چلا ہمکو راہ سیدھی +

(۲) دکھا ہمکو راہ سیدھی ✠

(۳) ہدایت کن مارا راہ راست ✠

(۴) بنماے مارا راہ راست ✠

(۱) راہ اُنکی جن پر تو نے فضل کیا نہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے ✠

(۲) راہ اُن لوگوں کی جو نعمت کی ہے تو نے اُنپر سواے اُنکے جو غضب کیا گیا اوپر اُنکے اور نہ گمراہ ہونگے ✠

(۳) راہ آنانکہ انعام کردی برایشان نہ غضب شدہ برآنہا و نہ گمراہان ✠

(۴) راہ آنانکہ نیکی کردہ برایشان نہ خشم گرفتہ شدہ برایشان نہ گمراہان ✠

پھر آپ اُس ترجمے کو بھی ملاویں جو امامیہ مذہب والوں نے زبان اُردو میں کیا ہے کہ مقامات کثیر میں جہاں جہاں اختلاف تاویل و تفسیر کا اہل تسنن کے ساتھ ہے کس قدر فرق اور اختلاف لفظوں و معنوں کا ان ترجموں سے ہے

اسی طور اگر معتزلوں یا دوسرے فرقوں کے لوگ بھی اس زبان میں ترجمہ کریں تو معانی اور مطالب میں بھی علاوہ الفاظ اور عبارت اور محاورہ کے کس قدر فرق ہوں ✠

اور فرض کرو کہ اگر کوئی کم استعداد و نادانی سے یا کوئی الٹی اور بعید الفہم تاویل و تفسیر بالاغلاط ترجمہ کرے ۔ تو ان سب صورتوں میں چاہیے کہ کیا آئی

فرق اور اختلاف ترجموں کے الفاظ اور معانی اور مطالب میں کیوں نہ ہو جاوے
لیکن درحالیکہ اصل نسخہ یعنی عربی نسخہ قرآن کا سبکے پاس یکساں ہی لہٰذا قرآن
محرف شمار ہو سکتا ہی اور نہ ان اختلاف تراجم کے باعث سے قرآن غیر معتبر
ہو سکتا ہی اور نہ کوئی کہہ سکتا ہی کہ اب قرآن قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں ہے +

اب باقی رہی تحریف لفظی اُس طرح کی جو حسب ادعاے علماے محمدی
اوپر مذکور ہوئی یعنی تبدیل و تغیر یا کمی بیشی بعض الفاظ کی حسب شرح بالا +
پس واضح ہو کہ جب کسی کتاب کے نسخجات کثرت سے جابجا مروج ہو لیے
اور جگہ جگہ اُسکی نقلیں ہوتی ہیں اور مدتہاے مدید تک لاکھوں کاتبوں کے
ہاتھ سے لکھی جاوے تو ممکن نہیں ہی کہ سبکے سب کاتب کوئی غلطی نہ کرے
اور تمام نقلیں من کل الوجوہ مطابق اصل کے ہوں بلکہ ضرور بالضرور کاتبوں کی
کم استعدادی اور ناواقفیت اور سہو و نسیان اور غفلت و بے احتیاطی وغیرہ سے
اُن نقلوں میں اعراب و نقاط اور حروف و کلمات بلکہ کبھی کبھی جملوں کا بھی فرق
واقع ہوگا۔ چنانچہ آپ صاحبوں میں سے جس کسی کو کسی کتاب کے دو چار
قلمی نسخوں کے مقابلہ کا اتفاق ہوا ہوگا تو اس امر سے بخوبی آگاہ ہونگے —
بلکہ جو دو جز ہی کی دس پانچ نقلیں اگر چند شخصوں سے کرائی ہونگی اور پھر اُنکا
مقابلہ کیا ہوگا تو ظاہر ہوا ہوگا کہ سب کے سب کاتبوں نے بالکل صحیح مطابق

اصل نہ لکھا ہوگا ضرور غلطیاں نقل میں ہوئی ہونگی — اب آپ خیال فرماویں کہ
اگر آپ کسی کتاب کے سو دو سو نسخے جمع کریں جو مختلف ملکوں اور مختلف وقتوں اور
مختلف استعداد اور لیاقت کے لوگوں نے لکھے ہوں تو کیا ممکن ہے کہ وہ سب نسخے
اعراب و نقاط اور حروف اور کلمات اور جملوں میں بالکل موافق و مطابق ہمدگر ہوں
ہرگز ہرگز نہیں — بلکہ ضرور بالضرور اُن نسخوں میں بہت جگہہ سوائے اختلاف
اعراب و حروف و نقاط کے کلمات اور جملوں کا بھی فرق ہوگا — اور فرمائیے
کہ اگر ایسا اختلاف کسی کتاب کے اس قدر نسخوں کے مقابلہ کرنے میں پایا جاوے
تو کوئی ایسا کہیگا کہ یہہ کتاب محرف ہے یا اُس صورت میں اصل وہ نسخہ جو مصنف کے
ہاتھہ کا لکھا تھا اگر بسبب امتداد زمانہ و انقلاب روزگار کے موجود نہو پس واسطے
تصحیح کے کونسے عمدہ اور سب سے بہتر تجویز ہوسکتی ہے کہ اُسکے پرانے
اور نئی نقلیں جسقدر بہم پہنچیں اور جہاں تک دستیاب ہوں جمع کرکے مقابلہ
کریں اور جیسا حق تصحیح ہے ادا کیا جاوے — پس اگر دس بارہ سو کتاب کا
مقابلہ کیا جاوے تو لامحالہ اُنمیں غلطیاں یعنی اختلاف نسخہ پایا جاویگا پس
اگر ایسا بھی کوئی کرے کہ برائے مزید احتیاط ایک نسخہ صحیح اُنسے لکھکر جس
کتاب میں جو جو بات ایسی پائی کہ سب نسخوں میں نہیں بلکہ اسی خاص نسخہ میں یا
دو چار اور نسخوں میں لکھی تو اُسکے اظہار کے واسطے نشان و علامت نسخہ کی جگہہ

اس کمال عرق ریزی اور محنت کے ساتھہ تصحیح کرے کہ نقطہ اور اعراب اور لفظ
اور جملہ وغیرہ سب بڑے اور چھوٹے اختلاف نسخہ کو بھی بتلاوے تو آپ
آپ صاحب انصاف فرمادیں اور داد دیں کہ اس سے زیادہ اور کونسا درجہ
تصحیح کا ہی — اور یہہ بھی فرمائیے کہ ایسا کرنا کون ہی جو تحریف بتلاویگا اور
کون ہی کہ ان اختلاف نقاط و اعراب یا بعض لفظوں یا نہایت قلیل جملوں کو
تحریف کہیگا اور اُس کتاب کو جسکے نسخوں کا اسطور مقابلہ کیا گیا غیر معتبر
و غیر معتمد ٹھہراویگا ہاں البتہ اگر کسی کتاب کے نسخے باہم ایسے مختلف اور متفرق
ہوں کہ اُسکے مطلب اور مقصد اور مضامین اور تعلیمات میں اختلاف اور تعارض
اور تناقض ہو یا بیشی و کمی مقررہ ہو تو اس حالت میں ضرور اُس کتاب کا اعتبار
نہوگا کہ ایک نسخہ میں ایک قسم کے مطلب اور مقصد ہیں اور دوسروں میں دوسرے مضمون
اور دعاوی وغیرہ — مثلاً آپ ملاحظہ فرمادیں کہ قرآن جسکی حفاظت اور صیانت
اہل اسلام بہت کرتے ہیں اور ایک مختصر کتاب ہی کہ تھوڑے عرصہ میں
بہت لوگ زبانی بھی یاد کرلیتے ہیں اور خاص اُسکی صحت اور اصلیت پر بڑا
فخر کرتے ہیں اُسی کے مختصر حال کو سنیں اور غور فرماویں ؏

میں اس مقام پر تہ حال وقت تالیف و تصنیف قرآن کا ذکر کرتا ہوں
کہ کتنی آیات اور سورتیں پہلے قرآن میں تھیں اور محمد صاحب کے بعد انکو پیچھے خارج کرایا

یا کونسی سورت یا آیتیں تھیں جنھیں خود محمد صاحب اور انکے صحابی بھول گئے
— اور نہ اُس کیفیت اور اُن ماجروں کا حال لکھتا ہوں جو بوقت جمع و ترتیب
قرآن گذرے اور جو اختلاف اور نزاع ہوا اور جو صحیفہ عثمان نے جمع کیا
اُسپر کیا کیا کلام صحابیوں نے کیا کہ کسقدر قرآن درج ہونے سے
باقی رہا ہی اور کون کون سی سورت اس مجموعہ میں شامل کی ہی جو قرآن
نہیں ہی وغیرہ — بلکہ صرف اتنا ہی نہایت مختصر حال آپ کو لکھتا ہوں
کہ جو نسخہ عثمان خلیفہ ثالث نے جمع کیا اور اُسکی نقلیں بھیجکر جاری
کیں اور مروج کیں اُسی کا حال آپ ملاحظہ کریں ✠

(اتقان — نوع ۲۰) کہ جب عثمان نے اپنے نسخہ کی نقلیں جاری کیں اور قرآن
اطراف و جوانب میں پھیل پڑا اور زمانہ تابعین بھی گذر گیا
تو اُن لوگوں میں سے ایک قوم امام قرأت کے کھڑے ہوئے جنکی
قرأتوں کی لوگ پیروی کرتے تھے وہ قریب بیس کے تھے — اُن میں سے
سات شخص زیادہ مشہور ہوئے — بعدہ لکھا ہی کہ اُنکے بعد بہیہ دوایات
قرأت ہر کہیں منتشر ہوئیں و اُنکے پیچھے جدا جدا ہوئیں گروہیں جو اُن سے
روایتیں کرتی تھیں اُن میں سے دو دو شخص ہر ایک اُن ساتوں قاریوں
کی روایات بیان کرنے کو مشہور ہوئے — پھر جب جھوٹ پھیل گیا

اور قریب تھا کہ حق اور باطل مل جاوے تب بہت سے لوگ اُمت سے
کھڑے ہوئے اور غایت درجہ کوشش کی اور حروف قرات کو جمع
کیا اور وجوہ اور روایتوں کو جانچا اور اُن میں سے صحیح و مشہور و شاذ
جُدا جُدا کر کے کتابیں علم قرأت میں تصنیف کیں اُن میں سے اول
تصنیف کرنے والے جُنید شخص تھے۔ اُسکے بعد اور بہت سے لوگ
انھیں کے دنوں میں اور اُنکے بعد کھڑے ہوئے جنھوں نے قرأت
قرآن میں انواع انواع تالیفات کیں۔ اور امام قرأت کے بیشمار ہیں ✠

پس بھائیو خیال کرو کہ اگر اُسی نسخہ قرآن کو صحیح مانا جاوے تو بھی
کسی طور ممکن نہیں ہی کہ اُسی نسخہ کی نقل مطابق اصل اب مسلمانوں کے
پاس موجود ہی۔ کیونکہ جب روایات مختلف ہیں جیسا کہ میں بیان کرونگا۔
پس کیونکر ممکن ہی کہ اُن بیس شخصوں ہی کی روایت درست ہوں جو بعد تابعین
کے گذرے کیونکہ اگر صحیح روایت ہر شخص کی تھی اور اصلی نسخہ کے مطابق
تو اُن میں باہم اختلاف کیوں تھا نہ صرف روایات میں بلکہ قرأت میں۔
اور جب کہ احتمال غلطی کا ہی کہ اُن بیس قاریوں کی ایک ایک جگہہ کی بہت روایتیں
مختلف ہیں میں سے صرف ایک ہی مطابق اصل نسخہ کے مانی جاوے
تو بھی ضرور احتمال بیجا ہی کیونکہ ضرور نہیں ہی کہ جو انھیں بیس شخصوں کو

روایت میں وہی صحیح تھیں اور انھیں کا اجتہاد خالی از غلطی تھا - پھر ان بیس میں سے صرف سات مشہور ہوے جنکی قرأتوں کا نام پایا جاتا ہی باقی تیرہ شخصوں کی روایت کا پتا نہیں - تو ہرگز کوئی شخص درست نہ جانیگا کہ جو یہہ مشہور ہوے تو انھیں کی روایت اور قرأت ٹھیک ہیں اور وہ تیرہ غلطی پر تھے - بلکہ ضرور بہت سی ایسی قرأت ہونگی جو انکی ہی صحیح ہونگی اور سات کی غلطی ہونگی ‡

پھر ان سات مشہور راویوں کی روایتیں قرأتیں بھی منتشر ہوئیں تو جو اُسنے روایتیں اُن دو دو قاریوں سے بیان کیں چاہیئے اکثر صحیح ہوں مگر بہت جگہہ غلطی کھانے کا بھی احتمال قوی بلکہ ضروری ہی کیونکہ مدار صحیح و غلط یا مشہور و شاذ وغیرہ دریافت کرنیکا صرف زبانی تھا - پھر ملاحظہ کیجئے کہ اسکے پیچھے روایتوں کا اختلاف جدا جدا اور قرأتوں کی کثرت یہاں تک ہوئی کہ لکھا ہی کہ قریب تھا کہ حق اور باطل ملتبس اور یک صورت ہو جاوے تب بہت سے لوگوں نے روایات جمع کرنا اور حق و باطل پہچاننا شروع کیا اور قرأتوں کی قسمیں جدا جدا بیان کیں - بھلا کیونکر یقین ہوسکتا ہی کہ تحقیقات انھوں نے کی اور زبانی روایتوں میں سے دریافت کرکے لکھا وہ سب درست تھا - اور جو انھوں نے غلط اور باطل روایتیں جانکر ترک کردیں

اور انکو چھوڑ دیا وہ فی الواقع سب کی سب موضوع اور جھوٹی ہی روایتیں تھیں
اور جن روایتوں کو انھوں نے معتبر ٹھہرایا ہی معتبر تھیں اور یہہ بھی
کہ جو انھیں چھہ شخصوں نے دریافت کیا ہی راست تھی اور باقی نادرست
ہیں ✝

پس اگر ان سب وجوہات اور حالات کو خیال کیا جاوے تو ہرگز شک
نہیں رفع ہوسکتا ہی کہ بعد انقلابات کثیر کے اور مدت مدید تک زبانی روایات
کے اوپر مدار رہنے کے نتیجے — انکا قرآن بجنسہ و بعینہ وہی ہی جو محمد
نے لکھا تھا — اور باقی دوسری روایتیں اور قرأتیں جو بیشمار لوگ جدا
جدا طور پر بیان کرتے اور پڑھتے تھے وہ سب بالکل غلط تھیں —
کسی طور اطمینان نہیں ہوسکتا ہی — مگر اب صرف سات ہی قرأت اُن سات
قاریوں کی طرف سے منسوب لکھی جاتی ہیں — باقی کا نشان بھی نہیں ہی
مگر اب انھیں ساتوں قرأتوں کے اختلافات کو ملاحظہ فرماویں کہ وہ
کتنے ہیں — قریب سوا دو ہزار کے ✝

پھر یہہ سوا دو ہزار اختلافات صرف قرأت یعنی پڑھنے ہی کے نہیں
ہیں کہ جنکا تعلق اختلاف معنی سے نہو جیسا کہ ایک جبرئیل پڑھتا اور دوسرا
جبرئیل پڑھتا ہی یا ایک قرأت میں یشبعا ہی اور دوسری میں یضعف — بلکہ

اختلاف بھي کثرت سے ہيں جنسے معاني الفاظ اور مطالب جملوں ميں بڑا فرق ہوتا ھي ÷

چنانچہ ايک ميں مذکر ھي دوسرے ميں مؤنث ـ ايک ميں واحد ھي دوسرے ميں جمع ـ اسيطور ايک ميں صيغۂ غائب دوسرے ميں حاضر يا متکلم ـ ايک ميں معروف ھي دوسرے ميں مجہول ـ ايک ميں لازمي ھي دوسرے ميں متعدي اسيطور اختلافِ ابواب کا بھي بہت ھي جنکے مختلف ہونے سے بہت فرق معاني ميں پڑتا ھي ـ پھر ايک ميں اسم فاعل ھي دوسرے ميں اسم مفعول ـ پھر ايک ميں ايک لفظ ھي اور دوسرے ميں دوسرا لفظ جنکے معني بہت مختلف ہيں ـ پھر اختلاف اعراب اواخر کلمات کے ہيں جنکے باعث بہت بھاري فرق مطلب ميں ہوجاتا ھي کہ ايک ميں ايک کلمہ فاعل ھي دوسرے ميں مفعول پھر ايک ميں مفعول ھي اور دوسرے ميں بحالتِ جر ـ وغيرہ ÷

پس ان اختلاف روايات کے بموجب بہت سے اختلاف معاني الفاظ اور مطالب جملوں ميں واقع ہيں ـ بلکہ بہت جگہہ اخبار ميں فرق پڑتا ھي اور کہيں احکام شرعي اور فرائض ميں اختلاف ہوتا ھي ـ جس کسي کو ديکھنا ہو مفصل حال اسکا کتب قرأت اور تفاسير کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ھي ـ يہاں بخوف طوالت اسي مختصر بيان پر اکتفا کيا گيا ÷

اہل اسلام ایسے اختلافات کثیر کو بھی جو صرف انھیں سات روایات سے
بموجب دیکھتے کہ نہ صرف پڑھنے کا اختلاف ہی بلکہ معانی الفاظ و مطالب جملے
بلکہ احکام شرعیہ میں بھی بہت سا فرق اور تبدیل و تغیر کرتے بلکہ کئی جگہہ
کمی و بیشی کلمات کی بھی ہی جنکے باعث بھی معنی و مطلب کلام کے مختلف ہوتے
ہیں اختلاف قرأت کہتے یعنی پڑھنے کا فرق بتلاتے ہیں - اور ظاہر ہی کہ
اگر ایک روایت صحیح ہی تو دوسری بلاشبہہ غلط ہی - کوئی مصنف اپنی کتاب میں
مختلف لفظ مختلف المعانی و متغیر المطلب و متضاد الاحکام نہیں لکھتا ہی - اور
اسکے سوا کہیں سے ثابت نہیں کہ عثمان نے اپنے قرآن میں سات طور
کی مختلف قرأتیں لکھی تھیں یا مختلف لفظ اور لغت درج کیے تھے +

یہہ لوگ جس طور اِس اختلاف نسخوں کو اختلاف قرأت نام رکھتے اسی طور
یہہ بھی کہتے کہ قرآن سات قرأت میں نازل ہوا ہی اور ایسا بھی بعض صاحب
فرماتے ہیں کہ وہ ساتوں قرأت یہی ہیں جو لکھی جاتی ہیں اور تمسک کیواسطے
ایک حدیث پیش کرتے کہ محمد صاحب نے کہا ہی (ان القرآن اُنزل علی
سبعۃ احرف) یعنی قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہی - پس کہتے ہیں کہ سات
حرف یہی سات قرأت مذکورہ ہیں +

لیکن اول تو احادیث کا اعتبار بہت دشوار ہی دوسو ڈیڑہ سو برس کے

سے بیچھے لوگوں سے سُنی سُنائی باتین سُنو میں سے پانچ اپنی دانست میں معتبر
جان کر لکھی ہیں اور کچھہ یقینی بات نہیں کہ جو اُن لوگوں نے صحیح سمجھا وہی صحیح معتبر
ہو جب سُنو حدیث موضوع اور جھوٹی مشہور تھیں یا لوگ روایت کرتے تھے
تو ایسی حالت میں جتنی اُنھوں نے معتبر جانیں اُنپر اعتبار کیونکر ہو سکتا ہی ــ
کہ اتنی مدت مدید کے بعد ایک بات ہی صداقت کی تحقیقات کا مل ہونا دشوار
ہی ــ پس ان اتبار کتب کا صحیح فی الواقع ہونا صرف پانچ چھہ شخصوں کی کوشش
سے امر محال ہی ــ اور پھر اگر صحیح بھی فرض کرو تو ناممکن ہی کہ صدہا
حدیثیں صحاح کی باہم دگر مخالف اور متناقض ہیں جو تکذیب یکدگر
کرتی ہیں ❊

بیان اسکا بہت طویل ہی اس واسطے اسیقدر پر اکتفا کرکے یہہ
عرض کرتا ہوں کہ اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہہ حدیث محمد صاحب نے کہی تو
اس سے یہہ بات مان لینی کہ مراد یہی اختلاف روایات کے بموجب مختلف
قرأت وغیرہ ہین وہی مراد ہیں کسی طور ممکن نہیں ❊

اس واسطے کہ اس عبارت کے معنی کہ (قرآن سات حرفوں پر نازل
ہوا ہی) اول تو اسمیں اختلاف ہی اور عبارت مشتبہ ہی کون یقیناً کہہ سکتا
ہی کہ سات حرف سے کیا مراد ہی ــ بعضے کہتے ہیں کہ مراد اس سے

اختلاف لغات متحد المعنی ہی کہ جدا جدا قوم استعمال میں لاتے تھے جیسے
ہلم و تعال و اقبل کہ سب ہم معنی ہیں (حدیقہ) ابتداے اسلام میں اختیار تھا کہ جدا
جدا لغات مذکورہ میں پڑھیں (ایضًا) اور بعضے کچھ اور تاویل کرتے ہین —
امام جعفر سے روایت ہی کہ جب اُنسے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات
حرفون پر نازل ہوا ہی جواب دیا کہ جھوٹ بولتے ہیں خدا کے دشمن سارا قرآن
صرف ایک حرف پر نازل ہوا ہی (ایضًا) اور امام باقر کہتے ہین کہ قرآن ایک ہی
ہی اور ایک کی جانب سے نازل ہوا ہی مگر اختلاف راویوں کی طرف
سے ہی — (ایضًا)

پھر اکثر لوگوں معتبر کا قول ہی کہ سات حرفوں سے ہرگز مراد سات قرأت
نہین ہی — پھر ایک شخص لکھتا ہی کہ ایک قوم نے گمان کیا ہی کہ مراد سات
حرف سے سات قرأت موجودہ حال ہی مگر یہہ بات خلاف اجماع اہل علم کے
ہی اور یہہ گمان نہیں کیا ہی مگر بعض جاہلوں نے (اتقان) پھر ایک اور کہتا ہی کہ جنہنے
ایسا گمان کیا بڑی غلطی کی ہی — (ایضًا)

علی سے روایت ہی کہ سات حرف سے مراد سات قسمیں مطالب کی
یعنی امر — زجر — ترغیب — ترہیب — مثل — جدل — قصص مراد ہی (حدیقہ)
ابن مسعود سے روایت ہی کہ سات حرف سے مراد زجر — امر — حلال

حرام ـ محکم ـ متشابہ ـ امثال ہی (ایضاً) امام جعفر کہتے ہیں کہ حرف سے مراد بطون قرآن ہیں اور تاویلات کہ ایک ایک آیت کے سات سات معنی ہیں +

بعض مفسرین قدیم نے اِس حدیث کے پندرہ طور پر معنی لکھے ہین کہ سات حرف سے مراد بعضے یہہ جانتے اور بعضے یہہ سمجھتے ہیں اور بعضوں نے چالیس معنی تک بیان کیئے ہیں کہ یا یہہ معنی ہیں یا یہہ جسکو دیکھنا ہو تفسیر اتقان مین دیکھہ لے +

الغرض سات حرفوں سے سات قرأت مراد لینا یقینی بات نہیں ہی اور اکثر قول ہیں جنسے معلوم ہوتا ہی کہ ہرگز یہہ مراد نہیں ہی بلکہ بہت طرح کی قباحت اِس معنی لگانے سے لازم آتی ہی +

ولو فرض سات حرفوں سے سات قرأت بھی ہوں تو بالکل ثابت نہیں ہو سکتا ہی کہ وہ سات قرأت جنکو محمد صاحب نے ذکر کیا یہی سات قرأت ہیں جو اب موجود ہیں کیونکہ ایک جھوٹی اور منکر روایت بھی نہیں جسکا سلسلہ پورا لکھا ہو کہ یہہ سات قرأت فلانے سلسلۂ روایت سے محمد صاحب تک پہنچتا ہی ـ بلکہ کبھی کسی نے ایسا دعوی بھی نہیں کیا ہی +

پھر کون سی دلیل ہی جس سے کوئی وہم بھی کرے کہ یہہ سات قرأت

موجودہ حال وہی ہیں جنکا ذکر اس حدیث میں ھی — پھر جو حال راویوں اور قاریوں کا ابتدا میں بین سنے لکھا ھی وہ متفق علیہ ھی کہ کتب مستند و معتبر میں ایسا ھی لکھا ھی — پس جیسا کہ وہ بیان صحیح ھی تو پھر نادان بھی جان سکتا ھی کہ یہہ اختلاف قرائت کس طور پیدا ہوئے ہیں *

چنانچہ ایک مشہور مجتہد شیعوں کا سید محمد باقر رشتی لکھتا ھی کہ قاریوں کی سند محمد صاحب تک متصل ہونا ثابت نہیں ھی بلکہ ظاہر یہہ ھی کہ اختلاف ان راویوں کے خود انکی طرف سے تھے کہ یہہ لوگ اہل زبان تھے اپنی سمجھ کے موافق ایک ایک قرائت اپنے واسطے مقرر کر لیتے تھے اور اگر انکی سند محمد صاحب تک متصل ہوتی تو اختلاف دور ہو جاتا ایک قاری دوسرے قاری کی صحت پر کیوں اعتراض کرتا *

(حدیقہ سلطانی)

بہر حال اسمیں کسیطرح کا شک نہین کہ قرآن کے اعراب وحروف والفاظ میں سوا دو ہزار اختلاف اب موجود ہیں جن میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جنکے باعث معانی الفاظ جدا جدا ہوتے اور مطلب اور احکام بھی مختلف اور متبائن ہمدگر ہو جاتے ہیں اور یہہ اختلاف صرف اسی باعث سے ہوئے کہ قرآن جابجا جاری ہوا اور اِس جہت سے حافظوں اور قاریوں کے پڑھنے یعنی قرائت میں اور قرآن کے نسخوں میں فرق پڑ گیا ایک نے

ایک صحیح جانا اور دوسرے کو غیر صحیح اور دوسرے نے اپنے کو صحیح
سمجھا اور دوسرے کو نادرست ۔ مگر واسطے عزت و حرمت کے ان
لفظوں کو صحیح و غلط تو نہ کہا ۔ صرف اختلاف قرأت کہا حالانکہ ایک قرا
کا ماننے والا دوسرے پر رد و قدح کرتا ہے ٭

اسکے سوا ان روایات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ جو اہل تشیع
پیش کرتے ہیں ۔ مراد میری اس مقام پر ان روایات سے نہیں ہے جو
خود جمع و ترتیب قرآن میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت سی طویل و قصیر
سورتیں کی سورتیں عثمان نے بسبب عداوت اپنے نسخہ میں نہیں لکھیں ۔
بلکہ مدعا میرا ان اختلاف سے ہے جو اس صحیفہ عثمانی میں وہ لوگ رکھتے ہیں
اور صاف صاف لکھتے ہیں کہ تغیر اور نقصان اس قرآن میں بھی واقع ہوا ہے
جو اب اہل تسنن کے پاس ہے اور وہ تغیر اور نقصان چار قسم کا ہے ۔ (حدیقہ سلطانی)
اول یہہ کہ تبدیل ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے جیسا کہ (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ)
لکھا ہے اور اصل میں (كُنْتُمْ خَيْرَ أَئِمَّةٍ) مگر بعد کو دشمنان اہل بیت
نے بدل دیا ہے ۔ دوم یہہ کہ قرآن دونوں طرح نازل ہوا مگر بعضے شخصوں نے
فاسد غرضوں کے باعث ایک کو منع کر کے دوسری قرأت میں منحصر رکھا ہے
سوم یہہ کہ آیت میں کچھ کمی کر دی ہے جیسا کہ اصل میں یہہ تھا (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ فِي عَلِيٍّ) مگر دشمنوں نے علي کا لفظ ساقط کر دیا هي- چہارم یہہ کہ منجملہ سات حرفوں کے کہ قرآن اُنپر نازل ہوا دو نوں قسمیں تھیں مگر چونکہ زیادتي اُنکے واسطے مُضر تھي اِسواسطے اُسکو موقوف کر دي فقط

الغرض اي بھائیو خلاصہ کلام اِس مقام پر یہہ هي کہ اگر اُن سب اختلافات اعراب وحروف وکلمات اور تبدیل وتغیر اور کمي وبیشي الفاظ کو کوئي ملاحظہ کرے اور کہے کہ اب قرآن محرف هي کہ ایک قاري کچھ پڑھتا هي اور دوسرا کچھ بتلاتا هي اور بہت سے قاري تھے کہ جنکي روایتوں اور قرائتوں کا اب نام ونشان بھي نہیں ملتا هي اور بقول شیعوں کے مخالفوں نے قصداً وعمداً تبدیل اور کمي بیشي بھي کر دي هي تو اُس حالت میں تحریف ہوگئي اور اِس جہت سے اعتماد نہیں ہوتا هي کہ یہہ قرآن وہي هي جو عثمان نے لکھا تھا بلکہ بالکل قابل اعتماد اور اعتقاد کے نہیں هي بلکہ سب کا سب نامعتبر دنامعتمد هي یا جیسي تعریف کہ علماے محمدي نے تحریف کي بیان کي هي چنانچہ سابق ازین مذکور ہوئي کہ تحریف کہتے ہیں بات کے بدل ڈالنے کو الخ تو اُسکے بموجب قرآن محرف هي اور اب قابل اعتماد و اعتقاد نہیں هي اِسواسطے کہ اُسمیں تحریف معنوي بھي ہوئي هي اور محققین اہل اسلام وامامان ملت ومجتہدان مذہب کي روایات سے بخوبي تمام ثابت هي کہ اِس قرآن میں

بہت سے مقاموں پر بعض لفظ دوسرے لفظ سے بدل گیا ھی اور
بعض الفاظ بڑھائے گئے ہیں اور بعضے اوڑائے گئے ہیں —
تو کیا کوئی اس بات کو راست جانیگا اور قرآن کو محرّف اور نامعتبر و نامعتمد
سمجھیگا — ہرگز نہیں ؛
بلکہ یہ ظاہر ھی کہ جس حالت میں اصل نسخہ عثمانی موجود نہ تھا کہ جس سے
مقابلہ کرکے صحیح و غلط میں امتیاز کر لیتے اور یقیناً بتلا سکتے کہ یہ لفظ اصل میں
لکھا گیا وغیرہ اور روایتوں اور قرائتوں اور نسخوں میں اختلاف صریح پایا گیا پس
علما نے تحقیقات کی اور جیسا اُنکو دریافت ہوا اور جہان تک اُنکی عقل میں
آیا اور راست کو ناراست سے تمیز کر سکے کیا اور ایسا ہی بیان کیا ھی
— اور اب جسقدر قرائتیں پائی جاتی ہین اور جو جو اختلاف ہیں جزئیات اور
خفیف باتوں میں ہیں باقی تمام اصول سیاسیہ و ارکان اسلام و تعلیمات اخبار
وغیرہ جملہ مطالب و مقاصد سب روایتوں اور قرائتوں کے بموجب یکساں ہین
کچھ اختلاف نہیں ھی — اس جہت سے قرآن محرّف نہیں ھی اور نہ اسکو
کہہ سکتے ہیں کہ اب قابل اعتماد و اعتقاد کے نہیں ھی — بلکہ جیسا نسخہ عثمان نے
ترتیب و جمع کرکے لکھا تھا اب موجود ھی — البتہ اگر قرآن کے نسخوں یا
اُسکی روایتوں میں اور قرائتوں میں ایسے بھاری فرق ہوتے کہ اُسکے مطالب

و مقاصد مذکورہ باہمدگر مخالف و مبائن یا کم و بیش ہوتے تو ضرور تحریف
ثابت ہوتی *

پس ایسا ہی حال کتاب مقدس کا بھی سمجھو کہ اگر علماے اہل اسلام کتب
تاویلات و تفاسیر آیات متشابہات فرقہاے متفرقۂ مسیحی یا عقائد و اعمال و
اقوال بعض بدعتیوں کو دیکھکر یا ترجموں کے لفظی اختلاف کو معاینہ کر کے کہیں
کہ کتاب مقدس میں تحریف معنوی ہوئی — جیسا بعض صاحبوں نے بڑی
دھوم دھام ایسی باتوں میں مچائی کہ فلانا فرقہ ان آیتوں کے ظاہری معنی
لیتے ہیں اور یہہ مدعا سمجھتے ہیں اور فلاں فلاں فرقے اُسکے معنی مرادی اور
باطنی بیان کرتے ہیں اور فلاں فلاں آیات کی تفسیر و تاویل میں یہودیوں اور
عیسائیوں میں یا فلاں فلاں فرقہاے مسیحی میں اختلاف ہی یا فلانا ترجمہ فلانے
ترجمے سے متفق نہیں ہی ایک نے یہہ لفظ لکھا ہی اور دوسرا یہہ لفظ لکھتا ہی
یا فلانا دو لفظ درج کرتا ہی وغیرہ — یا پُرانے زمانہ میں چند لوگ بدعتی ایسے
تھے جو ایسا عقیدہ رکھتے تھے یا کلام خلافِ تعلیم کتاب مقدس سے کہتے تھے
یا چند اشخاص ایسے بداعمال تھے وغیرہ — پس بھائیو کیا یہہ ہنسنے کی
بات نہیں ہی کیا یہہ تعصب و نادانی نہیں ہی بھلا ان باتوں سے
کہیں تحریف ثابت ہوتی ہی — یا ان سے کتاب مقدس کے اصل

نسخہ پر کچھہ نقص عائد ہوتا ہی یا ایسے امروں سے کتاب موصوف نامعتبر وغیر معتمد ٹھہر سکتی ہی مطلق نہیں وہرگز نہیں +

بلکہ ملاحظہ فرمائیے کہ اُن صاحبوں نے صرف اتنی ہی باتوں پر اکتفا نکیا بلکہ آور سیر دیکھیئے کہ دہریوں اور ملحدوں اور منکروں کے اقوال بھی درج کیئے کہ وہ فلاں فلاں مضامین اور مطالب کو ایسا سمجھتے اور فلاں فلاں آیات سے یہہ معانی بتلا کر اسی طرح ٹھٹھا کرتے اور ایسے اباطیل کلمات کہتے ہیں کہ عجز کے جزئیات ہی باتوں میں بھر دیئے ہیں بھلا کوئی اِن صاحبوں سے پوچھے کہ دہریوں ملحدوں بے ایمانوں کو کتاب مقدس سے کیا نسبت اور اونکے اقوال کا کتاب موصوف کے ساتھہ کیا تعلق اور اگر وہ لوگ مطالب وتعلیمات کتاب پاک کو اچھا نہیں جانتے تو اس سے کیا غرض ـــ اور اگر وہ اسکے مضامین کو پسند نہیں کرتے اور خدا کے کلام پر ہنستے ہیں تو اس سے تحریف کا کیا ثبوت +

علیٰ ہذا القیاس اگر علماے موصوف نے حالات تصحیح کتاب مقدس و مقابلہ نسخجات کثیر کتاب موصوف پڑھہ کر ظاہر کیا کہ بوقت مقابلہ اعراب نقاط وحروف والفاظ کا اختلاف پایا گیا تھا کہ بعض نسخہ میں یہہ لفظ تھا اور اکثر میں یا بعض میں یہہ کلمہ وغیرہ یا کمی بیشی بھی بعض الفاظ کی بعض مقاموں پر پائی گئی ـــ تو اس سے بھی ثابت نہیں ہوسکتا ہی کہ کتاب مقدس میں تحریف

واقع ہوئی ہی اور یہہ کہ وہ قابل اعتماد و اعتقاد کے نہین ہی جس حالت مین کہ تمام
مطالب و مقاصد و اصولِ ایمانیہ و ارکانِ دین و جملہ تعلیمات و ہدایات وغیرہ سب کے
یکسان اور موافق و مطابق ہمدگر ہین +

بلکہ ای بھائیو آپ پر واضح ہووے اور بخوبی ظاہر کہ اگر ہم اُن روایات او
حالات سے قطع نظر کرین جو در بارہ جمع و ترتیب قرآن وارد ہین اور اہل تسنن
کی معتبر حدیثون اور اہل تشیع کی مستند کتابون سے ثابت و محقق ہوتا ہی کہ کئی بہت
بڑی بڑی سورتین اور چند چھوٹی سورتین اور بہت سی آیات عثمان کے نسخہ مین درج
نہین ہوئین خواہ لاعلمی سے یا عداوت اور دشمنی کے باعث وغیرہ +

بلکہ صرف اُسی نسخہ کو صحیح قرآن مان لین تاہم اتنا اطمینان نہین ہوتا ہی کہ بالفعل
جو قرآن مروج ہی وہ اقرب الی الصحت اُس صحیفہ عثمانی سے ہی جسقدر کہ نسخہ کتاب
مقدس موجودہ حال کی نسبت اطمینان ہوتا ہی اصل مصنفین کے نسخے کے ساتھ +

قرآن موجودہ حال کی صحت صحیفہ عثمانی کے ساتھ مطلق ایسی نہین جیسی
کتاب مقدس موجودہ حال کی صحت اصل نسخہ مولفین سے ہی +

کیونکہ اوّل تو یہہ کہ کتاب مقدس کا اوّل حصہ یعنی عہد عتیق گیارہ سو برس مسیح سے
انبیاے بنی اسرائیل کے ہاتھ مین مسطور و محفوظ رہا من بعد پندرھوین
صدی مین خداوند یسوع مسیح نے اُسکی شہادت دی اور تصدیق کی اور اُسپر بار بار

حوالہ دیا۔ پھر سو برس تک زمانہ حواریین کا رہا جو رسول خدا تھے انھوں نے
بھی تصدیق اُسکی کی اور اسیطور عہد جدید بھی سو برس کے قریب خود حواریون
کے ہاتھہ مین رہا اور اُن کے وقت مین بھی جاری و مسادی ہوا اور اُنکے بعد
بھی اُنکے شاگردون اور دینداروں میں مستعمل رہا اور کوئی اختلاف اوائل تین
صدی تک مسموع نہیں ہوا ✤

مگر جب صحیفہ عثمانی مرتب ہو چکا خود صحابیوں ہی میں اختلاف شروع ہوا اور جدا
جدا طور پر پڑھتے تھے بلکہ اسقدر بالفعل اختلاف نہیں جتنے اُسوقت تھے۔
پھر تابعیوں کا حال بھی ویسا ہی تھا کہ جو جسکا مقلد اور مطیع تھا اُس طرح پڑھتا تھا
۔ پھر بعد گذر جانے زمانہ تابعین کے جو حال اختلاف ہی وہ او پر گذر چکا ✤

دوم یہہ کہ کتاب مقدس کے نسخوں کا مقابلہ مدت مدید کے بعد بھی جب کیا
گیا یعنی جبکہ سترہ سو برس عہد عتیق کے مروج اور ملک بملک شہر بشہر جاری ہوئی
گذرے تھے اور عہد عتیق کو تو بہت ہی زمانہ ہو چکا تھا یعنی کہ توریت کو قریب
سوا تین ہزار برس کے ہو چکے تھے مگر باوجود اسقدر دراز عرصہ اور کثرت نقول کے
جب قدیمی اور حال کے نسخجات قریب اور بعید کے جمع کر کے مقابلہ کیا تاہم اسقدر
کم اور ناگوار اختلاف اعراب نقاط و حروف و الفاظ دیکھے گئے ✤

مگر قرآن کا تعارض روایات اور اختلافات مذکورۂ بالا دو سو ہی برس کے عرصے

میں اس کثرت سے ہوگیا کہ جنہیں سے آپکے سات قرائین موجود ہیں اُنھیں میں اسقدر
اختلافات دیکھے جاتے ہیں پس جب مشتے نمونہ از خروارے کا یہہ حال ہی
تو کل کا حال قابل خیال کرنیکے ہی کہ کتنا ہوگا ✤

سوم کتاب مقدس کے نسخوں کے اختلاف ایسے ناگوار اور غیر مضر ہیں
کہ اگر تمام الفاظ وغیرہ مختلف فیہ کو ترک کردو تو کوئی مضمون یا مطلب یا تعلیم و نصیحت
یا امر و نہی وغیرہ کم نہیں ہوتے ہیں اور اگر سبکو رہنے دو تو ان امورات میں سے
کچھہ بیشی نہیں ہوتی ہی ✤

مگر قرآن کی یہی سات قرائین ایسی مختلف ہیں جنکے باعث اخبار و احکام میں
بھی فرق پڑتا ہی کہ اگر ایک راست اور واجب الاتباع ہی تو دوسرا ناراست اور
واجب الترک ہی ✤

چنانچہ وضو میں پانوں کا دھونا یا مسح کرنا وغیرہ ✤

چہارم یہہ کہ کتاب مقدس کے مصححین نے ہزاروں نسخے لکھے ہوئے
زمانہ قدیم اور حال کے اطراف و جوانب قریب و بعید سے فراہم کرکے مقابلہ کیا
اور پھر بخوبی تمام محنت شاقہ لیتے اور گوارا کرکے نہایت خواہ اطمینان بخش تصحیح کی
کہ وہ اختلاف اکثر قریب کل کے رفع بھی ہوگئے اور صحت قرار واقعی ہوگئی فقط
چند معدود مقام مشتبہ رہگئے اور وہ بھی ایسے ہیں کہ اُنکے باعث

نہ کوئی تعلیم نہ حکم نہ نصیحت کم ہوئی ہی نہ زیادہ ہوئی ہی نہ تغیر نہ تبدیل ہوئی ہی*
مگر قرآن کی روایات اور اختلافات صرف زبانی سنے تھے جو وقت وقت اور
جگہہ جگہہ کے لوگوں میں پھیل پڑے پس جسنے تحقیقات کی اُسنے زبانی باتوں
سے کی اپنے وقت کی جاری اور زبانی باتوں میں سے اور خاص اپنی جگہہ یا
دو چار مقاموں پر چل پھر کر۔ اور آخر کو صحیح نہ معلوم ہوا کہ کونسی بات صحیح ہی
اور کونسی غلط*

پنجم یہہ کہ کتاب مقدس کے مصححین نے مدة العمر کمال محنت و عرق ریزی
کر کے نسخجات کثیرہ مذکورہ مقابلہ کیا اور اختلافات کے چھانٹنے میں یہانتک
احتیاط کی کہ اعراب و نقاط کی بھی اگر کسی میں غلطی پائی تو اُسکو بھی بقید نسخہ لکھہ دی
تاکہ ہر شخص جو اُسکو دیکھے اُس مقابلہ و تصحیح کو دیکھہ سکے اور سب اختلافوں
کو جو نہایت خفیف اعراب تک کے تھے شمار کیا اور بتلا دیا او نتیجہ جو اُس مقابلہ
او تصحیح کا تھا مِن وعَن لکھہ دیا*

مگر قرآن کے قاریوں نے جو روایتیں پائیں اور جو اختلاف دریافت کیئے
اور اُن میں سے جو معتبر پائے اور جو غیر معتبر اور خلاف جدا جدا نہ بیان کیئے اور نہ ظاہر کیئے کہ کیسی کیسی
جھوٹی روایتیں اور قرائتیں تھیں اور کسی باعث سے اُنکا کذب معلوم ہوا اور کون سی صحیح روایت یا قرأت ہی اور
کس وجہہ سے دریافت ہوا۔ بلکہ یہانتک کہ صحیح روایتوں کو بھی قلمبند نکیا صرف زبانی بعض قرأتوں کو

درست جانکر پڑھا اور تعلیم دیا اور پھر کئی بار ایسا ہی ہوا اور جب ایک عہد گذر او دوسرے میں اختلاف ہوتا رہا اور نزاع رفع نہوا۔ اسی طور حال بار بار ہوتا رہا کہ آخر کو یہہ نوبت پہنچی کہ جھوٹ اور سچ مخلوط اور ہم شکل ہو جاوے۔ تب کتابیں لکھی گئیں +

پس اس حالت میں نہ یہہ معلوم ہو سکتا ہے نہ اطمینان حاصل ہو سکتا ہے کہ پہلے جو اُن بیس شخصوں نے دریافت کیا تھا فلاں فلاں وجہ سے درست تھا اور اُن میں سے اُن مشہور ساتوں کی تحقیقات اِن وجوہات سے زیادہ صحیح تھی یا اور پھر جب جھوٹ پھیل گیا تھا اُس وقت میں جو علما نے حق و باطل جدا کیا اِن دلائل سے قابل اطمینان ہے۔ اِس سے درگذر یہہ بھی معلوم نہیں کہ انھوں نے کیا کیا دریافت کیا تھا اور کسکو کون درست جانتا تھا۔ اب تو صرف وہی ہے جو اُن ساتوں کی طرف منسوب ہے اور بس +

پس اے عزیزو جس حالت میں کہ اہل اسلام قرآن کو با وجود اِن سب امور قادح مذکورۂ بالا کے اب درست اور صحیح نسخہ عثمانی یقین کرتے ہیں اور فی الواقع با عتبار جامعیت اور کل کے محرف نہیں اور غیر معتبر و غیر معتمد نہیں کہہ سکتے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ تو پھر کتاب مقدس کی صحت اور اصلیت میں با وجود امور مفیدہ و معتبر مسطور کے بطریق اولی کتاب اصلی و معتبر و معتمد ماننا اور جاننا واجب ہے +

بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ علماے محمدی موصوف نے صرف تعصب کی راہ سے

تحریف کی ایسی غلطی معنی بتلاتے اور ان جزئی اور چھوٹے تغیر یا تبدیل اعراب
و نقاط و حروف الفاظ کو دکھا کر کتاب کو غیر معتبر و نامعتمد ظاہر کیا ۔

حالانکہ اس سے بدرجہا بڑھکر قرآن میں تبدیل و تغیر و کمی و بیشی مذکور بکثرت
موجود کہ جیسے وہاں جاکر اختلاف قرأت کہتے ہیں یعنی پڑھنے کا اختلاف اس
جگہہ ہرگز لفظ تحریف نہیں فرماتے ہیں اور اس اختلاف کے باعث قرآن
کو غیر معتبر و ناقابل اعتماد نہیں ٹھہراتے ہیں بلکہ اسکو اختلاف قرأت کہتے ہیں
اور قرآن کو یہانتک صحیح اور اصلی جانتے ہیں کہ اسکی صحت و اصلیت کو بھی باوجود
ان اختلاف کثیرہ کے معجزہ بیان کرتے ہیں ۔

ہرچند طول ہوتا ہے مگر ایک تمثیل اور بھی قابل غور ہے کہ اہل تسنن
بعد قرآن کے بخاری کو اصح الکتاب یعنی سب سے صحیح جانتے ہیں اور اسپر
عمل کرنا واجب جانتے ہیں کہ اجماع امت اسپر ہے ۔

مگر ملاحظہ فرمائیے کہ میں اسکی تصدیق نہیں کرتا ہوں کہ جو بخاری نے
حدیثیں جمع کیں وہ سب صحیح ہیں یا نہیں ۔ مگر صرف یہہ ظاہر کرتا ہوں کہ یہہ
کتاب جو بخاری نے لکھی اہل تسنن سب کے سب اسکو بعد قرآن صحیح تر جانتے
اور مانتے ہیں جابجا اسکا درس ہوتا اور تعلیم ہوتی ہے ۔ ایک شخص بھی نہیں کہ
اس کتاب کو محرف یا غیر معتبر کہتا ہو بلکہ نہایت صحیح اور مستند جانتے ہیں اور

جابجا اسناد اُسکی رکھتے ہیں — اور متواتر مانتے ہیں — پس اُسی کا حال دریافت
فرمایئے کہ مولوی احمد علی صاحب نے اسکو دہلی میں سنہ ۱۲۷۲ ہجری میں چھپوایا
اور بغرض تصحیح قریب بیس نسخوں یا شرحوں کے مقابلہ کرکے چھاپا ہے — مگر آپ صاحب
دیکھیں کہ باوجودیکہ اُنھوں نے مقابلہ نسخجات مذکورہ میں اعراب نقاط و حروف
کی غلطیاں جو کثیر الوقوع ہیں کہ کاتب زیادہ تر ان باتوں میں سہو و نسیان کرتے
ہیں خیال نہیں کیا ہے اور نہ انکا ذکر کیا ہے بلکہ ایک نسخہ کو متن میں درج کیا ہے اور
باقی نسخوں کے الفاظ اور جملوں مختلف کو حاشیہ پر ظاہر کیا ہے — پس آپ بخوبی ملاحظہ
کریں کہ کسقدر الفاظ بلکہ جملہ کے جملہ اور عبارتوں میں اختلاف ہے اور کتنے لفظ
اور کتنے جگہ بجاے لفظ اور جملوں کے بدلے گئے اور بڑھائے گئے ہیں کہ
جنکے باعث بہت سی تعلیم نصیحت و احکامات کثیر میں بھی فرق پڑ گیا ہے قریب
ستر ہزار غلطی کے ہے اور تقدیم و تاخیر تو اسقدر ہے کہ صفحے کے صفحے علی ہذا القیاس
خلاف احادیث و عبارات بلکہ ابواب تک کی نوبت ہے جو چاہے اس نسخے کو
قلمی نسخے سے ملا کر دیکھ لے کہ کسقدر فرق ہے ✤

پس اگر اعراب نقاط و حروف کو بھی شمار کیا جاتا تو کتنی غلطی گنی جاتیں اور بیشتر اگر بجاے
اسقدر قلیل نسخوں کے پرانے اور نئے قریب اور دور ملکوں سے ہزار بارہ سو
جلد فراہم کرکے مقابلہ کیا جاتا تو فرمایئے ستر لاکھ غلطی سے کم ہوتی ✤

پھر کتاب ابو داؤد کی بہت معتبر ہی ہے یہانتک کہا گیا ہے کہ علم دین کی کوئی
کتاب اسکی مثل نہیں ہے اور کافۃ الناس اور طبقات فقہائے اسکو قبول کیا ہے وغیرہ
اور اہل تسنن اسکو ہی بہت صحیح اور واجب العمل جانتے ہیں - اسکی روایت
کئی شخص کرتے ہیں یعنی ابو بکر اور ابو سعید اور ابو علی اور ابو عیسی - مگر جو کتاب
مذکور کہ بروایت ابو سعید ہے انہیں سے کتاب الفتن و الملاحم ۱۴ صفحہ کلاں ساقط
ہیں و قریب نصف کتاب اللباس ندارد ہے اور اسیطور کتاب الوضوء و کتاب الصلوۃ
و کتاب النکاح سے بھی کم ہے +

اور اسیطور باقی تین شخصوں نے جو کتاب لکھی انکے نسخے بھی اگرچہ اسقدر
ناقص نہیں مگر باہم مختلف و بیش و کم ہیں +

مگر علمائے اہل اسلام اسکو بھی تحریف نہیں کہتے اور نہ ایسی کتاب کو محرف
اور غیر معتبر ٹھہراتے ہیں - بکمال افسوس ہے +

الغرض ای بھائیو - نہ اختلاف تاویلات تفاسیر آیات سے نہ اختلاف الفاظ
تراجم یا غلطی مترجموں سے تحریف کتاب مقدس کی ثابت ہوتی ہے نہ اختلاف
عقائد و اباطیل بعض بدعتوں سے نہ ملحدوں و منکروں و بے ایمانوں کے
اقوال منکر اور اعتراضات سے کتاب موصوف محرف ہو سکتی ہے اور نہ اختلاف
اعراب و نقاط و حروف الفاظ نسخجات کثیر کے مقابلہ سے کتاب موصوف کی

اصلیت اور معتبری اور صحت میں فرق پڑتا ہے اور غیر معتمد ہو سکتی ہے*

البتہ اگر کوئی صاحب ثابت کریں کہ جماعت عامۂ مسیحیوں میں یہہ کل کتاب
مروج نہ تھی یا بعض صحیفے اسکے موجود نہ تھے یا اسمیں کچھ اور ہی مضمون اور
مطلب اور اصول ایمانیہ یا ارکان دین یا تعلیمات و ہدایات وغیرہ تھیں اس وقت
اسکی تحریف متیقن ہو سکتی ہے۔ اور قرآن کی مخالفت کا سبب جب دریافت
ہو سکتا ہے کہ معلوم ہو کہ سابق ازین جو کتاب مقدس مسیحیوں میں مروج تھی اسمیں
تثلیث کی تعلیم نہ تھی یا الوہیت و ابنیت خداوند مسیح کا ذکر نہ تھا۔ یا گنہگاروں
کی نجات بایمان خداوند مسیح منحصر نہ بتلائی تھی۔ یا اخلاق و رسمی شریعت کا
ذکر اس طور نہ تھا جیسا اب ہے۔ وغیرہ*

مگر جبکہ علماے اہل اسلام ان میں سے ایک بات کا ثبوت بھی نہیں دیتے
اور ایک امر کی دلائل بھی پیش نہیں کرتے بلکہ بعض خفیف اور نہایت چھوٹی باتیں
پیش کرتے ہیں جنکا ذکر اوپر گذرا جنکو بجنسہ و بعینہ بلکہ اُنسے بڑھکر قرآن میں
روا رکھتے ہیں اور مضر صحت اور قادح اصلیت نہیں جانتے صرف اس قدر
ہے کہ جس امر کو قرآن میں مانتے اسکو اختلاف قرأت کہتے ہیں اور اسکو حکمت
الٰہی تصور کرتے توسعۃً علی العباد اور اسی امر کو بلکہ اس سے بھی خفیف کو
کتاب مقدس کی نسبت تحریف بتلاتے اور اُسے غیر معتمد اور نامعتبر و ناقابل اعتقاد

ظاہر کرتے ہیں — پس یہہ محض لفظی بحث و تکرار ہوئی اور جدا جدا نام ٹھہرا لینے کا فرق ہوا اور ماہیت دونوں کی ایک ہے۔

تو اس حالت میں کیا محل تحقیقات ہی اور کیا حاجت زیادہ قیل و قال کی ہی کہ جب بنیاد دعوی ہی بدل دیا اور تحریف کے معنی ہی متغیر کر دیئے تو ثبوت اسکا کیا ہوگا اگر اس موضوعی معنی کی تحریف ظاہر کی تو اس سے اصل مدعا یعنی کہ نامعتبری و غیر معتمدی کتاب مقدس کی یا وجہ مخالفت قرآن یا کتاب مقدس کیونکر ثابت ہوسکتی ہی۔

مگر تاہم احقر بپاس خاطر احباب کے بقدر ضرورت عرض کرتا ہی تاکہ آپ صاحبوں پر بالتفصیل ظاہر ہو جاوے کہ ہرگز کتاب مقدس کی نامعتبری نہیں اور کسی طور ثابت نہیں ہوتا ہی کہ وہ قابل اعتماد و اعتقاد کے نہیں اور کسی وجہ اور تاویل بعید سے بھی قرآن و حدیث من جانب اللہ متصور نہیں ہوسکتے ہیں درحالیکہ وہ خود اسکی تصدیق کرتے اور خود ہی اسکے مخالف او رمنافی ہیں۔

پس واضح ہو کہ کوئی دعوی بلا دلیل و ثبوت مسموع نہیں ہوسکتا ہی اور بعض دعوی کرنے ہی سے ثبوت نہیں ہو جاتا ہی تحکم اور زبردستی سے کہنا کہ یہہ بات یوں ہی ہی اور بات ہی اور اسکا ثابت کرنا اور بات ہی۔

لہذا اگر اہل اسلام دعوی تحریف کتاب مقدس پیش کرتے ہیں اور یہی باعث

امر تنقیح طلب دعوی تحریف

مخالفت مطالب قرآن کا کتاب موصوف کے ساتھ بتلاتے ہیں تو نہایت ضرور ہی کہ امورات تنقیح طلب مفصلہ ذیل کا ثبوت کامل ہو ۔

اوّل یہہ کہ کتاب مقدس کب محرف ہوئی آیا محمد صاحب سے پہلے ہی ہو چکی تھی یا اُس وقت یا اُسکے بعد ۔

دوم یہہ کہ کن لوگوں نے تحریف کر دی ۔

سوم یہہ کہ کس غرض اور مطلب سے تحریف کی ۔

چہارم یہہ کہ تمام نسخجات کتاب مقدس کے باوجودیکہ اطراف جہان و اکناف عالم میں ملک بملک مختلف فرقوں اور متفرق زمانوں میں بیشمار لوگوں کے پاس موجود اور جاری و مشہور و معروف تھی کیونکر بدل گئی اور اُن میں تحریفیں واقع ہو گئیں ۔

پنجم یہہ کہ کون کون سے مضمون اور مطلب کتاب موصوف کے بدل گئے ۔

پس اس تحقیقات کے واسطے نہایت مناسب ہی بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہی کہ اوّل قرآن و حدیث ہی کو مطالعہ کرکے جستجو و تلاش کرے کہ وہ دونوں کیا گواہی دیتے ہیں ۔

پس اے بھائیو اس باب میں چھہ امر قابل عرض ہیں سو ذیل میں درج ہوتے ہیں کہ آپ بغور ملاحظہ فرماویں اور بخوبی آپ کو معلوم ہو کہ حتی الوسع ہر امر میں بلا رو

کتاب مقدس کلام الٰہی

درعایت حق الامر مذکور ہوتا ہے — پہلا امر یہہ کہ حاجت بیان نہیں ہے کہ قرآن
میں کتاب مقدس تمام وکمال کی اور پھر جدا جدا اوسکے بعض صحیفوں کی تصدیق
کامل کی ہے کہ وہ کلام اللہ اور الہامی ہے — چنانچہ بیسیوں جگہہ قرآن کی تعریف
میں بیان ہوا ہے کہ وہ (مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ) یعنی قرآن سچا بتلانے والا
اور تصدیق کنندہ کتاب مقدس کا ہے جو اوس سے پہلے نازل ہوئی —
پھر محمد صاحب کی تعریف میں مذکور ہوا اور اونکی بڑی علامت نبوت کی یہہ بیان
کی ہے کہ (ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ) یعنی پھر تمہارے
پاس ایسا رسول یعنی محمد آیا جو اے اہل کتاب تمہارے پاس والی کتاب کی
تصدیق کرتا ہے — پھر کتاب مقدس کو یہہ لقب دیئے ہیں (كِتَابُ اللَّهِ) یعنی خدا کا
کلام (الْفُرْقَانُ) یعنی حق و باطل کی جدا کرنے والی +
اور جس جگہہ اوسکا ذکر قرآن میں آیا ہے نہایت تعظیم وتوقیر کے ساتھہ آیا ہے
چنانچہ توریت کے باب میں ہے کہ وہ (إِمَامًا وَرَحْمَةً) یعنی پیشوا اور رحمت الٰہی
ہے (الْكِتَابُ الْمُنِيرُ) یعنی کتاب روشن +
پھر انبیاء کرام کی تعریف میں ہے کہ وہ معجزات باہرات کے ساتھہ آئے تھے
(وَبِالْكِتَابِ الْمُبِينِ) یعنی ساتھہ کتاب منور کنندہ کے +
پھر کتاب مقدس کی تعریف کی ہے کہ وہ (هُدًى وَذِكْرَى لِأُولِي

الالباب) یعني وہ رہنمائی ہی اور یاد دہندہ صاحبانِ عقل کو — اور وہ
(نوراً وهدى للناس) یعني وہ نور اور وہ ہدایت ہی انسانوں کے واسطے
(تماما على الذي احسن وتفصيلا لكل شيء وهدى ورحمة
لعلهم بلقاء ربهم يومنون) یعني وہ کتاب کامل اور پوري ہی اوس
بات میں جو سب سے عمدہ اور افضل ہی اور اُس میں ہر چیز کي تفصیل ہی
اور اُس میں ہدایتِ الٰہي اور رحمت خدا ہی تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے ملاقي
ہونے پر ایمان لاویں — اور وہ (بصائر للناس وهدى ورحمة
لعلهم يتذكرون) یعني وہ کتاب آدمیوں کے لیئے بصیرت ہی اور
ہدایت اور رحمت کہ شاید لوگ نصیحت مان لیویں ❊

پھر کہا ہی کہ (وانزل التورٰة والانجيل من قبل هدى للناس
وانزل الفرقان ان الذين كفروا بآيات الله لهم عذاب اليم)
یعني خدا تعالیٰ نے توریت اور انجیل کو پہلے نازل کیا آدمیوں کي
ہدایت کے واسطے اور قرآن اوتارا تحقیق جو لوگ خدا کي آیتوں کا انکار
کرتے ہیں اُنکے واسطے بڑا عذاب ہی ❊

پھر خاص انجیل کے باب میں لکھا ہی کہ (واتيناه الانجيل فيه
هدى ونور ومصدقا لما بين يديه من التورٰة وموعظة

للمتقین) یعنی اسکو ہمنے انجیل بخشی جس میں ہدایت اور نور ہی تصدیق
کرتی ہوئی اپنی پہلی کی کتاب توریت کی اور جو ہدایت اور وعظ ہی متقیوں
کے واسطے +

الغرض تمام قرآن میں جا بجا کتاب مقدس کی تعریف و توصیف
بکثرت و شدت تمام بیان کی ہی اور صاف صاف شہادت دی اور
اور تصدیق کی ہی کہ وہ کلام الہی ہی اور اسکو ہدایت خلایق اور تعلیم راہ
خدا اور دین کی بابت سب سے عمدہ اور افضل اور احسن امروں میں
اکمل و اتم و مفصل و مشرح بتلایا ہی +

پس اس سے زیادہ اور کونسی تعریف و توصیف ہی جو کیجاوے +

دوسرا امر یہہ ہی کہ قرآن تمام و کمال کتاب مقدس کا اتباع اور
اُسکے جملہ احکام کی تعمیل کرنا تمام اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ پر
فرض بتلاتا ہی نہایت تاکید و تہدید و تشدید کے ساتھہ اور محمدیوں پر اُس سب پر
ایمان لانا فرض کرتا ہی اور اُنکے دین و ایمان کا جزو لازمی حتمی مقرر کرتا ہی کہ جو
اسکا منکر ہی وہ بے ایمان اور خدا کے عذاب ابدی کا مستحق اور سزاوار ہی چنانچہ
سورۂ مومن میں ہی (الذین کذبوا بالکتاب وما ارسلنا به رسلنا
فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقهم والسلاسل یسحبون

فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ) يعني جنهوں نے جھٹلایا اِس کتاب کو اور
اُسکو جو ہمنے بھیجی اپنے رسولوں کے ساتھہ سو آخر جان لینگے جب اُنکی گردنوں
میں طوق ہونگے اور زنجیریں جنسے کھینچے جاوینگے دوزخ میں پھر جلائے
جاوینگے آگ میں +

یہہ خوفناک سزا نہ صرف قرآن کے منکروں کے واسطے بتلائی بلکہ اُنکے واسطے
بھی جو اُن پاک صحیفوں کو جھٹلاویں جو اگلے رسولوں کے ساتھہ عطا ہوئے +

پھر سورۂ اعراف میں ہی (وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ
إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ) یعني اور جو لوگ پکڑے ہوئے ہیں کتاب کو اور
قائم رکھتے ہیں نماز ہم نیکی کرنے والوں کا اجر برباد نہ کرینگے +

پھر سورۂ نسا میں ہی (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ
وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا)
یعني اي ایمان والو ایمان لاؤ خدا پر اور اُسکے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُسنے نازل
کي اپنے رسول پر (یعني قرآن پر) اور اُس کتاب پر جو اُسنے اوتاري پہلے (یعني
کتاب مقدس پر) اور جو کوئي منکر ہوا خدا سے اور اُسکے فرشتوں سے اور
اُسکي کتابوں سے اور اُسکے رسولوں سے اور روز آخرت سے پس بالتحقیق وہ دور کي گمراہي

اس آیت میں خاص الخاص مسلمانوں کو حکم ناطق ھی کہ نہ صرف قرآن پر ایمان
لاؤ بلکہ کتاب مقدس پر بھی ایمان لاؤ چنانچہ بیضاوی میں لکھا ھی (وَدُومُوا علیہ
وَآمِنُوا بِقُلُوبِکُم کَمَا آمَنتُم بِلِسَانِکُم وَآمِنُوا اِیمَانًا عَامًّا یَعُمُّ الکُتُبَ
وَالرُّسُلَ فَاِنَّ الاِیمَانَ بِالبَعضِ کَلَا اِیمَان) یعنی مداومت کرو اسپر اور
ایمان لاؤ اپنے دلوں سے جیسا تم ایمان لائے زبان سے اور ایمان
لاؤ عام کہ عام ہو کتابوں اور رسولوں کو اس واسطے کہ بعض پر ایمان لانا ایسا
ھی جیسا کہ ایمان ہی نہیں ۔ تفسیر مظہری میں ھی (فان الایمان بکل واحدٍ
منها ملازم للاخر فالکفر بواحدٍ منها بعد من الله وضل سوء السبیل)
یعنی اس واسطے کہ ایمان ہر ایک پر ان میں سے ملازم دوسرے کا ھی لہذا
ان میں سے ایک کا بھی منکر ہونا خدا سے دور ہونا اور سیدھی راہ سے
گمراہی ھی ۔ اسیطور دوسری تفسیروں میں بھی ھی
پس مسلمانوں کو اسکا لحاظ واجب ھی کہ اس باب میں کیا حکم انکو ملا ھی
بعض مفسرین نے یہہ بھی لکھا ھی کہ اسکا خطاب اہل کتاب و یا منافقین
کی طرف ھی مگر مفسر مظہری وغیرہ نے ان اقوال کو لکھکر تحریر کیا ھی کہ
وہ سب اقوال واہیات ہیں ضرور بلاشبہہ یہہ خطاب مسلمانوں کے حق
میں ھی ۔ بہرحال اس آیت میں صاف صاف مذکور ھی کہ کتاب مقدس

تمام وکمال پر ایمان لانا فرض ہی ایک صحیفہ کا بھی انکار کرنا بے ایمانی ہی ✤

پھر جو شخص بعض کتاب کو مانے اور بعض کو نہ مانے اوسکو نہایت شدید سزا کا حکم دیا ہی چنانچہ سورۂ بقر میں ہی (أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ) یعنے کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو۔ کیا سزا ہی اُسکی جو ایسا تم میں سے کرے۔ مگر یہہ کہ دنیا میں رسوائی اور قیامت کے روز سخت عذاب میں مبتلا ہونگے ✤

اسی طور مسلمانوں کو کتاب مقدس تمام وکمال پر ایمان لانے کی تاکید جا بجا کی ہی اور جو اُسپر ایمان لاویں اُنکے واسطے بڑی جزا کا وعدہ دیا ہی اور جو ایک حصہ کو بھی نہ مانیں اُنکے واسطے بھاری سزا کی خبر دی ہی ✤

پھر محمد صاحب کو خود حکم ہی سورۂ شوریٰ (قُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ) یعنی تو کہہ (اے محمد) کہ میں ایمان لایا اُسپر جو خدا نے کتاب نازل کی ہی ✤

پھر محمد صاحب کو حکم ہی کہ کتاب مقدس کی ہدایت کی پیروی کریں۔ سورۂ انعام (أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

فَاِنْ یَّکْفُرْ بِهَا هٰؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِکٰفِرِیْنَ
اُولٰۗئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ) یعنی یہہ وہ لوگ
تھے جنکو ہمنے کتاب اور شریعت اور نبوت دی ـ پھر اگر ان باتوں کو
یہہ لوگ نہ مانیں تو ہمنے انپر مقرر کیے ہیں وہ شخص جو اُنسے منکر نہیں وے
وہ لوگ ہیں جنکو خدا نے ہدایت دی سو تُو اُنکی ہدایت کی پیروی کر ❊

پس ان آیات میں صاف صاف حکم ہی کہ خود محمد صاحب کو کتاب مقدس
پر ایمان لانا اور اُسکی ہدایت کی پیروی فرض ہی ❊

پھر یہود و نصاریٰ کو قرآن میں حکم دیا ہی کہ نہ صرف قرآن کو مانیں بلکہ
توریت و انجیل کی تبعیت اور اُسکے احکام کی تعمیل کریں اور اس بات میں
تاکید و تہدید کی ہی ❊

چنانچہ سورۂ مائدہ میں ہی (وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْکِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَکَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا
التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ
مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ) یعنی اگر اہل کتاب ایمان لاویں اور خدا سے ڈریں
تو ہم اُنکی برائیاں اُتاریں اور اُنکو نعمت کے باغوں میں داخل کریں اور
اگر وہ عمل کریں توریت اور انجیل پر اور جو نازل ہوا اُنکو اُنکے رب کی

طرف سے توکھاویں اپنے اوپر سے اور پاؤں کے تلے سے مفسّرین
نے اقاموا کے معنی یہ لکھے ہیں (اقاموا احکامہما وحدودہما) یعنی
قائم کریں اُنکے احکام اور حدود — اور بیضاوی میں ہی (اَقَامُوا التَّورٰیۃ
وَالاِنجِیل باذاعۃ مافیہما والقیام باحکامہما) یعنی اقامت توریت
وانجیل سے مراد اشاعت اُسکی جو اُسمیں ہی اور قائم ہونا اُنکے حکموں پر ٭
پھر اسی سورہ میں ہی (قُلْ یَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیمُوا
التَّورٰیۃَ وَالاِنجِیلَ وَمَآ اُنزِلَ اِلَیکُم مِّن رَّبِّکُم) یعنی تو کہہ (ای محمد) کہ
ای اہل کتاب تم کسی چیز پر قائم نہیں ہو جب تک عمل نکرو توریت اور انجیل پر اور
اُسپر جو تمکو اُترا تمھارے رب سے ٭
جملہ مفسرین تقیموا کے معنی تعملوا لکھتے ہیں یعنی عمل کرو ٭
پس یہہ آیت صاف صاف حکم دیتی ہی کہ اہل کتاب نہ صرف قرآن کی
تبعیت کریں بلکہ توریت اور انجیل کے حکموں پر بھی مستحکم ہوں ٭ قطعی اور
حتمی حکم دیتی ہی کہ یہود و نصاریٰ کی سلامتی اس بات میں ہی کہ علاوہ قرآن
کے کتاب مقدس کے احکامات وہدایات کو ملحوظ رکھکر تعمیل کریں نہیں تو
بالکل نکمے ہیں اور اُنکا دین وایمان بیکار ہی ٭
تیسرے عرض یہہ کہ ہر چند آیات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتا ہی کہ کتاب

مقدس جسکی نسبت قرآن جابجا حکم دیتا ہی کہ اُسپر تمام مسلمانوں کو ایمان لانا فرض
ہی اور جو اُسکو جھٹلاویں اُنکو سخت سزا ے ابدی ہوگی اور اُسکے ایک
حصہ پر ایمان نہ لاویں بلکہ تمام و کمال کتاب پر ۔ اور جسپر خود محمد صاحب کو
ایمان لانا اور اُسکی ہدایت کی پیروی فرض ٹھہرائی اور جسکے احکامات اور
ہدایات کی پیروی اور تعمیل تاکید و تہدید تمام یہود و نصارٰی پر واجب
بتلائی کہ اگر اُسکے مطابق عمل نکریں تو اُنکا دین و ایمان لاطائل اور بیکار
ہی پس ضرور وہ کتاب اُس وقت مروج اور موجود بھی تھی ورگرنہ ایسے احکام
نہو سکتے کہ غیر موجود اور غیر مروج شی کی نسبت ایسے حکم نہین ہوسکتے ہین ۔
لیکن اِسکے سوا ے قرآن میں بہت جگہہ ایسے بیانات اور آیات صاف
و صریح مذکور ہیں جنسے بخوبی تمام معلوم ہوتا ہی کہ کتاب مقدس جسکے وہ القاب
اور تعریفات مذکورۂ بالا قرآن بیان کرتا ہی اور جسکی وہ شہادت کامل دیتا
اور بار بار اُسکی تصدیق کرتا ہی وہ کتاب اُس وقت موجود ہی نہ تھی بلکہ اُسکے
نسخجات بکثرت تمام ہر کہیں یہود و نصارٰی کے پاس موجود اور اُن میں
مروج اور جاری تھے ۔ چنانچہ کتاب موصوف کی نسبت لکھا (مَعَهُمْ)
یعنی جو اُن اہل کتاب کے ساتھہ ہی ۔ اور (مَا عِنْدَهُمْ) جو اُنکے
پاس ہی ؛

پھر کہا ھی (فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَؤُنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ) یعنی
اے محمد تو پوچھہ اُن لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب مقدس جو تجھہ سے
پہلے نازل ہوئی ✣

پھر کہا ھی (دَرَسُوْا مَا فِیْهِ) یعنی اہل کتاب پڑھتے ہیں جو اُسمیں
ھی پھر کہا ھی (یَسْمَعُوْنَ کَلَامَ اللّٰهِ) یعنی وہ کہ سُنتے ہیں خدا کا کلام
پھر مذکور ھی (وَهُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ) یعنی وہ پڑھا کرتے ہیں کتاب
موصوف ✣

پھر مسطور ھی (وَکَیْفَ یُحَکِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا
حُکْمُ اللّٰهِ) یعنی اور کس طرح تجھکو اے محمد اپنا حاکم بناوینگے حالانکہ اُنکے
پاس توریت ھی جسمیں خدا کا حکم ھی وغیرہ ✣

غرض نہایت واضح ولایح ھی کہ کتاب مقدس محمد صاحب کے
زمانہ میں جا بجا موجود اور رایج اور مشہور تھی کہ ہر کہیں بسہولت مل سکتی تھی
اور سب اُسکو جانتے پہچانتے تھے جسپر حوالہ بآسانی ہوتا تھا یہانتک
کہ تصفیہ مقدمات و مسایل متنازعہ کا اُسپر مقرر ہوا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا ✣ اور
پھر اسی سے اوسکی کمال شہرت اور عام ہونا بخوبی روشن ھی کہ اُسکا نام الکتاب
ٹھہرایا گیا یعنی کتاب معلوم اور اِس نسبے بھی کہ یہود و نصاریٰ کا نام بسبب

کثرت کتاب موصوف سے اہل کتاب پڑگیا یعنی کتاب والے ۞

پھر یہہ بھی واضح ہو کہ محمد صاحب کے وقت اکیس سو برس تو حضرت
موسی کو گذرے تھے جنکی کتاب توریت اور اُنکے پیچھے کے انبیاے کرام کے
صحیفے یہودیوں میں جاری تھے اور چھہ سو برس سے عیسائی مذہب جاری
تھا روم و شام و مصر و حبش و ایران و عرب و اطالیہ و ہسپانیہ وغیرہ ملکوں
میں بکثرت تمام پس اُسکے مقلدوں کے پاس توریت و صحف انبیاے
بنی اسرائیل کے سواے انجیل وغیرہ جملہ کتاب مقدس موجود تھی ۞

پس یہہ بھی معلوم ہو کہ کتاب مقدس نہ صرف مکہ و مدینہ میں اس کثرت
و شہرت کے ساتھہ جابجا رائج و جاری و مشہور و معروف تھی بلکہ عربستان
کے اطراف و جوانب کے تمام ملکوں اور شہروں اور دیہات میں بھی بڑی
بہتایت سے مکہ و مدینہ و دنیا کے کسی گوشہ یا تہخانہ میں نہ تھا کہ ذرہ بھی غلط
فہمی کا اندیشہ ہو سکتا ہو کہ جب توریت و انجیل وغیرہ صحف کتاب مقدس
کا قرآن میں جابجا اس کثرت اور شہرت کے ساتھہ ذکر ہو اور اُسکے اوپر
حوالہ ہو اور اُسکی تثبیت و تعمیل احکام کا یہود و نصاریٰ کو حکم ہو تو سواے
اُس کتاب کے جسکو اُسوقت کے تمام یہود و نصاریٰ عموماً مانتے ہوں
اور کسی دوسری کتاب کا اشارہ یا کنایہ ہرگز کسی کے خیال میں نہیں آسکتا

بلکہ قرآن میں ایسی ہی کتاب کا ذکر ہی جو عموماً ہر کہیں مروج و مستعمل و مشہور و معروف تھی اور روزمرہ اُس وقت کے برتاو میں تھی جس پر آسانی سے بہت تمام رجوع ہو سکتا اور حصر و حوالہ کر سکتے تھے +

خصوصاً یہہ بات اس امر سے زیادہ روشن ہو سکتی ہی کہ عرب کے جوانب و اطراف سے جوق جوق یہودی اور عیسائی عکاظ و مجنّہ و ذو المجاز وغیرہ میلوں میں سال بسال آتے اور اسکے سوا ے خود مکہ کے سوداگر ہر سال کئی مرتبہ شام و حبش وغیرہ اطراف و جوانب کو جایا کرتے تھے جہاں کہ مذہب مسیحی اچھی طرح سے جاری تھا اور یہودیوں کا مذہب بھی معلوم تھا

پھر خود محمد صاحب دو مرتبہ ملک شام میں گئے اور وہاں کے بہت سے عیسائیوں سے ملاقات کی اور اُنکے حالات سے واقف ہوئے

پھر اسکے سوا ے سو مسلمان سے زیادہ نجاشی بادشاہِ حبش کے دربار تک پہنچے جہاں کہ بادشاہ اور رعایا عیسائی تھی — اور بہت سے اسقف اور علماے دین وہاں موجود تھے جنکے حال اور مذہب سے کما ہی اطلاع مسلمانوں اور محمد صاحب کو حاصل ہوئی +

پھر اسکے سوا ے محمد صاحب نے نجاشی بادشاہ حبش اور رئیس مصر اور قیصر روم وغیرہ عیسائی بادشاہوں سے مراسلت کی اور قیصر روم کو

بلاشک اسی خطاب اہل کتاب سے ملقب کیا وغیرہ — جیسا کہ کتب سیر اور احادیث سے یہہ سب حالات بخوبی تمام واضح ہوتے ہیں ٭

پس محمد صاحب عرب اور اسکے سواے اطراف و جوانب کے یہود و نصاری کے حالات اور مذہب سے واقف اور اُن سے ہر طرح کا تعارف اور شناسائی رکھتے تھے ٭

لہذا قرآن میں جہاں جہاں کتاب مقدس کا ذکر ہوا اور کہا گیا ہے عموماً کہ یہود و نصاری پڑھتے ہیں اور وہ اُنکے پاس ہے اور اُنکے ساتھ ہے اور اُسپر اُنکو عمل کرنا فرض ہے اور مسلمانوں کو اُسپر ایمان لانا فرض ہے وغیرہ جیسا اوپر مذکور ہوا ایس ضرور بالضرور وہی کتاب ہے اور اُسی کا ذکر ہوا جو عربستان اور اسکے اطراف و جوانب کے ملکوں اور شہروں میں عموماً جاری و رائج تھی اور ہر کہیں مشہور و معروف تھی ٭

چہارم یہہ کہ کتاب مقدس جیسکا محمد صاحب کے ہمعصر اہل کتاب میں بلکہ تمام ملک بکثرت تمام موجود و جاری و رائج و مشہور و معروف ہونا تصدیق ہوتا ہے بموجب شہادت قرآن و احادیث پس اُسی کتاب کی نسبت قرآن و حدیث سے پوری گواہی ملتی ہے کہ وہ اُسوقت تک صحیح و سالم بحالت اصلی تھی بلکہ یہہ دعوی کیا ہے کہ قرآن اُسکے واسطے

محافظ اور پاسبان مقرر ھي کہ جو اُسکو بدل جانے اور متغیر ہونے سے محفوظ رکھتا ھي۔ جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا ؛

قرآن و حدیث میں ایک جگہہ بھي نہیں ھي کہ جسمیں ادنی اشارہ یا کنایہ بھي ہو کہ جس سے کتاب موصوف کا محرف ہونے یا بدل جانیکا دعوی مترشح ہووے ؛

ہاں البتہ جب یہودیان و مسیحیان مدینہ نے محمد صاحب کو نبي نمانا اور بحث و گفتگو کرنے لگے اور اپني وجوہات کي تائید و تاکید کے واسطے کتاب مقدس کي آیات و اخبار کو پیش کرنے لگے (جیسا کہ قرآن و حدیث سے ظاہر ھي) تو اُس وقت محمد صاحب نے اُنکو راست گو اور سچا نہ مانا بلکہ اُنھیں الزام دیا کہ وہ جان بوجھکر اپني شرارت سے کتاب مقدس کے معني اُلٹے لگاتے ہیں یا یہہ کہ اپني غفلت اور نادانی سے اُسکا مدعا نہیں سمجھتے ہیں ؛

مگر کیسي ہي اشد الزام قرآن کے اہل کتاب کي نسبت کیوں نہ دیکھیں مگر اُس سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ھي کہ گویا قرآن کا یہہ دعوی ھي کہ کتاب مقدس محرف ہو گئي اب بالفعل یا زمانہ سابق سے محرف ہو چکي ھي یا بدل گئي یا یہہ کہ اب وہ قابل اعتماد نہیں ھي۔ بلکہ خلاف اُسکے جس طور قرآن

سے اُسکا کلام اللہ ہونا ثابت کیا گیا ھی اسی طور اُسکی اصلیت و کاملیت اور صحت کا اُس سے یقین پیدا ہوتا ھی ✤

آپ صاحب ملاحظہ فرماوین کہ سب سے بڑے الزام جو یہودیان مدینہ کو قرآن میں دیے ہیں جنکا تعلق کتاب موصوف سے ھی اسی قدر ہیں جو ذیل میں مرقوم ہیں ✤

(۱) سورہ جمعہ (مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) یعنی مثل اُن لوگوں کے جنپر لادی گئی توریت پھر نہ اُٹھایا اُنھوں نے اسکو مانند اُس گدھے کے ھی جسپر کتابیں لادی گئی ہیں بُری ھی مثل اُن لوگوں کی جنھوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ھی ✤

تفسیر مدارک وغیرہ میں مرقوم ھی کہ اس جگہہ یہودیوں کو گدھے کے ساتھہ تشبیہ دی ھی کہ جیسے طور وہ کتابوں سے لدا ہوا اور اُسکے مضامین عمدہ سے ناواقف ہوتا ھی اسیطرح یہودی بھی باوجودیکہ توریت کو پڑھتے ہیں اور اُسکے مضامین کو حفظ کرتے ہیں مگر نہ اُسپر عمل کرتے ہیں اور نہ اُسکی آیات سے فائدہ حاصل کرتے ہیں ✤

الغرض خلاصہ الزام کا یہہ ھی کہ یہودیوں کے پاس کلام الہی اصلی تو
موجود ھی مگر اپنی نادانی سے یا شرارت سے اوسکے معنی ٹھیک نہیں
لگاتے ہیں یا عمل نہیں کرتے ہیں ؛

(۲) سورہ مائدہ (یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا
یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر)
یعنے اے کتاب والو تحقیق کہ ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے بیان
کرتا ھی تمکو جو تم کتاب مقدس میں سے چھپاتے تھے اور در گذر
کرتا ھی بہت چیز ؛

اسمیں اس بات کا الزام دیا ھی کہ بعض باتیں کتاب والے کتاب
مقدس سے چھپاتے تھے جنکو محمد صاحب ظاہر کرنے آئے ہیں
اور بعضی باتوں سے درگذر بھی کرتے ہیں ؛

(۳) سورہ آل عمران (واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا
الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظہورھم
واشتروا بہ ثمنا قلیلا) یعنے اور جب خدا نے اقرار لیا ان لوگوں سے
جنکو کتاب دی گئی تھی کہ اسکو بیان کریں بنی آدم سے اور نہ چھپاویں پس
انھوں نے پھینک دیا (اقرار) اپنی پیٹھ پیچھے اور بیچا اسے تھوڑے مول پر ؛

یعنے خدا نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ جب نبی آخر الزماں پیدا ہوں تو اُنکی شہادت بیان کریں مگر اُنھوں نے ایسا نہ کیا بلکہ اسکو تھوڑے مول پر یعنی دنیا کے مارے بیان نہ کیا +

اسمیں یہودیوں کو یہہ الزام دیا ھی کہ وہ اخبار نبی آخر الزماں کو ظاھر نہیں کرتے ہیں کتاب مقدس سے بلکہ دنیا کے لالچ سے اُسکو چھپاتے ہیں ــ پس یہہ یہودیوں پر الزام ھی نہ کتاب کا کوئی نقص ھی ــ جیسے کہ اگر کوئی مسلمان جان بوجھکر دنیاوی غرض کے مارے کسی خاص معاملے یا مسئلے کی متعلق آیت قرآن سے پیش نہ کرے بلکہ چھپاوے ــ تو اس باعث سے قرآن محرف نہیں ہو سکتا ھی +

(۴) سورہ مذکور (وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) یعنی اُن میں سے ایک فریق ھی کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب کو تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں سے ھی حالانکہ وہ کتاب سے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ خدا کی طرف سے ھی حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ھی اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اور جانتے ہیں +

اسمیں مذکور ھی کہ بعض یہودیانِ مدینہ بعض عبارت کو زبان مروڑ کر ایسا

پڑھتے ہیں کہ مسلمان لوگ دھوکھا کھا کر اسکو سمجھیں کہ کتاب مقدس ہیں یے
پڑھتے ہیں حالانکہ وہ عبارت کتاب موصوف کی نہیں ہی اور وہ لوگ ایسا
ظاہر کرتے ہیں کہ یہہ منجانب اللہ ہی حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ۔
پس اسکو بھی تحریف کتاب سے کچھ تعلق نہیں ہی جیسا کہ اگر کوئی مسلمان یا
چند کسی عبارت عربی کو کتب فقہ وغیرہ سے تجوید و قرأت مثل قرآن کے پڑھے
چنانچہ چند قصے اس قسم کے مذکور بھی ہیں یا اسکو پڑہ کر نادانوں پر ظاہر کرے
کہ یہہ عبارت آیات قرآن ہیں تو ایسا کرنے سے تحریف قرآن نہیں ہو سکتی
ہی اور نہ قرآن غیر معتبر ٹھہر سکتا ہی ۔ اور اگر کوئی ایسا الزام چند شخصوں کو دیوے
کہ تم ایسا کرتے ہو تو اس سے ہرگز یہہ نہیں سمجھہ سکتے ہیں کہ اب قرآن
محرف ہو گیا اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گیا بلکہ اگر فی الواقع ان لوگوں سے
ایسی شرارت اور بے ایمانی کی بات کی اُنکا قصور ثابت ہوگا ÷

(٥) سورۃ انعام (قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى نُورًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا)
یعنی تو کہہ (ای محمد) کس نے نازل کی وہ کتاب جو موسی لایا اُسے او تہا (نور تہا ؟) ہدایت
لوگوں کے واسطے تم اُسے کاغذ کے تختوں پر اُتارتے ہو اور دکھاتے
ہو اور بہت کو چھپاتے ہو ÷

اسمین ان یہودیون کو اسبات کا الزام دیا ھی کہ وہ توریت کو جدا جدا کاغذ
کے تختون پر دکھلاتے ہیں اور اکثر کو چھپاتے ہیں +

(۲) سورہ نسار (من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ
ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا
فی الدین ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لھم
واقوم) یعنی یہودیوں میں سے بعضے پھیرتے ہیں لفظ کو اسکی جگہہ سے
اور کہتے ہیں سمعنا وعصینا (ہمنے سنا اور عدول حکمی کی) اور اسمع
غیر مسمع (سن ای بہرے) اور راعنا (ہمکو دیکھ) مروڑکر اپنی زبان
کو اور ملامت دیکر دین کو اور اگر وہ کہتے سمعنا واطعنا (ہمنے سنا اور مانا
اور انظرنا (ہمپر نظر کر) تو بہتر ہوتا انکے واسطے اور زیادہ درست +

اسمیں مذکور ھی کہ یہودی لوگ تحریف کلمات اور لی السنہ کرتے ہیں او
دونون کے معنی بھی صاف بتلا دیے کہ بظاہر تو اطعنا (ہمنے مانا) کہتے
ہیں — اور ہونٹوں میں زبان مروڑکر عصینا (ہمنے عدول حکمی کی) کہتے
ہیں — ایسے طور بظاہر راعنا (ہمکو دیکھ) کہتے ہیں اور تحریف ولی لسان
کرکے راعینا (ہمارے چرواہے) کہتے ہیں — الغرض ایسے الفاظ
بولتے ہیں جو بظاہر اچھے اور باطن میں گستاخانہ کلام کرتے ہین — چنانچہ

جملہ مفسرین نے لکھا ہے کہ بعض یہودیان مدینہ بظاہر الفاظ اطاعت بولتے تھے
مگر باطن میں محمد صاحب کی تحقیر و تشنیع کرتے تھے۔ پس یہی تحریف اور لیّ
السنہ ہوئی۔ اور جلال الدین تحریف کے معنی لیّا بالسنتہم لکھا ہے یعنی زبان
مروڑ کر بولنا تو تحریف اور لیّ السنہ کے ایک ہی معنی ہوئے۔ یہی مراد لفظ
تحریف سے ہے تمام قرآن میں مذکور ہے ؛

(۷) سورہ مائدہ (فبما نقضهم ميثاقهم لعناهم وجعلنا قلوبهم
قاسية يحرفون الكلم عن مواضعه) یعنی پس انکے عہد توڑنے کے
سبب ہمنے اُن (یہود) کو لعنت کی اور انکے دل سخت کر دیئے وے
بدلتے ہیں کلموں کو انکی جگہ سے ؛

(۸) سورہ ایضاً (ومن الذين هادوا سماعون للكذب سماعون
لقوم آخرين لم يأتوك يحرفون الكلم من بعد مواضعه يقولون
إن أوتيتم هذا فخذوه وإن لم تؤتوه فاحذروا) یعنی یہودیوں
میں سے بعضے جاسوسی کرتے ہیں دوسری جماعت کیواسطے جو تجھ تک
(ای محمد) نہیں آتے بے اسلوب کرتے ہیں بات کو اُسکے ٹھکانے سے
کہتے ہیں کہ اگر تمکو یہہ بات دی جاوے تو لو اور اگر نہ دی جاوے تو بچے رہو
ان دونوں مقاموں میں یہودیوں کو اس بات کا الزام دیا ہے کہ وہ

جاسوسی کرکے لوگوں کو جھوٹ کی طرف مائل کرتے ہیں اور کلام کو اپنے ٹھکانے سے بے اسلوب کرکے بیان کرتے ہیں مراد اس سے یہہ کہ یا تو وہ کسی جملہ کو اُسکے موقع سے جدا کرکے اسطرح پڑھتے ہیں کہ اُسکے معنی بدل جاویں یا اُسے کسی دوسرے جملہ کے ساتھہ اس طور ملاکر بیان کرتے ہیں کہ اُسکے اصلی معنی بگڑ جاویں اور دوسرے یہودیوں سے کہتے ہیں جو ابھی محمد صاحب کے پاس نہیں آئے تھے کہ تم اُنکے پاس جاؤ اگر تم اُنکی تعلیم اور تلقین میں بھی یہی بات پاؤ تو قبول کرو ورنہ حذر کرو ☆

تفسیر مدارک میں ہی (یحرفون عن مواضعہ یفسیرونہا علی غیر ما انزل) یعنی تحریف کرتے ہیں وہ اُنکے مقاموں سے تفسیر کرتے ہیں اُسکے خلاف اُسکے کہ اُتارا گیا۔ یعنی تحریف سے مراد یہہ ہی کہ یہودی لوگ مراد اصلی نہیں بیان کرتے اُسکے خلاف تاویلات کرتے ہیں چنانچہ دوسرے مفسروں نے لکھا ہی کہ (تحریفہم بسوء التاویل) یعنی تحریف سے مراد بد تاویل ہی ☆

تفسیروں میں شان نزول (۸) میں لکھا ہی کہ خیبر کے کسی شریف نے زنا کیا اور مرد و عورت دونوں محصن تھے جسکی سزا توریت میں سنگسار کرنا ہی مگر لوگوں نے اسکو مکروہ جانا بسبب اُن دونوں کے شرف کے اسلیئے

انھون نے ایک گروہ یہودیان مدینہ کے پاس بھیجا کہ محمد صاحب سے
پوچھین اور اُن لوگوں سے کہا کہ اگر وہ دُرّہ لگانے یا تجمیم کا حکم دیں تو
قبول کر لینا اور اگر سنگسار کرنے کا حکم دین تو نہ ماننا مگر محمد صاحب نے
سنگسار کرنیکا حکم دیا اسلیئے اُنھون نے انکار کیا تب یہہ آیت اُتری
مدعا یہہ کہ یہودی توریت مین جو حکم ہی اُسکی تاویل اور تفسیر خلاف کرتے
ہین اور مطلب اصلی کو متغیر کرتے ہین ؎

تفسیر معالم التنزیل میں اس حال کو بیان کر کے لکھا ہی کہ یہہ شان نزول
اصح ہی - مگر ایک اور بھی ماجرا لکھا ہی کہ بعض روایات مین اسکا شان نزول
یہہ ہی کہ یہودی محمد صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ ایک مرد اور عورت
نے زنا کیا - محمد صاحب نے پوچھا کہ توریت مین کیا لکھا ہی دربارہ
رجم - اُنھون نے کہا کہ ہم اُسکو فضیحت کرین اور دُرّے ماریں -
عبداللہ ابن سلام نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو توریت میں تو رجم یعنی سنگسار کرنیکا
حکم ہی - پھر توریت منگائی گئی اور کھولا تو ایک شخص نے اپنا ہاتھ
آیت رجم پر رکھ دیا اور جو اُسکے آگے اور پیچھے تھی - عبداللہ
ابن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھ اُٹھا تو اُسمیں آیت رجم نکلی وغیرہ ؎

الغرض کوئی قصہ ہو اور کسی تفسیر کو دیکھو مراد اسقدر ہی ان لوگ

مقاموں پر کہ یہودی از راہ شرارت یا تو احکام توریت کو چھپاتے ہیں
ایک جگہہ کی عبارت دوسری جگہہ جوڑتے ہیں یا یہہ کہ اُسکی تفسیر
ٹھیک نہیں کرتے ہیں بلکہ خلاف تاویل بیان کرتے ہیں ÷

(۹) سورۂ بقر (اَفَتَطْمَعُونَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ
یَسْمَعُوْنَ کَلَامَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَہٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْہُ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ)
یعنی ای مسلمانو کیا تم چاہتے ہو کہ یہود ایمان لاویں حالانکہ انکا ایک فرقہ تھا کہ
خدا کا کلام سنتے اور پھر اُسکو بدل ڈالتے تھے جانکر اور یہہ بات کو جانتے ہیں
تفسیر معالم التنزیل و مظہری وغیرہ میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ منشا یہہ ہے کہ یہود کے بزرگوں
میں سے ستر شخص تھے جنکو حضرت موسیٰ جنگل پہاڑ پر لے گئے تھے جنھوں
نے خدا کی باتیں سُنیں — اُن میں سے جو صادق تھے اُنھوں نے کہا
کہ ہمنے سُنا اور مانا اور بعضے بولے کہ ہمنے سُنا کہ اگر ہوسکے کرو اگر نہو سکے
تو مت کرو یہیں ہوئی اُنکی تحریف تھی ÷

پس اس آیت میں مسلمانوں کو فہمایش ہے کہ یہہ مدینہ کے یہودی ایمان
نلاوینگے اُنکے بزرگ تو ایسے تھے ÷

یہہ سب بڑے بڑے مقام ہیں جو قرآن میں دعوی تحریف اصطلاحی
متعلق سمجھے جاتے ہیں — مگر بخوبی تمام واضح ہوتا ہے کہ اِن سب مقاموں

میں بجز اسکے اور کوئی بات نہیں ہی کہ بعض یہودیان مدینہ مطالب عمدہ اور اصلی
مدعاے کتاب مقدس سے بے بہرہ ہیں نہیں سمجھتے یا کلام الٰہی کے معنی
لگاتے ہیں اور غفلت و شرارت سے تاویل و تفسیر خلاف بیان کرتے ہیں
یا متفرق آیات پیش کرتے ہیں — اور جس آیت کا جہاں ربط ہی اسکو
وہاں رکھتے ہیں اور وہ دوسری کسی آیت کے ساتھ لگاتے ہیں تاکہ مراد اصلی اور
حکم کتاب بدل جاوے اور مدعا متغیر ہو جاوے یا یہہ کہ ذو معنی کلمات بولتے
ہیں کہ جو بظاہر کلام شایستہ ہوتا ہی مگر بباطن گستاخانہ اور بے ادبانہ گفتگو ہوتی
ہی — یا یہہ کہ قول انسانی مثل قصہ یا اخبار یا روایات یا تفاسیر علما کو اس طور
زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کہ مسلمان سمجھیں کہ کلام اللہ ہی یا یہہ کہ وہ کلام بشر کو
کلام خدا بتلاتے ہیں — یا یہہ کہ جو آیات اور پیشین گوئیاں کہ محمد صاحب کے
حق میں مسطور ہیں چھپا رکھتے ہیں اور پیش نہیں کرتے ہیں ؎

پس ایسے الزام دینے سے کوئی سمجھدار اور منصف مزاج شخص ہرگز نہ سمجھیگا
اور مطلق اسکو شبہہ بھی نگذریگا کہ گویا قرآن کا دعوی ہی کہ کتاب مقدس تحریف
ہو گئی اور قابل اعتماد نہیں — بلکہ کبھی اس بات کو باور نہ کریگا کہ قرآن میں آیات
مذکورہ کے درج ہونیکا یہہ مطلب ہی یا ایسے یہہ نتیجہ نکلتا ہی یا ایسے یہہ بات مترشح
ہی کہ گویا بعض یہودیان مدینہ نے اپنی کتاب میں تحریف کر لی ہی — انہیں سے

بعض صحف یا بعض ابواب یا فصول یا سطر دو سطر یا حرف چھیل ڈالے ہیں یا کاٹ ڈالے یا مٹا دی یا کچھ بڑھا دیا یا تغیر کتاب میں کر ڈالا یا محمد صاحب کی پیشین گوئی یا تعریف دور کردی سو ہرگز ہرگز نہیں +

پھر اس سے بھی ہم درگذر کر کے عرض کرتے ہیں کہ فرض کرو کہ گویا قرآن میں مذکور ہی کہ بعض فرقہ یہودیان مدینہ نے ایسا ہی کرلیا ہی اور اپنی کتاب بدل ڈالی تو کیا تمام یہودیوں نے ایسا ہی کرلیا جنہوں نے ایمان چھوڑ دیا کیا انہوں نے بھی جنکو قرآن ہی میں علم الہی میں راسخ بیان کیا ہی جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا اور جنکو کہا ہی کہ خدا نے امام اور ہادی مقرر کیا ہی جو خدائے تعالی کی مرضی کے مطابق ہدایت کرتے ہیں ۔ تو کیا قرآن بتلاتا ہی کہ ان لوگوں نے بھی کتاب مقدس بدل ڈالی اور متغیر کر ڈالی +

یہہ بات ایک نادان بھی سچ نہ مانیگا کہ قرآن کے مصنف کا ایسا خلاف مدعا ہی +

اب میں اس سے بھی قطع نظر کر کے لکھتا ہوں کہ اس تہمت اور الزام کو جہانتک چاہو بڑھاؤ اور جسقدر کھینچ کھانچ کر کے الٹے معنی لگاؤ مگر یہہ سب یہودیان مدینہ کی نسبت ہی تمام قرآن میں ایک آیت بھی نہیں ہی جس سے اشارہ یا کنایہ بھی نکالنا ممکن ہو کہ مدینہ کے نصاری نے تحریف یا تصحیف کی +

البتہ اُنکے باب میں یہہ لکھا ہی ــ سورہ مائدہ (وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصَارٰى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا) یعنی جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اُنسے ہمنے وعدہ لیا پھر بھول گئے ایک حصہ اُس نصیحت کا جو اُنکو کیگیی تھی ؞

تفسیر معالم التنزیل میں ہی (اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فِى التَّوْحِيْدِ وَالنُّبُوَّةِ) یعنی ہمنے اُنسے وعدہ لیا تھا توحید اور نبوت میں ؞

تفسیر مدارک میں ہی اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ وهو الايمان بالله والرسل) یعنی ہمنے وعدہ لیا تھا خدا اور رسولوں پر ایمان لانے کا ؞

پس نصاریٰ کو یہی الزام دیا کہ جو نصیحت اُنکو کیگیی تھی اور جو وعدہ اُنسے لیا گیا تھا اُسکا ایک حصہ بھول گئے ــ لہذا اگر فرض کرو کہ تمام یہودیوں نے محمد صاحب کی دشمنی سے اپنی کتابوں کو محرف کر دیا اور اُنکی کتابیں قابل اعتماد نہیں ہیں ــ تو ہرگز قرآن کا یہہ دعویٰ مطلق نہیں ہی کہ نصاریٰ نے بھی ایسا ہی کر لیا اور وہ بھی یہودیوں کے ساتھی بن گئے ــ یہہ بات بالکل خلاف قرآن ہی ؞

اب فرض محال کر لو کہ تمام یہودی اور عیسائیان مدینہ نے ایسا ایکا کر لیا او اسقدر بےایمانی پر سینہ کمر باندھ لی کہ باہم اتفاق کرکے اپنی کتابوں کو خراب کر ڈالا اور محمد صاحب کی تعریف یا پیشین گوئیاں اور دوسرے مطالب بھی

بدل ڈالے تو یہہ دعویٰ تو ہرگز سارے قرآن میں نہیں ہی اور ادنیٰ ذکر بھی نہیں
ہی کہ تمام جہان کے یہود و نصاریٰ نے اپنی کتاب الٰہی اور کلام اللہ کو محرّف کر ڈالا
اور اُسکے مطالب اور مقاصد بدل ڈالے ـ جا بجا ملک ملک اور شہر شہر اور
گانو گانو کے لاکھوں آدمیوں نے بیشمار کتاب محرف کر ڈالی جو نہ ایک زبان میں
تھیں بلکہ مختلف زبانوں اور متفرق حرف میں ❊

ایسے خلاف دعویٰ اور ناممکن بات اور غیر مذکور امر اور خلاف منشاے قرآن
کو کون ہی جو سچ جانیگا ❊

پنجم بلکہ جو شخص تمام قرآن کو سیدھے دل اور حق پسند نظر اور راستی کی راہ سے
مطالعہ کریگا وہ بلاشک و شبہہ یقین کریگا کہ اُسمیں اوّل سے آخر تک کتاب مقدس
کو کلام اللہ بتلایا اور تصدیق کیا ہی اور بہت سی آیات سے بخوبی تمام روشن ہوتا
ہی کہ کتاب موصوف بحالت اصلی محمد صاحب کے زمانہ میں موجود تھی ـ البتہ قرآن
میں ایسا لکھا ہی کہ محمد صاحب کے وقت مدینہ کے یہودی اُنکی دشمنی سے آیات
کتاب موصوف ٹھیک نہیں بتاتے تھے اور تفسیر و تاویل خلاف کرتے تھے
اور آیتوں کو جدا جدا پیش کرتے اور بعض کو چھپاتے اور بعض کو دوسری جگہ ملا کر
ظاہر کرتے تاکہ اُنکے اصلی مدعا بدل جاویں ❊

اور اگر قائل قرآن کا یہہ دعویٰ ہوتا کہ جہان بھر کی سب کتاب مقدس محرّف

وہ آیات جن سے یقین ہوتا ہی کہ قرآن اپنے وقت کی مروج کتاب مقدس کو بلا تحریف و تبدیل اصل اور صحیح بتلاتا ہی ۱

ہی یا بدل گئی ہی یا سیاق سے خراب وخستہ ہی یا آپ سب یہود ونصاریٰ ہی جیسے
ہیں وغیرہ تو پھر وہی کہنے والا اسی کتاب محرّف اور متغیر اور مبدّل اور بے
اعتبار اور بے اعتماد کو امام ورحمت وکتاب المبین وکتاب المنیر وہدایت و
جامع کمالات اور دین میں پوری کیونکر بیان کرتا ؛

اور پھر ایسی نکمّی کتاب کے اوپر ایمان لانا مسلمانوں پر فرض کیونکر ٹھہرتا
— آپہی صاحب اپنے دلوں میں انصاف کریں کہ اگر قائل قرآن کو ذرہ بھی
شبہہ ہوتا کہ کتاب مقدس میں تحریف وتغیر ہی تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ محمد صاحب
کو حکم کرتا کہ تم اُسپر ایمان لاؤ اور اُسکی پیروی کرو اور پھر اہل کتاب کو قطعی حکم دیوے
کہ اگر تم اُسپر عمل نہ کرو اور دل سے پیروی نہ کرو تو تمھاری دینداری باطل ہی ؛

برائے مزید تشریح وتفصیل چند آیات قرآنی اور بھی لکھتا ہوں جس سے یقین
کلی ہوتا ہی کہ بموجب تصدیق قرآن کتاب مقدس تمام وکمال بحالت اصلی بلا تحریف
وتضعیف وتغیر وتبدیل محمد صاحب کے زمانہ میں یہود ونصاریٰ کے پاس موجود
ورائج ومشہور ومعروف تھی بلکہ آیندہ بھی اُسمیں تحریف ہونا ناممکن ومحال ہی ؛

(۱) سورہ سجدہ (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ
وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا
صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ) یعنی بالتحقیق ہمنے دی موسیٰ کو کتاب

پس تو (اے محمد) شبہ میں مت پڑ اُسکے ملنے میں اور ہمنے بنایا اُسے ہدایت واسطے بنی اسرائیل کے اور بنائے اُن میں سے امام جو ہدایت کرتے ہیں بموجب ہمارے حکموں کے جبکہ وہ مستحکم رہے اور یقین کرتے رہے ہماری آیتوں پر۔

کتاب موسی توریت ہے۔ اسمیں محمد صاحب کو حکم ہے کہ اُسکے ملنے یعنی قبول کرنے میں شک نہ لاؤ یا یہہ کہ بموجب قول بعض مفسرین کے قرآن کے ملنے میں شک نہ کرو یا موسی کے ملنے میں شبہہ نہ کرو۔ بہر حال کوئی معنی لو مگر اس سے صاف ظاہر ہے کہ توریت بنی اسرائیل میں متواتر چلی آئی ہے اور خداے تعالی نے اُنکو ایسے امام و پیشوا بخشے ہیں جو توریت کے حکموں کے موافق ہدایت کرتے ہیں۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توریت غیر محرف صحیح و اصلی و کامل اُس وقت تک تھی کیونکہ اگر محرف اور جعلی جاری ہوتی تو اُسکے ماننے والے اور تعلیم دینے والے خدا کے امام سے ملقب نہوتے بلکہ مضل اور گمراہ کہلاتے۔

(۲) سورہ سبا (وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ) یعنے اور دیکھتے ہیں وہ جنکو علم دیا گیا ہے کہ جو کچھ تیرے پاس تیرے رب سے نازل ہوا ہے سو حق ہے۔

مفسرین نے اوتوا العلم کے معنی لکھے ہیں مومنوا اھل الکتاب یعنی مومنان اہل کتاب ـــ علم سے مراد علم دین ہی ÷

پس جنکو علم الٰہی دیا گیا ہی وہ مومنان اہل کتاب ہوئے ـــ مگر علم الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا ہی جبتک کتاب اصلی و حقیقی خدا کی نہووے کیونکہ جو محرّف اور بگڑی ہوئی کتاب ہو اُسکے ماننے والے ایماندار علم الٰہی کے نہیں ہوسکتے ہیں جنکے قول کی سند عند اللہ معتبر ہووے ÷

(۳) سورۂ مومن (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) یعنی با تحقیق ہمنے دی موسیٰ کو ہدایت اور وراثت میں دی بنی اسرائیل کو کتاب جو راہ دکھلانے والی اور یاد دلانے والی ہی سمجھ والوں کو ÷

پس اس آیت میں صاف صاف گواہی دی ہی کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں متواتر پشت در پشت کتاب مقدس کو وراثت میں دی ہی اور وہ کتاب اِس صفت کے ساتھہ موصوف ہی کہ ہدایت ہی اور صاحبان عقل کو یاد دلانے والی ہی چنانچہ تفسیر مدارک میں ہی (وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ای التوریة والانجیل والزبور لان الکتاب جنس ـــ ای ترکنا الکتاب من بعدہ الی هذا هدی و ذکری

اِرْشَادًا وَّتَذْكِرَةً) یعنی اور وراثت میں دی ہمنے کتاب کو یعنی توریت اور انجیل اور زبور کو اسواسطے کہ کتاب جنس ہی یعنی ہمنے چھوڑ دیا ہی کتاب کو کہ اینک ہدایت کرنیوالی اور یاد دلانیوالی ہ

اور بعض مفسرین کتاب سے مراد صرف توریت لکھتے ہیں بہر حال اس آیت کو ملاحظہ کرکے کسی کے دل میں شک باقی نہیں رہسکتا ہی کہ بالیقین کتاب مقدس یا صرف توریت علی اختلاف التفاسیر محمد صاحب کے زمانہ تک متواتر و متوالی بنی اسرائیل کے پاس بحالت اصلی موجود تھی ہ

(۴) سورہ یونس (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَاسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ) یعنی اگر تو شک میں ہی اُس سے جو اُتارا ہمنے تیری طرف تو تو پوچھ اُنسے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھسے پہلے والی ہ

اسکی تفسیر مدارک میں اس طور مرقوم ہے (لما قدم ذكر بني اسرائيل وهم قراء الكتاب ووصفهم بان العلم قد جاءهم لان امر رسول الله مكتوب في التوراة والانجيل وهم يعرفونه كما يعرفون ابناءهم اراد ان يؤكد علمهم بصحة القران وبصحة نبوة محمد ويبالغ في ذلك فقال فان وقع لك شك فرضا وتقديرا فسئل من

حالجته شبهة ابتساع الی حلها بالرجوع الی قوانین الدین وادلته
او بمباحثة العلماء فسأل اهل الکتب فانهم من الاحاطه بصحة ما انزل
الیك بحیث یصلحون لمراجعة مثلك فضلا عن غیرك فالمراد وصف
الاحبار بالرسوخ فی العلم بصحة ما انزل الی رسول الله لا وصف رسول الله
بالشك فیه) یعني جبکه پہلے ہوچکا ذکر بني اسرائیل کا کہ وہ کتاب مقدس کے
پڑھنے والے ہین اور انکي تعریف کي گئي کہ انکو علم حاصل ہوچکا ھی اسواسطے
کہ معاملہ رسول خدا کا توریت اور انجیل میں لکھا ہوا ھی اور اہل کتاب محمد صاحب کو
ایسا ہي جانتے ہیں جیسا اپني اولاد کو تو اب یہہ قصد کیا کہ اس بات کو موکد کرے
کہ وہ قرآن کو صحیح جانتے ہیں اور محمد صاحب کي نبوت کو حق جانتے ہیں اور
اس امر کو بڑھاوے اسلیئے کہا کہ اگر تجھکو بالفرض والتقدیر شک ھی اور کسي نے
سوال کیا ھی جسکے دل میں یہہ شبہہ چبہتا ھی کہ اسکے کھولنے پر جبادرت کرے
دین کے قاعدوں اور اسکي دلیلوں کي طرف متوجہ ہوکر یا عالموں سے مباحثہ
کرنے پر پس تو پوچھہ کتاب والوں سے کیونکہ وہ بباعث اسکے کہ جو کچھہ
اترا ھی اسکي صحت پر ایسے محیط ہیں کہ تیري مانند لیاقت اسکي رکھتے ہیں کہ انکي
طرف وہ مسائل رجوع کرے پڑھ کر تیرے سوا ـــ پس مراد اس میں تعریف
احبار کي ھی کہ وہ کامل طور پر جانتے ہیں کہ جو محمد صاحب پر نازل ہوا ھی صحیح ھی

بلکہ اسمیں کی تعریف ہی محمد صاحب کے شک کی ۔ الغرض بموجب
اس آیت کے دریافت ہوتا ہی کہ جو کتاب مقدس خدا نے عنایت کی تھی
وہ بحالت اصلی اور صحیح تھی کہ محمد صاحب کے وقت کے اہل کتاب اُسکے
کامل طور پر قرآن کو جانتے تھے کہ من جانب اللہ ہی ۔ پس اگر کتاب محرف
فرض کیجاوے کہ گویا وہ اُس وقت محرف تھی تو ہرگز اُسپر حوالہ ہوتا اور کس طرح
اُسکے پڑھنے والوں پر حوالہ ہوتا کہ اُنسے پوچھو ؛؛

(۵) سورۂ اعراف (وَمِن قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ)
یعنی اور موسیٰ کے قوم میں ایک فرقہ ہی جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اُسی پر انصاف کرتے ہیں
پس اس آیت سے بھی صاف ظاہر کہ قرآن بتلاتا ہی کہ یہودیوں میں سے بعضے
ایسے ہیں جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اُسی پر انصاف کرتے ہیں لہذا ضرور یا لضرور
اُنکے پاس کتاب صحیح اور اصلی موجود تھی ورنہ محرف اور غیر معتبر کتاب پر عمل
کرنیوالوں کی ایسی تعریف ناممکن تھی ؛؛

(۶) سورۂ بنی اسرائیل (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاسْأَلْ بَنِي
إِسْرَائِيلَ) یعنی اور بالتحقیق ہمنے موسیٰ کو نو صاف نشانیاں دیں پس تو (ای محمد) بنی
اسرائیل سے پوچھ ؛؛

اگر کتاب مقدس قابل اعتماد و اعتقاد مقصود نہوتی تو اُسپر حوالہ نہوتا ۔ کہ تو بنی اسرائیل سے پوچھ

(۷) سورہ آل عمران (قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ) یعنی (اے محمد) تو کہہ کہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر تم سچے ہو
یہودیان مدینہ سے دربارہ حلت و حرمت بعض قسم کے گوشت کے
مباحثہ ہوا تو مقدمہ کا فیصلہ توریت پر ٹھہرا کر جو اسمیں ہے وہی درست ہے
پس اگر توریت محرف اور غیر معتمد سمجھی جاتی تو معاملہ کا فیصلہ اسپر مقرر
کیا جاتا بلکہ اصلی اور بلا تحریف و تغیر یقین کی گئی کہ قرآن نے اسپر
فیصلہ مقرر کیا ہے

(۸) سورہ مذکور (لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ) یعنی اہل کتاب
میں سب برابر نہیں ہیں ایک فرقہ ہے سیدھا کہ پڑھتے ہیں خدا کی
آیتوں کو رات کے وقت اور جھکتے ہیں سجدہ میں ایمان لاتے ہیں
اللہ پر اور روز قیامت پر اور حکم کرتے ہیں نیک بات کا اور منع کرتے
ہیں بُرے کو اور دوڑتے ہیں نیک کاموں میں اور وہ لوگ نیکوکار ہیں
تفسیروں میں بہت اختلاف روایات ہے کہ وہ فرقہ کونسا تھا جسکے باب

مین یہہ آیت ہے ۔ مگر ہمکو اُس سے کچھہ کام نہین ہے ✚ اِس آیت سے
بہر حال بخوبی تمام واضح ہے کہ اہل کتاب مین سے ایک فرقہ ایسا بھی تھا
جو ٹھیک خداے تعالی کی مرضی پر چلتا تھا اور احکام و شرایع الہی کو بجا
لاتا تھا اور رات کو خداے تعالی کے کلام کو پڑھا کرتے تھے ✚

پس ظاہر ہے کہ وہ جب ایسے تھے تو ہرگز کتاب محرف اور نامعتبر کے
ماننے والے نہ تھے بلکہ ضرور بالضرور اصلی اور حقیقی کتاب مقدس کے
اوپر ایمان لانے اور عمل کرنیوالے تھے ✚

(۹) سورہ نسا (لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ) یعنی لیکن اُن
(اہل الکتاب) مین جو محکم ہین علم مین اور ایمان والے سو مانتے ہین جو
اُترا تجھپر اور جو اُترا تجھسے پہلے ✚

معالم التنزیل مین ہے (الراسخون المبالغون فی العلم) یعنی
راسخون سے مراد علم مین پورے ✚

تفسیر حسینی مین ہے (لاکن راسخان در علم یعنی آنانکہ علم شریعت نیکو بیاموختند
و باخلاص در عمل آرند از بنی اسرائیل ✚

پس اِس سے بھی ثابت ہے کہ محمد صاحب کے زمانہ مین کتاب مقدس

صحیح اور اصلي تھي کیونکہ علم دین میں کامل و راسخ ہونا بغیر اُسکے ناممکن ھی *

(۱۰) سورہ مائدہ میں بعد اس بیان کے کہ اللہ تعالی نے توریت او انجیل کو نازل کیا ھی اور وہ ایسي تعریف و توصیف اور کمال کے ساتھ ہیں پھر لکھا ھی کہ (وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ) یعني اور تجھپر ہمنے نازل کي ھی کتاب حق (قرآن) جو تصدیق کرتي ھی اُسکي جو پہلے ھی اور اُسکي محافظ ھی *

پس اس آیت کے بموجب قرآن محافظ کتاب مقدس کا ھی چنانچہ بیضاوي میں مهیمنًا علیه کے معنی رقیبًا علی سائر الکتب یحفظه عن التغیر ویشهد لها بالصحة والثبات لکھے ہیں۔ یعني قرآن محافظ کتاب مقدس کا ھی جو اُسکو بدلنے سے محفوظ رکھتا ھی اور گواہي دیتا ھی اُسکي صحت اور ثبات پر *

بھلا صاحبو ملاحظہ فرمایئے کہ وہ کتاب جسکي حفاظت کے واسطے قرآن اپنا اُترنا بتاتا ھی اور جسکي صحت اور اصلیت کي گواہي دیتا ھی پس اس سے زیادہ اور کونسي دلیل کامل درکار ھی جس سے معلوم ہو کہ قرآن کا قائل بالیقین جانتا تھا کہ کتاب مقدس صحیح و سالم بحالت اصلي موجود ھی بلکہ قرآن اُسکا محافظ ھی *

جو شخص قرآن کو کلام اللہ مانتا ھی اُسپر فرض ھی کہ چلے نہ کہ کتاب مقدس
محمد صاحب کے زمانے میں صحیح اور اصلی تھی اور تا روز حشر ویسی ہی رہیگی
کہ قرآن اُسکا محافظ ھی ❊
کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ جب تک قرآن کو حق جانتا ھی کتاب مقدس
کی اصلیت میں کلام کرے کہ اُسکی تحریف اور بے اعتبادی کا دعوی کرے
کیونکہ یہہ بالکل خلاف شہادت و تصدیق و تعلیمات متکاثرہ قرآن کے ھی ❊
الغرض بھائیو جسقدر قرآن کو پڑھو اور اُسکی تعلیمات اور ہدایات کو اِس
خاص معاملے میں ملاحظہ کروگے بلاشبہہ آپکو واضح ہوگا کہ آپ جس طور
کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا ھی اور اُسکی نہایت اعلی اوصاف بیان کرتا
ھی اور جابجا اُسکی تصدیق من جانب اللہ ہونے کی کرتا ھی اُسی طور اُسکی اصلیت
اور صحت اور ثبات اور معتبری کی شہادت کامل دیتا ھی۔ البتہ بعض یہودیان
کو چند طرح کے الزام مذکورۂ بالا دیتا ھی کہ وہ اپنی نادانی و جہالت یا تعصب
و شرارت سے اُسکے مطالب و مقاصد اصلی چھپاتے ہیں یا غلط تفسیر کرتے
ہیں یا آیت کو اپنے موقع سے جدا کرکے دوسری جگہہ بٹھا دیتے ہیں ۔
مگر اُنکے ایسا کرنے سے کتاب محرّف اور غیر معتمد نہیں ہوسکتی ھی اور نہ ہرگز
قرآن کی کسی جگہہ سے مترشح ہوتا ھی کہ گویا کتاب موصوف میں تحریف ہوئی یا کہ

وہ قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی — زیادہ تر تفصیل ان باتوں کی جسکسی کو
دیکھنا ہو لازم ہی کہ شہادت قرآنی کو مطالعہ کرے کہ اسکا خلاصہ مطلب
اس جگہہ مذکور ہوا ہی ❊

ششم ہر چند حاجت نہیں ہی کہ جس حالت میں قرآن کی صاف صاف
گواہی درباره اصلیت و صحت کتاب مقدس موجود ہی پھر حدیثوں کا ذکر
کیا جاوے لیکن بغرض تائید و ایضاح کلام ایک مختصر بیان لکھا جاتا ہی ❊
بعض علماے محمدی نے ذکر کیا ہی کتب تردید میں اور بوقت مناظره
بھی بیان کیا کہ جس طرح ہم ایمان لاتے ہیں کہ کتاب مقدس کلام الٰہی
ہی اسیطرح ہم ایمان لاتے ہیں کہ اسمیں تحریف ہوئی ہی اور اپنی اس
عقیدے کے ثبوت میں یہہ حدیث پیش کی ہی کہ (لا تصدقوا اهل الكتاب
ولا تكذبوهم) یعنی کہ محمد صاحب نے فرمایا ہی کہ اہل کتاب کے قول کی
نہ تصدیق کرو نہ تکذیب ❊

مگر عاقل و دانا سمجھ لیگا کہ منشا اس حکم کا کیا ہی — وہی جو اوپر مذکور ہوا
اور جیسا کہ قرآن کی آیات بینات سے واضح ہی کہ محمد صاحب کو اہل کتاب
کے اقوال و افعال پر بھروسا نہ تھا بلکہ ان میں سے بعض فرقہ یہود کو
الزام دیا ہی کہ وہ کتاب مقدس کی آیات کے مطلب اور مقصد اور مضامین

غلط بیان کرتے ہیں اور تاویلات و تفسیر ٹھیک بیان نہیں کرتے ہیں
اسی طور شرائع و احکام میں بھی خطا کرتے ہیں خواہ از راہ جہالت اور خواہ
شرارت و عداوت سے +

بہر حال اسی منشا سے یہہ حدیث ہی کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم اہل
کتاب کے اقوال کو نہ سچ جانو کیونکہ احتمال ہی کہ کتاب کے خلاف
کہتے ہوں اور نہ جھوٹا جانو کیونکہ احتمال ہی کہ مطابق ہدایت کتاب کہتے
ہوں ۔ مگر اس سے ہرگز یہہ مدعا نہیں نکلتا ہی کہ گویا محمد صاحب نے
کہا کہ کتاب مقدس محرف یا قابل اعتماد و اعتقاد نہیں ہی ۔ یہہ محض غلط
فہمی ان صاحبوں کی ہی کہ خلاف معنی جانتے ہیں +

اسی طور واضح ہو کہ ایک حدیث بھی نہیں ہی جسمیں کہا ہو کہ کتاب مقدس
محرف ہی یا قابل اعتماد و اعتقاد نہیں یا یہہ مدعا تضمناً و التزاماً یا تاویل بعیدہ سے
بھی نکلتا ہو بلکہ کئی حدیثیں ہیں جنسے ٹھیک وہی بات ثابت ہوتی ہی
جو قرآن سے ۔ یعنی کہ کتاب مقدس بحالت اصلی صحیح اور قابل اعتماد
ہی +

مشکوۃ میں ابن ماجہ و ترمذی و احمد سے منقول ہی بروایت زیاد بن لبید
اور دارمی میں بروایت ابو امامہ (قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ شَيْئًا فَقَالَ ذَاكَ

عِندَ اَوانِ ذَهابِ العِلمِ فقلتُ يارسولَ اللهِ وكيفَ يذهبُ العلمُ ونحنُ نقرءُ القرآنَ ونقرئهُ ابناءَنا ويقرئهُ ابناؤنا ابناءَهم الى يومِ القيامةِ فقالَ ثكلتكَ اُمّكَ زيادُ اِن كنتُ لاراكَ من افقهِ رجلٍ بالمدينةِ اَوَليسَ هذهِ اليهودُ والنصارىٰ يقرءونَ التوراةَ والانجيلَ لا يعلمونَ بشئٍ مما فيهِ) یعنی راوی کہتا ہی کہ نبی صاحب نے کسی چیز کا ذکر کیا کہ یہہ بات علم جاتے رہنے کے وقت ہوگی میں نے کہا ای رسول خدا کس طرح علم جاتا رہیگا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اسکو اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاویگی قیامت کے دن تک سے محمد صاحب نے کہا کہ تجھے موت آوے زیاد میں تو تجھے مدینہ کے بڑے فقیہوں سے جانتا تھا کیا یہہ یہود اور نصاریٰ نہیں ہیں کہ توریت اور انجیل کو پڑھتے ہیں اور ان میں کی ایک بات بھی عمل میں نہیں لاتے ہیں +

پھر ایک مقام تو ایسا ہی کہ اگر محمد صاحب کو ادنیٰ شک بھی کتاب مقدس کی تحریف و تبدیل کا ہوتا تو اس مقام پر اسکا اظہار خواہ مخواہ کر دیتے اور بالضرور کہتے کہ کتاب مقدس محرف ہی یا قابل اعتماد نہیں ہی +

مشکوۃ میں دارمی سے منقول ہی (عن جابر ان عمر بن الخطاب الی رسول الله بنسخة من التوراة فقال یا رسول الله فسکت

فیجعل یقرء ویتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری بالوجه
رسول اللہ فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ فقال اعوذ باللہ من
غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا
وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم
موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان
حیا وادرک نبوتی لاتبعنی) یعنی جابر سے روایت ہی کہ عمر بن الخطاب
محمد صاحب کے پاس توریت کا ایک نسخہ لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ
یہہ توریت کا ایک نسخہ ہی محمد صاحب خاموش ہوئے عمر پڑھنے لگے اور محمد صاحب
کا چہرہ متغیر ہونے لگا — ابوبکر نے عمر سے کہا کہ تجھے روویں رونے والیاں
تو رسول خدا کا چہرہ نہیں دیکھتا ہی — عمر نے محمد صاحب کا چہرہ دیکھا اور کہا
کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا کے غضب سے اور اُسکے رسول کے غضب
سے ہم راضی ہیں کہ خدا ہمارا رب ہی اور اسلام ہمارا دین ہی اور محمد ہمارے
نبی ہیں — محمد صاحب نے فرمایا کہ اُسکی قسم ہی جسکے قبضہ میں محمد کی جان
ہی کہ اگر تمپر موسی ظاہر ہوں تو اُسکے تم پیرو ہوجاؤ اور مجھے چھوڑدو اور سیدھے
رستے سے گمراہ ہوجاؤ اور اگر وہ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو میری پیروی کرتا
یہہ حدیث قابل غور ہی کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہی مگر چونکہ وہ بات خارج از بحث

هی اسواسطے اس مقام پر صرف اِسیقدر عرض کرنا واجب هی کہ اگر محمد صاحب کو توریت کی نسبت ذرہ بھی غلطی یا تحریف و تبدیل کا شبہہ بلکہ وہم بھی ہوتا تو ضرور اس جگہہ خواہ مخواہ اسکو ظاہر کرتے کہ اس کتاب پر اعتماد نہیں هی یا قابل اعتماد نہیں هی یا اسکی تحریف کا شبہہ هی یا اسکی صحت میں کلام هی لیکن اُنکو ادنی شک اس بات کا نہ تھا بلکہ ٹھیک جانا کہ صحیح اور اصل هی جو موسیٰ نے لکھا کہ نسخہ توریت کو دیکھکر خاص موسیٰ پیا یاد کلام کیا —

الغرض اے بھائیو چاہیے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھو خواہ احادیث کو دیکھو کہیں اس بے سر و پا دعوے کو نپاؤگے ایک ادنی اشارہ یا کنایہ نہ دیکھوگے کہ گویا کتاب مقدس محرف هی یا اسمیں تغیر و تبدیل واقع ہوئی هی یا وہ قابل اعتماد و لائق اعتقاد نہیں ہیں بلکہ اُنسے صاف صاف ظاہر ہوتا هی اور کامل شہادت ملتی ہیں بکثرت تمام کہ کتاب مقدس صحیح اور اصلی اور معتبر هی ۔

بلکہ اے صاحبو آپ کو بخوبی واضح ہووے کہ علاوہ شہادت قرآن کے حدیث سے یہہ بات بھی ظاہر ہوتی هی کہ بعد زمانہ محمد صاحب کے صحابیوں اور تابعیوں تک کہ وہی زمانہ خیر القرون میں شمار کیا جاتا هی دو سو برس کے قریب تک کے لوگوں کو یہہ خیال فاسد نہ تھا بلکہ بہت سے اقوال اور

تحریرات سے معلوم ہوتا ہی کہ سنہ ۲۰ ہجری تک کے لوگ کتاب مقدس
کو صحیح اور اصلی جانتے اور مانتے تھے کسیکے دل میں شک و شبہہ تحریف
و تبدیل نہ تھا ۔

چنانچہ مروی ہی کہ کئی بار کسی کسی لوٹ میں نسخجات کتاب مقدس کے
موجود تھے بعض صحابہ وہاں موجود تھے انھوں نے مسلمانوں کو کتاب
مقدس کے نسخجات فروخت کرنے سے منع کیا کہ جس طور قرآن کی بیع
درست نہیں ہی کیونکہ کلام اللہ ہی اسکا بھی فروخت کرنا روا نہیں اس واسطے
حکم دیا کہ ان کتابوں کو اہل کتاب کو بلا قیمت بطور ہدیہ دیدو چنانچہ دیدی
گئیں ۔ پس اس سے بھی ظاہر کہ اگر وہ صحابی کتاب کو محرف اور متغیر
اور غلط جانتے تو اہل کتاب کو ہرگز نہ دیتے کہ بالکل ناجائز تھا ۔

ایسی طور آپ ملاحظہ فرمائیں کہ صحیح بخاری جسکو اہل سنت بعد قرآن کے
صحیح ترین کتاب جانتے اور مانتے ہیں اور جسکے اوپر عمل کرنا واجب جانتے
ہیں ۔ کتاب مذکور دوسری صدی ہجری کے بعد تالیف ہوئی ہی اسکی
کتاب الرد میں لکھا ہی تفسیر یحرفون الکلم جو قرآن میں مذکور ہی یحرفون ای
یزیلون ولیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یحرفونہ
یتأولونہ علی غیر تاویلہ مدعا یہ کہ قرآن میں وارد ہی کہ بعض یہودیان نے

تحریف کرتے ہیں اُسکے معنی لغت میں یہہ ہیں کہ زائل اور دور کرتے
ہیں حالانکہ کوئی شخص خدا کی کتابوں میں سے کسی کتاب کا ایک لفظ بھی
زائل نہیں کر سکتا ھی مگر مراد یہہ ھی کہ وہ لوگ تاویل کرتے ہیں خلاف تاویل
اصلی و حقیقی کے ؛

اور ملاحظہ کیجیے کہ ابو حنیفہ جنکو اہل سنن امام اعظم کہتے ہیں اس
باب میں کہ آیا کتاب مقدس کے احکام قرآن سے منسوخ ہو گئے یا نہیں
یہہ لکھتے ہیں (کل حکم من الاحکام السابقة اذا وجد نسخه
في القرآن او في الاخبار او في اجماع الامة او يوجد ما يدل
ويقتضي من القياس الجلي بالمنصوص يوجب نسخه وما سوى
ذلك فيبقى مشروعا) یعنی ہر ایک حکم اگلے حکموں میں کا اگر اسکا ناسخ
قرآن یا حدیث یا اجماع امت میں پایا جاوے یا یہہ کہ امر منصوص قیاس
جلی مقتضی اور دال اُسکے نسخ پر ہو تو واجب ھی اُس اگلے حکم کا نسخ اور
جو اسکے سوا ھی وہ مشروع رہیگا ؛

پس اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ھی کہ ابو حنیفہ کو وہم بھی نہ تھا
تحریف و تبدیل کتاب مقدس کا نہیں تو اُسکے احکام غیر منسوخ شدہ پر
عمل کرنے کو مشروع نہ ٹھہراتے ؛

الغرض ابھی ہمارے بموجب شہادت و بیانات قرآن و احادیث ثابت ہے کہ بالیقین کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ میں صحیح اور اصلی موجود اور رائج تھی اور عموماً اہل کتاب میں جاری اور سب لوگوں میں مشہور و معروف تھی ــ اور اسکے تبدیل و تحریف و تغیر کا نہ محمد صاحب کو کبھی شبہ ہوا اور نہ کسی صحابی نے شک کیا مگر معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان علماے محمدی نے یہہ ایمان اپنا کہاں سے پیدا کیا ہے کہ اپنے رسالوں میں اور کتابوں میں خلاف شہادت قرآن و حدیث اور صحابیوں اور تابعینوں کے باوجود دعوی اسلام جابجا لکھتے ہیں کہ (جس طرح ہم ایمان لاتے ہیں کہ کتاب مقدس کلام الہی ہے اسیطرح ہم ایمان لاتے ہیں کہ اس میں تحریف ہوئی ہے) ✢

البتہ اگر ان صاحبوں کو دلائل یقینیہ سے ثابت ہوا تھا یا کوئی بات شبہہ کی بھی معلوم ہوئی کہ کتاب مقدس بعد زمانہ محمد صاحب کے تحریف ہوئی اور بدلی گئی تو اسکو ظاہر کرتے اور ان وجوہات یقین یا شبہہ و شک کو پیش کرتے لیکن جب ان صاحبوں سے ایک بات بھی ایسی نبائی کہ ادنی شبہہ پڑ سکے یا ذرہ سا وہم بھی ہو سکے بلکہ بالیقین ثابت ہے کہ جو کتاب موصوف زمانہ محمدی میں رائج اور جاری اور ہر کہیں اہل کتاب

جواب اعتراض علماے محمدی کا

کے پاس موجود و مشہور و معروف تھی ویسی ہی ہو بہو اب کے یہودیوں اور
مسیحیوں کے پاس موجود ہی بلکہ بعینہ و بجنسہ اُس زمانہ سے بھی پہلے کے
لکھے نسخے موجود ہیں — جاے کلام اور گفتگو کا مقام نہیں — اس لحاظ سے
خلاف شہادتِ قرآن و برعکس گواہی حدیث کے ایسا کہنا کہ کتاب موصوف
محمد صاحب کے زمانہ سے پہلے ہی محرف تھیں اور بعد کو بھی تحریف ہوئی
— اور پھر تحریف کو یہاں تک وسعت دی کہ اختلافِ نسخہ یعنی نقاط و اعراب
و حروف و الفاظ کی کمی بیشی یا ایک کا بجاے دوسرے کے ہونا وغیرہ
جس سے کچھہ تغیر و تبدیل یا کمی بیشی مقاصد و مطالب کتاب میں واقع نہیں
ہوتی ہی حسب گزارش مذکورہ بالا یہی تحریف کتاب ٹھہرائی بلکہ اس سے
بھی بڑھ کر یہہ کیا کہ کتاب تو لکھتے ہیں بدعوے اثبات تحریف ادلہ پیش کرتے
ہیں کہ توریت یا فلانے نبی کی کتاب الہامی نہیں یا فلانی کتاب کے مضمون
اچھے نہیں یا فلانے نے صحیفہ کی نسبت وقت تصنیف میں جھوٹوں سے یہہ
شک کیا ہی یا دہریوں کے یہہ اعتراضات ہیں نسبت فلاں فلاں آیات کے
یا فلانا شخص اٹکل سے یوں کہتا ہی وقتِ تالیف میں فلان کتاب کے یا
بعضے شخص فلانے نبی یا حواریوں کی نبوت اور رسالت میں یہہ کلام کرتا
ہی یا انہی آیتوں میں باہم اختلاف ہی وغیرہ ۞

مگر ظاہر ہی کہ ایسی باتوں سے نہ تحریف ثابت ہوتی ہی نہ قرآن مطابق
وموافق کتاب مقدس کے ہوسکتا ہی نہ ان بیانوں کو کچھ بھی تعلق دعوی
تحریف سے ہی — غرض انکی ان سب باتوں سے محض یہہ ہی کہ لوگوں کے
دلوں پر ایسی ایسی باتوں سے شک وشبہہ کتاب مقدس کی حقیت اور
من جانب اللہ ہونے کی نسبت ڈالیں اور انکو متردد کریں ÷ تاکہ خام طبع
لوگ ایسے ایسے حالات سنکر خاموش ہورہیں — مگر پر ظاہر ہی کہ اگر بالفرض
والتقدیر کتاب مقدس منجانب اللہ نہیں اور انبیاے بنی اسرائیل سچے نبی
نہیں یا حواری صاحب الہام نہ تھے تو اس سے تحریف ثابت نہیں ہوسکتی
ہی — بلکہ اس سے خود قرآن کا بھی باطل ہونا ظاہر ہی کہ جو ان سب کو
منجانب اللہ اور حق بتلاتا ہی ÷

یہہ نیاز مند بپاس خاطر آپ صاحبوں کے ان سب عمدہ اعتراضوں کو
حتی الوسع جمع کر کے ذیل میں لکھتا ہی اور بقدر ما وجب جواب بھی عرض کرتا ہی
تاکہ آپ صاحبوں پر بخوبی ظاہر ہوجاوے کہ ان اعتراضات سے تحریف
ثابت ہوتی ہی نہ امور تنقیح طلب کا جواب شافی ملتا ہی ÷

پہلا اعتراض یہہ کہ توریت کے اول صحیفہ یعنی کتاب پیدایش کو بعض
اقوال کے بموجب حضرت موسی نے اس وقت لکھا کہ جب تک انکو نبوت

نہوئی تھی تو الہامی کہاں سے ہوئی * اسیطور کتاب قضات اور راعوث
کی نسبت بعضے کہتے ہیں کہ الہامی نہیں ہیں — اور کتاب حضرت ایوب کا
حال بھی ایسا ہی ہی کہ معلوم نہیں کہ حضرت ایوب کون تھے اور کس ملک
میں اور کس وقت تھے * اسیطور زبور کی نسبت بعضے لوگ کہتے ہیں
کہ الہامی نہیں ہیں — کتاب جامعہ کی نسبت بعضے یہودی الہامی تصور نہیں
کرتے تھے — اور کتاب نشید الانشاد کو بعضے لوگون نے اچھا نہیں
کہا اُسکے مضامین کو خراب بتلایا ہی اور کہا ہی کہ کتاب مقدس سے نکال
ڈالنے کے لائق ہی — کتاب دانیال کو کسی کسی نے کلام بشر تصور کیا ہی
اور الہامی نہیں جانا *

صاحبو انصاف فرماؤ کہ اس بیان اور اعتراض کو کیا مناسبت تحریف
سے ہی — اول تو مسلمانون کو ایسے اعتراض کرنا ہی ناجائز ہی
اُنکو ان توہمات سے کیا تعلق اور ایسے اعتراضات پیش کرنے کا کیا
ہم اُنکو اسیقدر جواب دینگے کہ آپ اگر قرآن کو حق جانتے ہو تو وہ
صاف صاف گواہی دیتا ہی کہ توریت و زبور و جملہ صحف انبیاے
کرام جو اہل کتاب کے پاس ہیں اور جنکو وہ پڑھتے ہیں وہ سبکے سب کلام اللہ
ہیں — اب اہل اسلام چاہے اسکو الہامی جانیں یا نہ جانیں *

اور جبتک کوئی شخص قرآن کو حق مانتا اور دعوی اسلام کرتا ھے تب تک کتاب مقدس کی نسبت کوئی کلام خلاف تصدیق و شہادت قرآن مسموع نہیں ہوسکتا ھے॥

اسکے علاوہ کسی کتاب کا الہامی ہونا نہونا یا اُسکا مضمون عمدہ ہونا یا نہونا اور بات ھے اور تحریف دوسری بات ھے — یعنی بالفرض کتاب مقدس خدا کا کلام نہیں تو اس سے تحریف ثابت نہیں ہوجاتی ھے — اگر کوئی شخص کہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں یا اُسکے مطالب و مضامین اچھے نہیں تو اس سے قرآن محرف نہیں ٹھہر سکتا ھے॥

ہاں البتہ اگر اہل اسلام یہہ بات ثابت کریں کہ جس کتاب کی قرآن نے تصدیق کی ھے اُس میں کتاب پیدایش و زبور وغیرہ نہ تھیں اور اب ہیں تو تحریف ثابت ہوسکتی ھے — ورنہ ایسے اعتراضات کرنا محض بیجا ہیں॥

(۲) یہہ کہ کتاب مقدس کے اول حصہ یعنے عہد عتیق کے بعض صحیفوں کے مصنفوں کے نام کے تعین میں اختلاف ھے — اور بالیقین معلوم نہیں ہوتا ھے کہ اُن صحیفوں کے مصنف کون تھے اور وقت تصنیف میں بھی اختلاف ھے بعضے ایک وقت قرار دیتے ہیں اور بعضے دوسرا وقت خیال و گمان کرتے ہیں॥

اس اعتراض کا حال بھی مثل اعتراض اول کے ہی کہ اس امر سے او تحریف
سے کچھ علاقہ نہیں ہی۔ اسکا جواب اہل اسلام کو صرف اسقدر کافی ہی کہ قرآن
ان تمام و کمال کتاب مقدس کی تصدیق کرتا ہی اور انکو کلام اللہ اور حق
بتلاتا ہی جو محمد صاحب کے ہمعصر یہود اور نصاری کے پاس موجود تھے
جا بجا مشہور اور معروف اور مروج اگر اس کتاب کے صحیفوں کے مصنفون
کے نام بالیقین نہ جانو یا تعین زمان تصنیف نہو سکے تو کیا مضائقہ۔ اور
اس سے تحریف سے کچھ علاقہ نہیں۔ ہاں البتہ اگر یہہ ثابت ہووے
کہ یہہ صحیفے اس وقت مجموعے میں شامل تھے یا محمد صاحب کے زمانہ کے
بعد تصنیف و تالیف کیے تو تحریف ثابت ہوگی ؛

اسکے علاوہ واضح ہو کہ جملہ صحف عہد عتیق ابتدا سے الہامی اور نبیاے سابقہ
مانے جاتے ہیں حضرت موسی سے گیارہ سو برس تک متواتر انبیاے
کرام کے ہاتھ میں رہے اور سن بعد سنہ سب مجموعہ صحف تمام یہودیوں
میں جاری اور مشہور و معروف اور مروج رہا اور پھر خداوند مسیح نے ایسی
کی تصدیق فرمائی اسکو کلام اللہ بتلایا اور جابجا ان کتابوں پر حوالہ دیا بلکہ
ان میں کی آیات کثیر اور مضامین و مطالب کو پیش کیا اور بطور اقتباس
و خلاصہ مضامین صحف مجید میں مندرج کیا۔ اور اس زمانہ سے اب تک متواتر

تمام جماعت ایمانداران مسیحی اور یہودیوں میں بجنسہ وبعینہ موجود اور جاری ہی ؛

پس جملہ صحف عہد عتیق بغرض ہدایت و ارشاد وتعلیم وتلقین وخیال خدا تعالی کے طرف سے بالہامہ تعالی مرحمت ہوئے ۔ مصنف یعنی انبیاے کرام صرف بیان کرنے والے اور محرر حکم الہی تھے ۔ پس اگر بعض صحیفوں کے مصنفوں کے نام بالیقین دریافت نہوئے یا وقت تصنیف بعض صحف مین اختلاف تعین ہوا تو کیا قباحت لازم آتی ھی ۔ جس حالت میں کہ بدلائل یقینیہ وبراہین قطعیہ ثابت ھی کہ خداوند مسیح اور اُسکے سب حواری بلاشبہہ صادق اور راستگو تھے انکا فرمودہ تمام اُن اٹکلوں اور اندازوں کے اقوال مختلفہ سے اعلی وافضل اور یقینی ہیں ۔ اور پھر یہہ بھی کہ اکثر علما کا اتفاق نسبت مصنفین صحف موصوفہ و تعین زمان بھی موجود ھی گو بعض کو اختلاف ھی ؛

الغرض اس سے نہ کچھہ تعلق تحریف سے ھی اور نہ اس لاعلمی سے کسی طرح کی قباحت نفس کتاب کی حقیقت پر عائد ہوتی ھی ۔ اور نہ اہل اسلام کو ایسے اعتراض کرنا بدعوی اسلام مناسب ھی ؛

(۲) یہہ کہ انجیل متی کی نسبت اختلاف ھی کہ اُسنے اپنی کتاب عبرانی میں

لکھی یا یونانی میں اور اکثر قول علما کے ہیں جن سے دریافت ہوتا ھی کہ متی
سے نے انجیل عبرانی میں لکھی تھی اب وہ نسخہ جہان بھر میں نہیں ھی اسکا ترجمہ
یونانی ھی مگر ترجمہ کی نسبت اختلاف ھی کہ اُسنے خود کیا یا اُسوقت کسی اور نے کیا۔
لیکن اِس امر کو بھی تحریف سے کچھہ علاقہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو کتاب محمد صاحب
بلکہ خود حواریوں کے زمانہ میں تمام جماعت مسیحیوں میں رایج تھی وہ یونانی تھی
پس وہی کتاب بشمول صحف دیگر شہادت قرآنی سے تصدیق کی گئی ھی —
ابتدا سے حال پر معترض ہونا اہل اسلام کو بپابندیِ اسلام لازم نہیں — اگر
قرآن کو حق جانتے ہو تو وہ اُسی کتاب کی تصدیق کرتا ھی جو زمانہ محمدی میں
جابجا مسیحیوں میں جاری تھی اور وہ بالاتفاق یونانی نسخہ تھا۔
علاوہ اِسکے اکثر قول معتبر اور مستند یہ ہیں کہ متی نے خود ہی اپنی کتاب عبرانی کا
زبان یونانی میں ترجمہ کیا تھا وہی ترجمہ جملہ مسیحی جماعتوں میں رایج ہوا اُسی کی
نقلیں اب تک موجود ہیں۔
اور اگر بالفرض کسی ایماندار نے کیا تو وہ صحیح اور درست ھی کہ تعلیمات و ہدایات
و مطالب و مضامین مطابق و موافق جملہ کتاب مقدس کے ہیں اور اسکے علاوہ
ابتدا سے تمام جماعات عامہ مسیحیوں میں مقبول اور مروج ہوئی اور تمام
ایمانداروں نے اُسکو تسلیم کیا اور مانا۔

(۴) یہہ کہ پرانے زمانے میں کاغذ نہ تھا اس وجہ سے دو ہزار برس
تک نسخجات عہدِ عتیق اور سات سو برس تک نسخجات عہدِ جدید کس قلت کے
ساتھہ ہونگے کہ تختیوں پر کھود کر یا بعض درختوں کے پتوں پر یا چمڑے پر
لکھا کرتے تھے پھر آٹھویں صدی میں روئی اور ریشم کے کاغذ کی ایجاد
ہوئی لہذا کس قدر ملحدوں اور منکروں اور بے ایمانوں کو جعل اور تحریف
کی گنجایش ہوگی ٭

مگر ظاہر ہی کہ ایسی باتوں سے ثبوتِ تحریف نہیں ہوسکتا ہی ان
معترض صاحبوں کے محض وہم وخیال ہیں — اول تو محمدیوں کو قبل
زمانہ محمدی کے حالاتِ مذکورۂ بالا میں گفتگو کرنا اور خلاف شہادتِ قرآن
اعتراض پیش کرنا لاحاصل ہی — علاوہ بران بھلا ایسے توہماتِ دوراز کار
سے کہیں تحریف ثابت ہوسکتی ہی یا کتابِ مقدس کی اصلیت میں کوئی
شبہہ پڑسکتا ہی ہرگز نہیں — کیونکہ جس حالت میں لاکھوں ایماندار لوگ
جابجا موجود تھے جو کتابِ مقدس کو اپنا دین وایمان کا سرچشمہ جانتے
اور اسکو کلام اللہ مانتے تھے اور اسکی تلاوت فرض سمجھتے تھے پس
کیسی ہی محنت ومشقت کیوں نتھی اور اس قدر تحریر وکاغذ کی آسانی اسوقت
نتھی جیسے فی زماننا ہی مگر تاہم بیشمار نسخجات موجود تھے اور تمام جماعاتِ ایمانداران

میں پڑھی جاتی اور جا بجا ملک بھر میں اُسکی منادی اور وعظ و تعلیم ہوتی تھی —
پس اِس حالت میں کسی ملحد اور منکر کا زہرہ نہ تھا اور نہ کسی بے ایمان کو مجال
تھی کہ کتابِ مقدّس کو محرّف کر سکے ÷

(۵) یہہ کہ بخت نصر کے وقت یہود پر بڑی خرابی پڑی ہیکل ڈھائی گئی اور
یہود مقتول ہوئے اور مقید ہوئے سب نسخے پرانی کتابوں کے برباد ہوگئے
بعد یکہ اگر حضرت عزرا نبی پیدا نہوتے اور نسخہ توریت نہ لکھتے تو کلام الٰہی الحق
کا کسی کے پاس صحیح نہ نکلتا ÷

مگر یہہ اعتراض بھی مثل توہماتِ مذکورۂ بالا کے ہی — ایسی گفتگو میں اہل اسلام
کو لازم نہیں اور نہ ان باتوں سے صحتِ عہدِ عتیق کی تحریف پر شبہہ پڑسکتا
ہی — بموجب تصدیق و شہادت قرآن صحف عہدِ عتیق جو زمانہ محمدی میں یہود و نصاریٰ میں
رایج و مشہور تھے بالاتفاق کلام اللہ تھے پس اگر فرض کیا جاوے کہ زمانہ
بخت نصر میں کتابِ مقدّس جہان سے مفقود ہوگئی تھی تو جواب دہی اسکی خود
اہل اسلام پر بھی واجب ہی ÷

علاوہ اسکے واضح ہو کہ یہہ سچ بات ہی کہ بخت نصر نے یہودیوں کو بہت
ستایا اور اُن کو قتل بھی کیا اور بہتیروں کو قید کرکے بابل میں لے گیا اور
اُس حالت میں نسخجات قدیمہ بھی برباد ہوئے مگر یہہ بات کون ثابت کرسکتا ہی

کہ تمام کتابیں یعنی تمام نسخجات یہود کے برباد ہو گئے اور کسی کے پاس کتاب خدا باقی نہ رہی تھی۔ پھر اسکے سوا جب حضرت عزرا کی نبوت اور انکی کتابت کا اقرار ہے پس بالاتفاق نبی تبلیغ رسالت و اخبار کلام الٰہی میں معصوم ہے لہذا وہ نسخہ جو حضرت عزرا نے لکھا صحیح نقل مطابق اصل کے تھا۔ اسکے سواے خداوند مسیح کی کامل شہادت عہد عتیق کے جملہ صحف کی منجانب اللہ اور صحت و اصلیت کے واسطے کافی و وافی ہے اور بس ٭

(۶) یہہ کہ انٹوکس بادشاہ کے جور و ظلم اور شہنشاہان فرنگستان کے آفات کے باعث کہ وہ سب بت پرست اور غایت درجہ کے جانی دشمن مسیحیوں کے تھے مدتہاے مدید تک عیسائیوں کو قتل متواتر کرتے رہے اور اشد عذاب و عقوبت اُن لوگوں پر کرتے تھے انکا یہہ بھی حکم تھا کہ مسیحیوں کی کتابیں جہاں تک پاؤ نیست و نابود کردو۔ پس جہاں مدتوں تک آفتیں اور مصیبتیں ایمانداروں پر رہیں اور متواتر قتل جاری رہے ہوں اور ڈھونڈھ ڈھونڈھکر کتابیں جلائی گئی ہوں اس وقت کس قدر قلت کتاب مقدس کی ہو گی اور انہیں جعل و تحریف ممکن ہوگا ٭

مگر یہہ بھی ایک وہم معترضوں کا ہے۔ بخوبی معلوم ہوتا ہے کتب تواریخ

سے کہ اُس بلاؤ مصیبت اور سخت امتحان میں ایمانداروں نے جس طرح اپنا ایمان سلامت رکھا اور اپنے دین پر مستحکم رہے اِسی طرح انھوں نے اپنی دینی کتابیں محفوظ و مصئون رکھیں ٭

خدا کے اُن سچے بندوں نے اپنی جانوں کا دینا اختیار کیا اور اُسکے عوض میں اُن کتابوں کو لیا یا تو ایمان داروں کے حوالہ کیا یا تہہ خانوں اور محفوظ مقاموں میں چھپا دیا چنانچہ بعد گذر جانے اُس زمانۂ پرآشوب کے کتاب مقدس اور اُسکے سوا دوسری دینی کتابوں کے نسخجاتِ کثیر صدہا مقاموں سے برآمد ہوئے ۔ اور اِسکے سوا نہ تمام مسیحی روئے زمین سے نیست و نابود ہوگئے اور نہ تمام کتابیں برباد ہوگئیں بلکہ لاکھوں دیندار باقی اور موجود رہے اور بیشمار کتابیں اُس بلا سے محفوظ و مصئون اُنکے ساتھ رہیں ۔ اور وہ سب بجنسہٖ و بعینہٖ ویسی ہی ہیں جو اب جاری ہیں ٭

(۷) یہہ کہ حواریوں کے وقت سے پندرہ سو برس تک مسیحی کلیسیوں میں مجموعۂ عہد عتیق کا ترجمہ یونانی مستعمل تھا اور عبرانی کی طرف جمہور سلف متوجہ نہ تھے ۔ بلحاظِ حوادثِ مذکورہ عبرانی نسخجات کس قلت کے ساتھ ہونگے اور وہ بھی جسقدر ہوں یہودیوں کے پاس ہونگے اور عیسائی گرجوں میں بھی شاید بطور تبرک کہیں کہیں ہوں اور یہود تو شرارت میں ضرب المثل ہیں پس

انکو اپني شرارت سے یہہ بات اور غنیمت تھي کہ جو چاہیں بنالیں پس کیا عجب کہ یہودیوں نے مجموعۂ عہد عتیق میں تحریف کي ہووے ؛

یہہ بھي ایک وہم ھي مثل توہمات بالا کے ۔ اسواسطے اگر فرض بھي کرلیں خلاف واقع کہ پندرہ سو برس تک جملہ مسیحي حواریوں سے لیکے پندرھویں صدي تک زبانِ عبراني سے ناواقف تھے اور محض ترجمہ یوناني اُن میں رائج تھا اور بطور تبرک کہیں کہیں عبادتخانوں میں عبراني اصل موجود تھي پس جب زبانِ عبراني سے واقفیتِ تام حاصل ہوئي اور ہزاروں عبراني دان عیسائي گذرے اُنھوں نے جب اُن عبراني نسخوں کو جو اُنکے بیچ تھے اُن عبراني نسخوں سے جو یہودیوں کے پاس ھي ملایا اور اُس ترجمہ یوناني بلکہ دوسرے زبانوں کے ترجموں سے ملایا تو بالاتفاق لکھا کہ سبکے سب مطابق و موافق اور یکساں ہیں جیسا آگے مرقوم ہوگا ؛

(۸) یہہ کہ ملاحظہ زبور و کتاب نحمیاہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہي کہ زمانہ سلف میں بھي طریق تصنیف کا ایسا ہي تھا جیسا اب ھي کہ مطالعہ کنندہ کتاب معلوم کرلیتا تھا کہ مصنف اپنا حال لکھتا ھي ۔ مگر توریت میں کوئي ایسي آیت نہیں ھي جس سے معلوم ہووے کہ حضرت موسي خود اپنا حال لکھتے ہیں بلکہ جہاں ذکر موسي آیا ھي بصیغہ غائب بیان کیا ھي ایک جگہہ بھي صیغہ متکلم نہیں ھي

لہذا اُسکے پڑھنے سے صاف واضح ہوتا ھی کہ اِس کتاب کا لکھنے والا سوای
موسی کے کوئی اور شخص ھی ÷

یہہ تقریر قابل غور ھی کہ محض اِس بات سے کہ متکلم کلام نے اپنے تئیں
بصیغۂ غائب بیان کیا ھی اس سے دریافت ہوتا ھی کہ وہ کلام اُسکا نہیں
ھی یا اس سے تحریف ثابت ہوتی ھی - ایسی بات کو کون سچ مانیگا کہ
ایک مُصنّف اپنی تصنیفات میں اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کرے تو وہ کتاب
اسکی تصنیف متصور نہو گی بلکہ معلوم ہوگا کہ کسی دوسرے کی ھی ÷

یہہ عجیب و غریب بیان ھی نہ دیدھی نہ شنیدھی - ملاحظہ فرمایئے کہ اکثر
شعرا اور صاحبانِ تصانیف کا دستور ھی کہ اپنے تئیں بصیغۂ غائب یا حاضر بیان
کیا کرتے ہیں - صدہا دیوان و دیگر تصانیف زمانہ سابق و حال کی موجود
ہیں پس ایسا کرنے سے وہ کتاب یا وہ اقوال دوسرے لوگوں کے
نہیں ہو جاتے ہیں اور کوئی نادان بھی نہیں سمجھتا ھی کہ یہہ کتاب کسی
دوسرے شخص کی ھی ÷

خصوصاً جب کوئی شخص اپنا حال اور اپنی سرگذشت درج کتاب کرے
تو زیادہ مناسب ھی اور زیبا کہ اپنے تئیں بصیغۂ غائب بیان کرے علی الخصوص
کتاب توریت جو محض بالہام و حکم الٰہی اور کلام خدا ھی اور حضرت موسیٰ صرف

صرف اُسکے نویسندہ اور کاتب ہیں پس اس حالت میں حضرت موسی ایک
منشی اور کاتب من جانب اللہ ہیں اس صورت میں اگر اُنھوں نے اپنے
تئیں بصیغۂ غائب ظاہر کیا تو کیا قباحت بلکہ بہت درست اور مناسب تھی
— اِس سے ہرگز کسی کو وہم نہیں ہوسکتا ہی کہ توریت موسی نے نہیں لکھی
اور نہ اِسبات کو کچھہ مناسبت دعوی تحریف سے ہی ✤

(۹) یہہ کہ مجموعۂ عہدِ جدید میں سے نامۂ عبرانیاں اور نامۂ یعقوب و نامۂ
یوحنا و نامۂ یہودا و کتاب مشاہدات یوحنا کی نسبت چوتھی صدی سے پہلے
کے لوگوں میں اختلاف تھا بعضے الہامی جانتے تھے اور اکثر اُنکو نہیں جانتے
تھے اور کلام الہی نہیں مانتے تھے مگر اب وہ صحف الہامی میں شامل ہیں
مگر واضح ہو کہ ایسی باتوں سے تحریف ثابت نہیں ہوتی ہی — اول تو
اہل اسلام کو یہی جواب کافی و شافی ہی کہ قرآن اُن تمام و کمال صحائف
کی تصدیق کرتا ہی جو زمانہ محمدی میں مروج تھے پس اس سے کیا غرض کہ
اُس زمانہ سے دو سو تین سو برس پہلے کے لوگ کیا اختلاف کرتے
تھے — جبتک ہم خود قرآن ہی کی شہادت اور تصدیق سے اسکی
غیر حقیت و بطلان ظاہر کرتے ہیں تب تک اس امر کا بالکل موقع نہیں ہی
کہ اہل اسلام خلاف شہادت قرآن کلام کریں ✤

اِسکے سوا واضح ہو کہ صحف مذکورہ بالا کی نسبت بعض قدما کو نہ اکثر کو شبہہ
تھا کہ فی الحقیقت حواریوں ہی کے لکھے ہیں یا نہیں اور وجہ شبہہ کی یہہ
تھی کہ جب کوئی کتاب یا رسالہ باالہام الہٰی حواری لکھتے تھے اُسکی نقلیں تمام
جماعاتِ مسیحی میں ہو جاتی تھیں اور جبتک اُن لوگوں کو یقین کلّی نہو لیتا تھا کہ یہہ
حواریوں نے لکھا ہی اُسکو کتاب الہٰی کے ساتھ شامل نہ کرتے تھے پس
اِن صحیفوں کی نقلیں بعض جماعتوں کے پاس موجود نہ تھیں اور اُنکو یقین کلّی نہوا تھا کہ
حواریوں سے لکھی گئی اس باعث سے بعض قُدما کو کچھہ شبہہ تھا مگر قدما میں
سے بھی حواری یا اُنکے شاگردوں کو شبہہ نہ تھا صرف بعض علماے مسیحی کو
جو اُنکے بعد ہوئے اُنکو کچھہ شبہہ تھا کہ آیا حواریوں کے لکھے ہیں یا نہیں -
لیکن جس وقت صحف مذکورہ جماعاتِ عامہ مسیحی میں مشہور و معروف ہوئے
اور دینداروں نے مقبول مانا تب سبکو یقین ہوا کہ وہ فی الحقیقت حواریوں کے
ہیں اِسیواسطے برضامندی کل جماعات کے کتاب مقدس کے ساتھ شامل کیے
گئے اور اب تک متواتر و متوالی ہیں ؛

(۱۰) یہہ کہ کتاب مقدس کے صحیفوں کا حال سو تین سو برس تک
ایسا ہی کچھہ پریشان تھا چنانچہ مجموعہ عہد جدید کا اور لکھا گیا اِسی طور کتاب
جودت و توبیاہ و مکتی و باروق و نامہ یرمیا کی نسبت گفتگو تھی آخر کو ۳۶۴ عیسا

بحکم قسطنطین بادشاہ کے شہر نائس میں مجلس ہوئی اُسمیں کتاب جودت
واجب التسلیم ہوئی — پھر ۳۶۳ء میں دوسری کونسل لوڈیسیا ہوئی اسمیں
سات کتاب اَور واجب التسلیم مانی گئیں پھر ۳۹۷ء میں تیسری مجلس کارتھیج
منعقد ہوئی اُسمیں کتب مذکورہ اور ایک اَور مانی گئیں یعنی جودت وو زڈم
و توبیا و باروق و اکلیز اور دونوں کتاب مقابیس اور کتاب مشاہدات یوحنا
چنانچہ رومن کاتھلک فرقہ مسیحی آج تک انکو مانتا ہی مگر پروٹسٹنٹ اُن میں سے
صرف مشاہدات کو مانتے ہیں اور باقی سات کتاب کو نہیں مانتے ہیں +
مگر اِس سے بھی تحریف کتاب مقدس سے کچھ نسبت نہیں ہی اسواسطے
کہ ساتوں کتب مذکورہ بالا کبھی کتاب مقدس اصلی یعنی نسخہ عبرانی کے ساتھ
شامل نہیں ہوئیں اور نہ اب ہیں اور نہ عبرانی زبان میں ہیں — صرف ترجمہ
یونانی کے ساتھ شامل ہوئی تھیں اور نہ وہ الہامی ہیں نہ کسی نبی کی لکھی ہیں
بلکہ توریت کے تمام ہونے کے بعد بعض یہودی عالموں نے بطریق نصیحت
و تواریخ کے لکھی تھیں بزبان یونانی — پس وہ کلامِ الٰہی اور الہامی نہیں جیسا کہ
اُن کتابوں کے مطالب سے بھی ظاہر ہی — اسی سبب سے کتاب مقدس
کے ساتھ نہ سابق میں شامل تھیں اور نہ اب ترجموں کے ساتھ شامل
ہوتی ہیں — مگر چونکہ کتب مذکورہ بہت مفید اور تعلیم و نصیحت اور وعظ و پند کے

لائق و عمدہ ہیں اسواسطے وہ جماعت میں پڑھی جاتی ہیں اور اُنکے ذریعے
بھی وعظ و پند کی جاتی ہے اور کتاب مشاہدات یوحنا کا حال اوپر مذکور
ہو چکا ہے ❊

جسکو زیادہ تحقیقات اُسکی مطلوب ہو لازم ہے کہ اس خاص امر کے
باب میں جو کتب مفصل ہیں انکو مطالعہ کرے کہ اطمینان کلی ہوگا کہ محض
کتاب مقدس سکی سب بلا بیشی و کمی اسیقدر ہے جتنی اب ہے اور وہ کتابیں
علماے یہود نے لکھی تھیں الہامی نہیں مگر لایق تعلیم و تلقین و وعظ و
نصیحت کے ہیں اسیوجہ سے سابق میں بھی وہ جماعت مین پڑھی جاتی
تھیں اور اب بھی ❊

(۱۱) ترجمہ سامری اور یونانی جو زمانہ قدیم میں ہوے ہیں اُن میں ایسا
اختلاف ہے کہ دلالت کرتا ہے کہ کتاب عہد عتیق میں بلا شبہہ تحریف ہوئی ہے
چنانچہ تعداد زمانہ آدم سے طوفان تک اختلاف ہے اور اسیطور حضرت آدم
و شیث وغیرہ انبیا اور بزرگوں کی عمروں میں اختلاف ہے۔ اسی نوع دونوں
ترجموں کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ بعض مقامات پر الفاظ و کلمات
اور کہیں آیت کی بھی کمی و بیشی اور تبدیل پائی جاتی ہے کہ ایک ترجمہ میں ایک
لفظ ہے اور دوسرے میں نہیں ہے یا بجاے اُسکے دوسرا لفظ ہے اور اسیطور کہیں

کہیں آیتوں کی کمی وبیشی بھی ھی بنابر آن اگر ایک صحیح ھی تو دوسرا غلط ھی اور یہی تحریف ھی ✤

مگر ہر فہمیدہ و منصف مزاج شخص جان سکتا ھی کہ جیسا احقر نے سابق ازیں عرض کیا کہ جس حالت میں اصل نسخہ یعنی نسخہ عبرانی جس زبان میں کتاب عہد عتیق انبیاے کرام نے لکھی صحیح موجود اور جاری اور مشہور و معروف ھی۔ پس اگر اسکے ترجموں میں اختلاف ھی اور متفق اللفظ یا متحد المعنی نہیں تو اس سے تحریف کتاب اصلی کی نہیں ہو سکتی ھی۔ غایة الامر یہہ کہ اگر فرض بھی کریں کہ دونوں ترجمے سامری اور یونانی میں بڑے بھاری اختلاف ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ھی کہ اگر ایک ترجمہ کو صحیح مانو تو دوسرا غلط ھی تو بھی تحریف کتاب مقدس نہیں ہو سکتی ھی اور خود کتاب اصلی غیر معتبر و نا معتمد نہیں ہو سکتی ھی انتہا یہہ کہ ایک ترجمہ غلط ٹھہریگا۔ نہ یہہ کہ اصل کتاب کو محرف ٹھہراویں جیسا کہ سابق ازیں عرض ہوا ✤

اسکے علاوہ یہہ بھی واضح ہو کہ جن علماؤن نے دونوں ترجموں سامری اور یونانی مذکورہ کو بڑی ہوشیاری اور غور کے ساتھہ باہم دگر مقابلہ کیا ھی اور پھر ان دونوں کو اصلی نسخہ عبرانی سے بھی ملایا انھوں نے صاف صاف شہادت دی ھی اور مقابلہ سے ظاہر کیا ھی کہ ہر چند ان ترجموں میں باہم دگر اختلاف ہیں اور اصل نسخہ عبرانی سے بھی فرق ان میں پایا جاتا ھی لیکن

سب اختلاف اتنے کم اور غیر مہم اور غیر گراں تر وائدات میں واقع ہیں کہ باوجود اُنکے واضح ہی کہ کتاب مذکور اب بھی صحیح اور اصلی موجود ہی ؛

اِن ترجمات میں بھی ایسا اختلاف معنوی نہیں ہی جسکی باعث اُصول دین یا تعلیمات و ہدایات یا کسی بڑی بات میں فرق پڑے — ہاں بعض الفاظ و کلمات کا فرق ہی ترجموں کے سبب اور سہو کاتبوں اور نقل کنندوں سے ہو جاتی ہیں سو ہیں نہایت جزئی اور اخف امروں میں ؛

بلکہ کمال تعجب ہی اور نہایت حفاظت و صیانت کی دلیل ہی کہ باوجود اسقدر عرصہ کثیر کے کہ ہزار برس سے زیادہ مدت تک دونوں ترجموں کی نقلیں بیشمار ہوئیں اور اِس حالت میں سہو کاتبین سے زیادہ فرق پڑنا ممکن تھا سو ویسا نہوا بلکہ باہم گر دونوں ترجمے اور اصل عبرانی نسخہ سے ایسے موافق و مطابق ہیں کہ جملہ اصول دینیہ و شرائع و احکام الٰہی و دیگر مطالب و مقاصد یکساں و متحد ہیں — صرف بعضی چیزوں مثل پہاڑوں یا دریا وغیرہ کے نام یا اعداد وغیرہ جزئی اور خفیف باتوں میں تفاوت ہی ؛

الغرض اِس اختلاف خفیف ترجمات قدیم سامری و یونانی سے ہرگز کتاب مقدس کی تحریف ثابت نہیں ہوتی ہی اور نہ اُسکے باعث کسی کے دل میں شبہہ پڑ سکتا ہی ؛

(۲) یہہ کہ کتاب عہد عتیق کے نسخجات عبرانی بھی باہم دگر مختلف ہیں اور اسیطور تمام نسخجات کتاب عہد جدید بھی یکساں نہیں ہیں بلکہ کمی و بیشی اور تبدیل الفاظ کی ہی اور بعض جگہ آیتوں کی بھی — اور تحریف کا ثبوت تو ایک لفظ کی کمی بیشی یا یا تبدیل سے ہو جاتا ہی — پس جس حالت میں خود علماے مسیحی کے اقرار سے ثابت ہی کہ ہزاروں جگہہ کمی و بیشی یا تبدیل الفاظ و کلمات اصل نسخجات میں واقع ہی تو پھر کس طرح ان کتابوں کو صحیح اور اصلی اور غیر محرف اور بلا تبدیل کہہ سکتے ہیں بلکہ بالیقین تحریف ثابت و محقق ہی ؁

اس اعتراض کو اکثر علماے محمدیہ نے پیش کیا ہی — مگر ہر فہمیدہ و سنجیدہ شخص جان لیگا کہ ایسی باتوں سے تحریف ثابت نہیں ہو سکتی ہی اور نہ اختلافات نسخہ سے خصوصاً جب امورات جزئیہ میں ہوں کوئی کتاب غیر معتبر ٹھہر سکتی ہی — جیسا کہ میں نے اسبات کو بقدر ضرورت بیان معنی تحریف میں ذکر کیا ہی ؁

واضح ہو کہ بہت سے علماے مسیحی نے محنت شاقہ کر کے بڑے احتیاط اور کمال عرق ریزی سے جسقدر نسخجات قدیم و جدید قریب اور دور کے فراہم ہو سکے جمع کر کے مقابلہ کیا چنانچہ حکیم کنیکٹ نے ۶۳۰ عہد عتیق کے نسخوں کا مقابلہ کیا — اور دی روسی عالم نے ۳۷۹ نسخوں کو باہم دگر ملایا اور اسیطور اور بھی کئی عالموں نے مقابلہ کیا اور بعد مقابلہ نتیجہ مقابلہ یہہ نکلا کہ اگرچہ عہد عتیق کے

عبرانی نسخجات میں کاتبوں اور نقل نویسوں سے کے سہو ونسیان وغیرہ سے غلطیاں اعراب ونقاط وحروف والفاظ کی اور بعض جگہہ جملہ کی بھی پائی جاتی ہیں مگر باوجود اسکے کوئی سہو اور غلطی ایسی نہیں ہے جسکے باعث اصول ایمانیہ یا ارکان دین یا ہدایت وتعلیم یا کسی اور عمدہ اور بڑی بات میں اختلاف یا تبدیل واقع ہوا اور نہ کوئی قصدی تبدیل ثابت ہوئی ہے بلکہ عبرانی نسخہ عہد عتیق کا اصلی اور بلا تحریف وتبدیل ہمارے زمانہ تک مروج ومشہور ہے ÷

پھر لکھا ہے کہ کوئی گمان نہ کرے کہ ان اختلافات نسخہ سے کے باعث کلام الہی میں کچھہ نقص واقع ہوا ہرگز نہیں بلکہ اسکی جملہ تعلیمات وہدایات ومطالب ومقاصد اب بھی وہیں ہیں جو ابتدا میں تھے ÷

علی ہذا القیاس حال کتاب عہد جدید ہے کہ مِیل وبنگل وویت السطین وگریسباخ وغیرہ نے ۳۰۰ نسخے اور شولز صاحب نے ۶۷۴ قدیمی نسخوں کا مقابلہ کیا اور انکے سوا اور بھی کئی مقابلے ہوئے ہیں سب نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اگرچہ ان نسخوں میں بوقت مقابلہ اختلاف اعراب ونقاط وحروف والفاظ اور بعضی جگہہ آیتوں کی تقدیم وتاخیر بھی پائی گئی اور چند جگہہ بعض جملہ کی کمی بیشی بھی دیکھی گئی مگر پھر بھی تمام کتاب بحالت اصلی بلا تحریف وتبدیل ہے تمام نسخوں میں ایک ہی مضمون اور مطلب اور مقصد ہے اور سب کے سب جملہ تعلیمات وہدایات واصول

و فروع میں موافق و مطابق ہیں — یہہ اختلاف اکثر اوقات نقل نویسوں کی غفلت و نسیان اور سہو سے ہوئے اور کبھی مالک کتاب کی فرمایش سے ایسا ہوا کہ نقل نویس نے کوئی کلمہ یا زیادہ بطور تفسیر حاشیہ پر لکھا یا خود اپنی ہی مرضی سے ایسا کیا اور جسنے اُسکی نقل کی اُس حاشیہ کو سہواً یا قصداً متن میں داخل کر دیا

القصہ جیسا میں نے سابق ازیں بیان معنی تحریف میں بیان کیا ھی مدعا یہہ ھی کہ سب سے عمدہ اور بہتر طریقہ کسی کتاب کی تصحیح کا یہہ ھی کہ جسقدر اُسکے نسخے قدیم و جدید ملیں اُن سب کا مقابلہ عالم و فاضل اور زباندان اُسکے کریں اور جتنے نسخے زیادہ ہونگے اُسی قدر بسبب سہو و نسیان کاتبوں اختلافات شمار میں زیادہ ہونگے لیکن اُتنی ہی صحت زیادہ ہوگی — پس قدیم زمانہ میں جب فن چھاپہ کا نتھا نقل نویس جب کتاب مقدس لکھتے تھے تو جیسا اَور کتابوں میں ہوتا ھی اُسی طور کتاب مقدس کی نقل کرنے میں بھی اُن سے غلطی ہوتی تھی کیونکہ محال عادی ھی اور خلاف تجربہ کہ کسی کتاب کو کئی شخص نقل کریں اور کوئی غلطی نہ کرے — ہاں البتہ اس کتاب کی نقل میں زیادہ احتیاط بھی جیسا کہ معلوم ہوتا ھی — مگر یہہ بات نہیں ہو سکتی ھی کہ ہزار ہا ہزار نسخوں کا مقابلہ ہو اور سب کے سب نسخے حرف بحرف اور نقطہ بنقطہ موافق و مطابق ہوں ✝

پس جب مصححین کتاب مقدس نے مقابلہ کیا اور اُن نسخوں میں فرق اختلاف

مذکور ملاحظہ کیا تو اس سے تحریف ہرگز ثابت نہیں ہوتی ھی بلکہ بلحاظ دیگر کتب کے مقام تعجب ھی کہ اگر اتنی بڑی کسی دوسری کتاب کے اسقدر نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اختلافات کثیر پائے جاتے اور بڑے بڑے فرق و تفاوت دیکھے جاتے ۔ مگر اس کتاب کے نسخوں کے مقابلہ میں باوجود کثرت نقول اور امتداد مدت مدید پھر بھی اتنے ہی اختلاف پائے گئے اور پھر ایسا اختلاف کوئی نہ پایا گیا جسکے باعث عمدہ مطالب و مقاصد میں فرق پڑتا یا ارکان دین اور اصول ایمان یا ہدایت و تعلیم یا دیگر مضامین عمدہ میں کمی بیشی یا تبدیل و تغیر ہونے کا شبہہ پڑتا ۔ پس جملہ نسخجات قدیم و جدید متحد المضامین و متفق المطالب والمقاصد ہیں اور یہہ بھی ایک بڑی دلیل کتاب مقدس کی حفاظت و صیانت کی ھی ؛

اور واضح ہو کہ مصححین و محققین کی محنت اور کوشش سے وہ اختلافات رفع بھی ہوگئے ہیں اور تمام غلطیاں جو ایک نسخہ میں پائیں وہ دوسرے نسخوں کے مقابلہ سے صحیح ہوگئیں صرف چند آیات معدود و مشتبہ باقی ہیں جنکی جائے مرجع معلوم اور وہ بھی ایسی ہیں جنکے ہونے اور نہونے سے کسی طرح کا مطلب یا مضمون جزئی بھی کم و بیش نہیں ہو سکتا ھی ۔

الغرض ان اختلافات نسخوں کے اعتراض سے کسی نہج کتاب مقدس

محرف متصور نہیں ہوسکتی ھی اور نہ اس جہت سے وہ غیر معتبر و غیر معتمد خیال کیجا سکتی ھی - باقی یہہ بات ہی اور ھی کہ تحریف کا ثبوت تو ایک لفظ کی کمی بیشی یا تبدیل سے ہوجاتا ھی +

علماے اہل اسلام جو اس اعتراض کو پیش کرتے ہیں اُن سے تعجب ھی یا تو اُن کو لازم ھی کہ ثابت کریں کہ کتاب مقدس کے اختلافاتِ نسخہ سے مطالب و مقاصدِ کتاب بدل گئے اور نہیں تو ایسا کلام کہنا نہ چاہیے کہ اب وہ قابلِ اعتماد و لائقِ اعتقاد نہیں ھی +

(۱۳) یہہ کہ توریت تمام و کمال حضرت موسی کی تصنیف نہیں معلوم ہوتی ھی اسواسطے کہ اُس میں بہت سی عبارتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن سے دریافت ہوتا ھی کہ وہ عبارتیں یقیناً حضرت موسیٰ نے نہیں لکھیں جیسا کہ اُس کتاب کے آخری باب میں حالِ موت حضرت موسیٰ کا لکھا ھی - پس اس سے تو صاف معلوم ہوتا ھی کہ یا تو تمام توریت حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں ھی یا وہ عبارتیں دوسرے لوگوں نے بڑھا دی ہیں اور یہی تحریف ھی +

مگر یہہ بھی ایک ناواقفیت کا شبہہ ھی اسواسطے کہ بعد حضرت موسیٰ کے حضرت عُزیر نے توریت کو لکھا ھی چنانچہ کتاب مقدس سے واضح ہوتا ھی پس اُنھوں نے بعض عبارات بطور ایضاح و بیان مطالب اضافہ کیں اور حضرت موسیٰ کی موت کا

حال مظنون یہہ ہی کہ حضرت یوشع نے لکھا ہی ۔ جیسی توریت کہ اب ہی تمام اُن عبارتوں مذکورہ کے تمام قدیمی نسخوں میں اور دوسری زبانوں کے قدیمی ترجموں میں موجود ہی اور سلف سے خلف تک یہودی اور عیسائی بیشمار لوگوں میں مروج اور جاری رہی ہی اور گو اب اُن بعض عبارتوں کی نسبت یقیناً نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کس نبی نے لکھیں لیکن قدیم سے توریت ایسی ہی ہی اور مجموعہ میں شامل ہی ایسی سب باتوں کے واسطے خداوند یسوع مسیح کی شہادت کافی ہی کہ جو صحف انبیا کرام اُس زمانہ میں جاری اور مروج تھے اُن کو خداوند نے تسلیم کیا اور اُنکی تصدیق کی اور اُنپر حوالہ دیا ۔

اور محمدیوں کے واسطے اسیقدر کافی ہی کہ جو توریت زمانہ محمدی میں جاری تھی وہ یہی ہی جسکی تصدیق قرآن کرتا ہی پس اگر مسلمانوں کو اِن عبارتوں کی نسبت کچھ شبہہ ہی تو اُن قدیمی نسخوں کو ملاحظہ کریں جو قبل محمد صاحب کے دو سو تین سو برس پہلے کے لکھے ہیں اور اب تک موجود ہیں کہ اُنمیں عبارات مذکورہ بجنسہ و بعینہ موجود ہیں یا نہیں ۔

(۱۴۱) یہہ کہ ۵۳۳ء سے اکثر فرقوں میں پوپوں کی حکمرانی شروع ہوئی اور سنہ ۵۸۸ء میں اُنکا تسلط بڑے زور شور سے ہو گیا اور فرقہ پروٹسٹنٹ کے بڑے بڑے عالموں نے اُن پوپوں کو شیطان ازراہِ مذمت کہا ہی اور پادری صاحب ترجمہ

لاطینی کے حق میں جو دار ایمان مقلدان پوپ کا هی یهه لکهتے هیں که کوئی
ترجمه مثل ترجمه لاطینی کے خراب نهیں هی اُسمیں الحاق بهی هوا هی پس جب
مدتهاے مدید تک اُس خراب ترجمه کی فراولت رهی اور اس عرصه مدید تک اُس میں
الحاق هوتے رهے تو تحریف مستحیل عقلاً نهیں هی ؀

مگر واضح هی که پوپ اور اُنکے مقلدون کی مذمت اور تحریف سے کچهه مناسبت
نهیں هی جو لوگ خدا کے حکمون پر نه چلیں اور خلاف کلام الله رسم و رواج آبائی کے
پابند هوں اور بدعتوں کو مانیں وه قصور اُن لوگوں کا هی مگر اس سے کلام الهی
پر کوئی اعتراض نهیں — باقی رها ترجمه لاطینی پس جیسا میں نے اوپر عرض کیا
که جس حالت میں اصل نسخه مقدس کتاب کا یعنی نسخه عبرانی عهد عتیق کا اور نسخه
یونانی عهد جدید کا صحیح موجود اور جاری هی پس ترجمه کی غلطی سے کتاب موصوف
محرف نهیں هو سکتی هی — سقم هی تو اُس ترجمه میں هی اور بس ؀

(۱۵) یهه که بعض صاحبوں نے بعضے دهریوں اور ملحدوں اور منکروں کی
کتابوں سے کتاب مقدس کے مضامین پر بهت سے اعتراض کیئے هیں که
فلاں فلاں مضامین نا مناسب هیں اور یهه تعلیم اچهی نهیں هی اور اِس بیان پر فلانا
منکر یهه اعتراض کرتا هی — اور فلانا دهریه اپنی کتاب میں کلام الهی پر یوں هنستا
هی اور فلانا ملحد اور منکر ایسے کلمات گستاخانه کهتا هی اور فلانا بے ایمان خود

خدا تعالی کو نہیں مانتا ھی اور فلانے زمانہ میں دہریوں کا فلانے فلانے
ملک میں یہہ زور و شور تھا اِسی طور جرنل کے جز سیاہ کیئے ہیں اور اُنکے
ذیل میں یہہ بھی بیان کیا ھی کہ بعض روایات یا تعلیمات کتاب مقدس کی
باہمدگر مخالف و مبائن ہیں یا یہہ بیان خلاف واقع ھی وغیرہ ؛

لیکن اِن باتوں سے اور تحریف سے کوئی علاقہ نہیں ھی - ایسی
باتوں کا لکھنا اِن صاحبوں کو محض ازراہ تعصب و خشم و غضب ھی کہ جب ثبوت
تحریف سے عاجز ہوئے ایسی باتیں دہریوں اور ملحدوں کے اقوال سے
لکھہ دیں تاکہ لوگوں کے دل میں کتاب مقدس اور دین حق کی طرف سے
شبہہ پڑے اور یوں ہی تذبذب اور شک میں پڑجاویں - مگر اول تو ایسے
کلام جیسے اُن صاحبوں نے باوجود اقرار اسلام کے کتاب اللہ اور دین
حق اور انبیا و حواریوں وغیرہ کی نسبت لکھے ہیں ہرگز ہرگز کسی محمدی کو درست
نہیں بلکہ بلاشبہہ ایسی باتیں کرنا اور لکھنا دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ھی
چنانچہ جو چاہے اُن باتوں کو دیکھہ لے کہ اہل اسلام کو زیبا نہیں بلکہ خلاف
بات ھی کہ جب تک وہ اسلام کا دعوی کرتے ہیں تب تک اُن باتوں میں
گفتگو کریں اور ایسے اعتراض پیش کریں جو جانبین کے نزدیک مسلم اور
بلا اختلاف ہیں ؛

اسکے سوا اگر بفرض محال تسلیم بھی کیا جاوے کہ وہ سب اعتراض درست
ہیں اور تمام باتیں صحیح ہیں کہ کتاب مقدس کی تعلیم وہدایت وغیرہ درست
نہیں ہیں اور اسکی روایتوں میں تعارض وتضاد حقیقی ہے تو اس سے یہہ معلوم
ہوگا کہ کتاب مقدس الہامی نہیں اور دین مسیحی حق نہیں۔ مگر اس سے کتاب
مقدس کی تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ تحریف اسی صورت میں ثابت
ہوسکتی ہے جب یہہ بات بدلائل یقینیہ ثابت ہو کہ ان کتابوں میں پہلے یہہ
مضمون نہ تھے اور وہ روایات نہ تھیں اور وہ تعلیمات وہدایات واخبار وغیرہ
نہ تھے جنپر اعتراض کیا ہے یا جنکو دہریوں ملحدوں اور منکروں نے نامناسب
اور برا کہا ہے۔

کسی کتاب پر لوگوں کا اعتراض کرنا اور اسکے مضامین کو برا جاننا بلکہ بالفرض
اسکے فی الواقع قابل اعتراض ولائق گرفت کے ہونا اور بات ہے اور تحریف
دوسری بات ہے۔

مثلاً قرآن کے مطالب ومقاصد ومضامین پر لوگ اعتراض کرتے ہیں
اسکے اصول ایمانیہ اور احکام اور قصص وغیرہ کو نامناسب اور خلاف واقع بیان
کرتے ہیں اور اسکی آیات واخبار میں بھی اختلاف معنوی اور حقیقی ظاہر کرتے
ہیں لیکن اس سے قرآن کی تحریف ثابت نہیں ہوسکتی ہے بلکہ جو سنیگا ہنسیگا

کہ جس قدر نسخے قرآن کے ہیں سب میں یہی مضمون اور مطالب ہیں پس
یہی حال کتاب مقدس کا سمجھو ❊

الغرض مضمون اور مطالب کتاب مقدس پر اعتراض کرنے سے
کسی نہج شبہہ تحریف نہیں پڑسکتا ھی - ہان جسوقت اہل اسلام کتاب
موصوف کو اصلی اور صحیح ہونے کے معترف ہوں اور یہہ بات بھی بالانصاف
دل یقین کریں کہ قرآن کتاب موصوف کی گو بظاہر تصدیق کرتا ھی کہ اُسکو
کلام اللہ بتلاتا ھی مگر بباطن اُسکے مخالف و مباین و معارض بیان و تعلیم
کر کے اسکی تکذیب کرتا ھی تو ایسا کرنے سے وہ خود نفی الواقع و فی الحقیقت
کلام الٰہی نہیں ہوسکتا ھی - تب اس بات کی تحقیقات اور دریافت کا موقع
ہوگا کہ کتاب موصوف منجانب اللہ ھی یا نہین - اور اُسکے مطالب و مقاصد
و مضامین حق و درست اور صحیح و راست اور واقعی ہیں یا نہیں اور دہریہ
ملحدوں اور منکروں کے اعتراض سچا ہیں یا جہا - مگر جب تک مسلمان
قرآن کو من جانب اللہ اور محمد کو رسول اللہ مانتے ہیں تب تک اُنکو کتاب
مقدس کے مضامین پر یا انبیاے کرام وغیرہ بزرگان دین مسلم الطرفین
پر معترض ہونا نازیبا و نامناسب و خلاف داب مناظرہ و مباحثہ اور خلاف
حق جوئی و خدا ترسی کے ھی ❊

(۱۶) یہہ کہ جسٹن نامی عالم مسیحی یہودیوں کو بعض آیات توریت کی نسبت الزام تحریف دیتا تھا کہ انھوں نے توریت کو بعد مسیح بدل ڈالا ھی اور علماے مسیحی نے اُسکے قول کو تسلیم کیا ھی - پس علماے مسیحی کے اقرار سے توریت کی تحریف ثابت ھی +

مگر واضح ہو کہ جسٹن نے یہہ بات غلطی سے کہی چنانچہ محققین علما نے اس امر کو بخوبی تمام ظاہر کیا ھی کہ اُسنے یہہ بات صرف اس باعث سے کہی تھی کہ وہ زبان عبرانی نہ جانتا تھا اِس جہت سے اصل عبرانی نسخہ سے ناواقف تھا صرف قدیم ترجمہ یونانی جسکو سپٹواجنٹ کہتے ہیں اُسکے پاس تھا اور ترجمہ مذکور بعض جگہہ غلط ھی اس جہت سے جیسا اُسنے دیکھا کہ نسخہ عبرانی جو یہودیوں کے پاس موجود تھا اُسکے پاس والے ترجمہ سے سب باتوں میں موافق نہیں بلکہ بعض جگہہ فرق ھی تو اُسنے گمان کیا کہ ان یہودیوں نے اپنا نسخہ عبرانی بدل ڈالا ھی پس یہہ قول جسٹن کا محض ناواقفیت زبانِ عبرانی سے تھا چنانچہ کئی علماے نامدار نے اسبات کو بدلائل ثابت کیا ھی کہ نسخہ عبرانی باوجود سہو و نسیان کاتبوں کے نہایت خفیف باتوں میں ہوئے ہیں اصلی اور قابل اعتماد ھی +

اور جسٹن کے قول کو بعض علما نے مانا تھا نہ یہہ کہ سبنے پس ایک شخص کا

گمان جو محض ناواقفیت زبان عبرانی کے سبب سے ہوا رد ہوا اُس تحقیقات کامل سے کے جو علماے کثیر نے کی ھی قابل التفات نہیں ھی جنھوں نے دونوں اصل اور ترجمہ کو ملاحظہ کر کے براہین ثابت کر دیا ھی کہ بلاشبہہ نسخہ عبرانی صحیح و درست بلا تحریف و تبدیل ھی ✣

(۱۷) یہہ کہ حواریوں ہی کے زمانے میں بہت سے لوگ جھوٹی تعلیمات کرنے لگے تھے بلکہ حواری اور انجیل نویس بھی اپنی تحریرات میں اپنے شاگردوں کو اسکی اطلاع کرنے لگے چنانچہ نامہاے حواریوں میں موجود ھی اور اُنکے بعد اتنی کتابیں انجیل اور اعمال الرسل اور نامے اور مشاہدات وغیرہ کے نام سے جعلی اور جھوٹی کتابوں کا رواج ہوا کہ اُنکا حصر مشکل ھی ۔ ہارن صاحب تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اُن جھوٹی اور جعلی کتابوں میں سے بہت سی نیست و نابود ہوگئیں اور بعضی اب تک موجود ہیں اُنکے تتبع سے اُن کتابوں کو جو اُسوقت موجود تھیں فہرست لکھی ھی ۔ پس جس حالت میں اتنی بیشمار کتابیں جاری ہوں پس کس طور معلوم ہوسکتا ھی کہ ان میں سے کونسی حق اور من جانب اللہ ھی اور کونسی جھوٹی اور جعلی ہیں ✣

لیکن اُن صاحبوں کا ایسا حق و باطل کو یکساں بیان کرنا محض تعصب سے ھی ورنہ ایسی باتوں سے کتاب مقدس پر تحریف کا شبہہ نہیں ہوسکتا ھی ۔ چنانچہ

پیدا کچھ نہیں پڑ سکتی ہی ✤ واضح ہو کہ جس طرح دین مسیحی باوجود کثرت رواج ادیان باطلہ کے سب میں معزز و ممتاز رہا ہی اور باوجودیکہ ابتدا سے آج تک بہت سے جھوٹے دین دنیا میں جاری رہے مگر دین مسیحی سب سے جدا اور علیحدہ ہی رہا اسی طور جھوٹی اور جعلی کتابوں کے ہونے یا جھوٹے وعظوں کے ہونے سے کتاب مقدس عہد جدید بھی مشکوک و مشتبہ نہیں ہو سکتی ہی ✤

جس طور حواریوں نے دینداروں کو ان جھوٹے وعظ و تعلیم کرنے والوں اور انکی باطل باتوں سے متنبہ کر دیا اسی طور جمہور مسیحی اور تمام کلیسیائے عامہ مسیحی صرف اس کتاب کی اب تک بلاناغہ تلاوت کرتے اور اسکے بموجب عمل کرتے رہے ہیں ۔ اور یہی کتاب ہمیشہ سے تمام جماعات میں عموماً بوقت عبادت روزانہ و اعیاد وغیرہ عبادتخانوں میں متواتر پڑھی جاتی ہی اور یہی مدار ایمان و اعمال و ہدایت و دستور العمل تعلیم و تلقین جماعات عامہ مسیحیہ میں رہی ہی ✤

الغرض کتاب مقدس انجیل کے یہی پاک نوشتے یعنی یہی اناجیل اربعہ و اعمال الرسل و مکتوبات و مکاشفات جملہ جماعات مسیحیہ میں عموماً مروج و متداول و مشہور و معروف ابتدا سے آج تک متواتر رہے ہیں یہانتک کہ ہر ایک ایماندار ان سے واقفیت رکھتا اور انکو بخوبی جانتا اور پہچانتا رہا ہی ۔ کیونکہ علاوہ علما

اور فضلاء کے جو انکو پڑھتے پڑھاتے وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین کرتے اور
جنکی تفاسیر و کتب و رسالجات و خطوط وغیرہ تصانیف ابتک بکثرت صفحہ روزگار
پر موجود ہیں — انکے سوا جو لوگ لکھنے پڑھنے سے عاری ہیں یا تھے
وہ بھی کتاب موصوف کو عبادتخانوں میں بوقت عبادت اپنی زبان میں ہم
سنتے اور وعظ و نصیحت و تعلیم و تلقین پاتے رہے ہیں جس سے انکو بھی کتاب
مقدس سے واقفیت و شناسائی حاصل ہوتی ہے ؛

پس کتاب موصوف دنیا میں عنقا صفت نہ تھی کہ جسکو کوئی نہ پہچانے اور
دوسری کسی کتاب کو مان لیوے دھوکھا کھا کر یا کسیکو ادنی شک و شبہہ
کتاب مقدس پر ہو سکے ؛

اور وہ جھوٹے اور جعلی نامے یا رسالے جو بعض بدعتی لوگوں نے لکھے
وہ کسی وقت جمہور مسیحیوں میں مقبول و مروج نہیں ہوئے اور نہ کسی جماعت مسیحی کو
انکے کذب کی نسبت کبھی شک و شبہہ ہوا بلکہ ہمیشہ دینداروں نے انکو مردود و
نامقبول جانا اور جھوٹا ظاہر کیا ہے — بلکہ خود ان تھیں جھوٹے ناموں اور رسالوں میں
سے بعض کے سیاق تحریر سے یہ ظاہر ہے کہ انکے مصنفوں نے وہ حکایات جمع
کر کے لکھ دی ہیں جو انکے وقتوں میں بعض لوگوں میں بطور قصہ اور زبانی روایات
کے مذکور تھیں — کچھ دعوی الہامی ہونے کا نہیں کرتے ہیں — بلکہ ان سے

بھی صاف واضح ھی کہ بوقت تالیف و تصنیف اُن رسالوں کے بھی انجیل شریف مشہور و معروف تھی اور خود اُن رسالوں کے لکھنے والے بھی اُسکو معتبر و مستند اور کلام اللہ ظاہر کرتے ہیں کہ بعض مقام پر بعض حالات کو اپنے اپنے رسالوں میں درج کرکے لکھتے ہیں کہ یہہ بات انجیل مقدس میں بھی مرقوم ھی *

خلاصہ یہہ کہ انجیل مقدس کے تمام پاک نوشتے آغاز سے اب تک جمیع جماعات عامہ مسیحیہ میں اور جمہور بیشمار مسیحیوں میں متواتر و متوالی ہر وقت جاری و مروج و مشہور و معروف رہے ہیں اور اُسکو سبنے ہمیشہ سے معتبر و مستند اور کلام اللہ مانا ھی جیسا کہ آگے اسکا مختصر حال درج ہوگا *

پس اگر بعض لوگوں نے زبانی روایات کو خواہ جمع ہی کردیا یا کسی کسی بدبختی کذاب نے اپنی حماقت اور شرارت سے کوئی رسالہ یا نامہ لکھکر الہامی بھی بتلایا ہو تو اِس سے کتاب مقدس مشکوک و مشتبہ نہیں ہوسکتی ھی *

جیسا کہ قرآن اہل اسلام میں عموماً جاری ھی پس اگر کوئی ایک جعلی اور موضوعی کتاب بنام نہاد قرآن کے لکھے جیسا کہ عوام میں مشہور ھی کہ فیضی نے ایسا کیا بھی تھا تو اِس سے قرآن متعارف و مشہور مشتبہ نہیں ہوسکتا ھی اور کوئی شخص شک نکریگا کہ قرآن کونسا ھی یا مثلاً کتاب موطا امام مالک جو بروایت یحیی اہل تسنن میں مروج ھی اگرچہ اُسکی واقفیت عام لوگوں کو نہیں ھی صرف علما ہی اُسکو جانتے پہچانتے ہیں پس اگرچہ کئی کتابیں

بنام موطانہ صرف مرقوم ہیں بلکہ وہ بھی جاری اور مروج ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے موطا جو مالک کی طرف منسوب ہی اُسکو ہر کوئی پہچانتا ہی اور کسی کو شبہہ نہیں ہی ؛

پس جس حالت میں کہ اناجیل اربعہ وکتاب اعمال الرسل ومکتوبات ومکاشفات یوحنا مسیحیوں کی جماعتوں اور بیشمار لوگوں میں اس درجہ مشہور ومعروف ومروج ومتداول ہوں کہ ہر شخص اعلی ادنی صغیر وکبیر عالم جاہل سب کے سب اُسکو جانتے اور مانتے ہوں اور خاطر خواہ اُنکی واقفیت وشناسائی رکھتے ہوں تو ایسی حالت میں اگر چند جھوٹی کتابیں ان ناموں سے یا دعوی الہام سے بعض بدعتی لوگوں میں پائی جاویں تو اُنکے باعث یہہ صحف مقبول نام ومشہور خاص وعام مشتبہ ومشکوک نہیں ہو سکتی ہیں ؛ بھلا آپ صاحب ملاحظہ فرماویں کہ جس حالتمیں کہ صحاح ستہ اہل تسنن میں وقت تالیف مؤلفین سے جاری ہیں اور لوگوں میں مشہور ہیں و تسلیم ہیں وہ کتابیں جاری ہیں پس اگر ایک عرصہ سے بہت سی جھوٹی کتابیں روایات وحکایات کاذبہ کی بعض لوگوں نے لکھی ہیں جیسے کئی کتب سیر او متعدد وفات نامے اور مولود اور صدہا کتب تعویذات واوراد ووظائف اور قسم قسم کے گنڈوں اور فتیلوں اور فالناموں او شگون وغیرہ اور انواع واقسام کی رسموں وغیرہ کی اور ملانوں اور پیرزادوں اور فقیروں وغیرہ میں جاری

بھي ہيں اور اِس شدومد کے ساتھہ کہ اُنکي روايتيں بھي لکھيں ہيں اور يہہ بھي کہ ہر کہ شک آرد کافر گردد ـ ليکن باوجود اِن سب باتوں کے کسي کو شک نہيں ہوجاتا ھي اور کبھي شبہہ پيدا نہيں ہوتا ھي کہ دوسري اور تيسري صدي ہجري ميں جو کتابيں تصنيف ہوئيں اور اب تک مروّج ہيں اور اُن ميں سے کون سي عموماً معتبر سمجھي جاتي ہيں ؛

پس اَي بھائيو کتابِ مقدس کو اِس سے بدرجہا افضل و اعلي اِس باب ميں سمجھو کہ اُسکے جاننے اور ماننے والے بيشمار خاص و عام ہر وقت اور ہر عہد ميں رہے ہيں پھر فرمايئے کہ اگر تيسري يا چوتھي صدي ميں چند چھوٹي کتابيں لوگوں نے خواہ توزباني روايات اور قصوں کو جو لوگوں ميں شائع تھے کسي نے جمع کرکے لکھہ ديا يا بعضوں نے اپني جعلي کتاب کو الہامي بھي ظاہر کيا تو جيسا اُن رسالوں اور کتابوں کو جماعاتِ عامہ مسيحي حق نہيں مان سکتے تھے اِسي طور اِن کتبِ مروجہ عام اور مشہور انام پر کسي کو ادني شبہہ بھي نہيں ہوسکتا تھا ؛

(۱۸) يہہ کہ کتابِ مقدس مروجہ حال کي تعليمات و ہدايات و اخبار وغيرہ مخالف و منافيِ مطالب و مقاصدِ قرآن و احاديث محمدي کے ہيں اِس سے دريافت ہوتا ھي کہ کتابِ موصوف محرّف ہوگئي ھي ـ بعضے کہتے ہيں کہ تحريف معظمات امور ميں واقع ہوئي ھي بالفاظ يسير و قليل اور بعضوں کا يہہ قول ھي کہ نہيں بلکہ بکثرت تمام تبديل و تحريف

واقع ہوئی ہی اور بعضوں کا بیان ہی کہ یہہ وہ کتاب ہی نہیں ہی بلکہ اور ہی کتاب ہی۔ یہہ تو کسی نے توریت و انجیل و زبور وغیرہ صحف انبیاے کرام سے بعض تعلیمات و ہدایات و اخبار وغیرہ اخذ کرکے درج کردی ہیں اور باقی آپ اپنی طرف سے جو چاہا لکھ دیا ہی لہذا جسقدر مطالب و مقاصد اس کتاب میں موافق قرآن و حدیث کے ہیں یا اُنکے مخالف نہیں ہم اُنکو مان سکتے ہیں اور باقی جو مخالف و مباین قرآن و حدیث ہیں وہ سب بلاشبہہ محرف ہیں +

مگر یہہ ایک عجیب دلیل اور طرفہ مضمون ہی کہ محض اپنے دعوے بلا دلیل کو عین ثبوت کے قرار دیا ہی۔ اگر صرف دعویٰ کرنے ہی سے کوئی بات ثابت ہو جایا کرے تو جو کوئی جو دعویٰ کرے حق مانا جاوے +

غور فرمائیے کہ جس حالت میں قرآن ایسی کتاب کی تصدیق کرتا ہی اور اُسکو سچا بتلاتا ہی جو مشہور و معروف اور مروج و متداول خواص و عوام مسیحیوں اور یہودیوں میں تھی جسکا صحیفۂ اول یعنی توریت قرآن سے دو ہزار برس پہلے سے مروج و متداول تھا اور صحیفۂ آخر بھی پانسو برس پیشتر سے جاری تھا۔ الغرض ایسے وقت میں کہ کتاب مقدس اطراف عالم و اکناف جہان میں شرق سے غرب تک یہودیوں اور مسیحیوں میں جاری اور مشہور و معروف تھی اُسوقت قرآن کی تصنیف شروع ہوئی اور وہ قرآن کتاب موصوف کو سچا اور خدا کی طرف سے بتلاتا ہی اور اُسکے کلام اللہ

ہونیکی جابجا تصدیق کرتا ہی اور اپنی حقیقت اور منجانب اللہ ہونے اور محمد صاحب
کی نبوت کا بھی دعوی کرکے اپنے دعوے کی صداقت کے واسطے
کتاب موصوف کو شاہد اور گواہ قرار دیتا ہی ۔ مگر کتاب موصوف مین کسی جگہہ
قرآن و محمد صاحب کی شہادت نہیں اور نہ اُس دعوے کی گواہی پائی جاتی
ہی بلکہ اُسکے مطالب و مقاصد ایسے ہیں جنکو اگر تسلیم کیا جاوے تو قرآن کی
بہت سی تعلیمات وغیرہ ہرگز راست و حق نہیں ہو سکتی ہیں پس اس سے
خود قرآن کی غیر حقیقت عیاں ہی نہ کتاب مقدس کی تحریف و تبدیل
ہاں اگر اہل اسلام طرفدار قرآن ہوکر یہہ عذر اور دعوی درمیان مین لا
ہیں کہ جس کتاب کی قرآن میں تصدیق ہی اور جسکو اُسنے اپنا شاہد قرار
دیا ہی وہ یہہ کتاب نہیں ہی بلکہ اور ہی تھی تو اُس کتاب کو پیش کرنا چاہیے
یا کامل ثبوت دینا واجب ہی کہ زمانہ محمدی میں مکہ اور مدینہ اور دیگر مقامات
عربستان اور روم و شام و حبش و مصر وغیرہ کے بیشمار یہودی اور مسیحی لوگوں کو
میں اور ہی کتاب مروج تھی جسکی تصدیق قرآن کرتا ہی ۔ یا یہہ کہ کتاب تو یہی تھی
مگر اسمیں مقامات امور مثل مسئلہ تثلیث اور مسئلہ الوہیت مسیح و روح القدس اور مسئلہ کفارہ
وغیرہ فلان فلان مقام میں ان الفاظ قلیل و کثیر کی کمی و بیشی یا تبدیل و تغییر
سے بدل گئے کہ اُس زمانہ کی کتابوں میں یہہ مسائل نہ تھے ۔ یا یہہ کہ

فلاں فلاں صحیفہ میں اس کثرت سے تحریف واقع ہوئی ھی زمانہ محمدی کی کتابوں
میں یہ بیشی وکمی تھی — اور جبتک ایسا نہیں کرتے ہیں پس یہہ دعوی
بلا دلیل پیش کرنا اور اسکو ثبوت بتلانا مناسب نہیں ھی کہ ایک نادان بھی
اسکو قبول نہیں کرسکتا ھی ❊

(۱۹) یہہ کہ کتاب مقدس مروجہ حال سے واضح ہوتا ھی کہ یہہ سب کلام اللہ
نہیں ھی بلکہ کلام بشر بھی کلام خدا کے ساتھہ مخلوط معلوم ہوتا ھی — کیونکہ
اسمیں اکثر صحیفے مثل تواریخ کے ہیں جیسے کتب سیر مثل مدارج النبوۃ وشواہد النبوۃ
کے ہیں جنکو علماے محمدی نے لکھا ھی کہ اُن میں نسب نامے اور معجزات وغیرہ
مفصل لکھے ہیں اور بعضے مکتوب اور خطوط ہیں وغیرہ — الغرض خالص کلام اللہ
نہیں ھی جیسے قرآن ھی کہ خداے تعالی خود متکلم اُس کلام کا ھی اور ہمارے
نزدیک توریت وزبور وانجیل وغیرہ وہ صحیفے ہیں جو خداے تعالی نے حضرت
موسی و داؤد و عیسی وغیرہ انبیاؤں اور رسولوں پر نازل فرمائے تھے نہ
یہہ تواریخ اور رسالے اور خطوط وغیرہ کہ تمام قال اللہ میں داخل تھیں ہیں فقط
مگر یہہ ظاہر ھی کہ ایسی باتیں ہرگز قابل اعتبار کے نہیں ❊

اوّل تو واضح ہو کہ کسی کلام کا ایسا ہونا کہ گویا خداے تعالی اُس قول کا
قائل اور کہنے والا ھی یہہ ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی ھی کہ وہ اُسی کلام اللہ

هی اور نه اسمیں کسی طرح کی فضیلت اور بڑائی هی اسواسطے که جهوٹا شخص مدعی نبوت ایسا کلام کہه سکتا هی اور اپنے کلام کو قال الله بتلا سکتا هی اور ایسے دعوے لوگوں نے کیئے بهی ہیں بلکه شخص کاذب ضرور ایسی بات کریگا که اس طریق سے لوگوں کو فریب دیوے که اپنے کلام کو خدا کی طرف منسوب کرے اور کلام الله ظاہر کرے ❊

اسی طور کتاب الہی اور کلام الله کے شرائط میں نہیں هی اور نه اسکے لوازم میں سے هی اور نه اسکی فضیلت اسمیں هی که وه اسطور مرقوم ہو که گویا خدا بلا واسطه بولتا هی اور اپنے آپکو بصیغهٔ متکلم ظاہر کرتا هی۔ ایسے امورات کی کچهه حاجت اور ضرورت نہیں هی بلکه کلام خدا چون آفتاب عالمتاب منور کننده قلوب اور روشنی بخش دلہا آدمیاں هی اُسی سے وه پہچانا جاتا هی انسانوں کے دل اور اُنکی ارواح اُسکی حقیت اور کلام الله ہونے کی شاہد اور گواه ہوتے ہیں – ہادی برحق اور نور مطلق کی تاثیر روحانی اور ہدایت ربانی سے طالبان راه ہدیٰ ہدایت پاکر یقین کلی اور اطمینان کافی و وافی پاتے ہیں که بلاشبهه یهه کلام الله هی۔ نه که ان لفظی اور ظاہری اور دکهاوٹ کے دعووں سے ❊

بلکه جس حالت میں که خدا ے تعالیٰ اپنے کلام شریف کو (جو محض واسطے مطالب ومقاصد ہدایت وتعلیم وتلقین واخبار دارین ہیں جنکا اظہار اور بیان بغرض

اصلاح و تربیت و حصول نجات ابدی انسان کیواسطے اسکی حکمت بالغہ اور رحمت کاملہ میں ضرور اور مناسب ہوئی بذریعۂ انبیا و رسل کے جو جنس آدم سے ہوتے ارشاد کرتا ہو پس نہایت مناسب و بغایت زیبا ہی کہ وہ اپنے انبیا و رسل کو اجازت دے کہ وہ اُن مطالب اور مقاصد مذکورہ کو جس طور زبان انسانی میں مطابقت لغت و محاورات اہل زبان کے بیان کریں تاکہ لوگ اُن مطالب و مقاصد کو سمجھیں اور ہدایت پاویں اسیطور اُن کو اس نہج مرقوم کریں کہ گویا محرر اور کاتب من جانب اللہ ہیں جو اُن مطالب اور مقاصد کو ارقام کرتے ہیں ✤

الغرض کتاب مقدس میں جسقدر کلام ہی خواہ وہ قال اللہ میں داخل ہو جاے یا قال الرسول یا قال النبی یا قال الحواری میں وہ سبکا سب بالہام الٰہی و حکم و ارشاد خدا مرقوم ہوا ہی اور لکھنے والے اُسکے انبیا اور رسول اور حواری تھے پس وہ سب کلام اللہ ہو اسکو حاجت نہیں کہ اس طور لکھا جاتا کہ گویا خدا خود بلا واسطہ بول رہا ہی اور بعد لے تعالی اُن الفاظ و عبارت میں اپنے تئیں متکلم قرار دیتا کیونکہ مطالب اور مقصود وہ مطالب جو مضامین مذکورہ ہیں وہ سب خدا تعالی کے الہام اور حکم سے ہیں اور الفاظ و عبارات کے لکھنے والے انبیا و رسول ہیں اور بس ✤

لہذا اس باعث سے کہ کوئی کلام قال اللہ کر کے نہیں لکھا ہے اور خدا کو اس میں بصیغۂ متکلم قرار نہیں دیا ہے کلام بشر نہیں ہو سکتا ہے اور الفاظ و عبارت کے نویسندہ ہر حالت میں وہی انبیا و رسول و حواری تھے چاہے وہ اُن مطالب کو قال اللہ کر کے لکھیں یا اپنے تئیں اُسکے نویسندہ و کاتب اظہار کر کے تحریر کریں ❊

دوم یہہ کہ علی ہذا القیاس شرائط و لوازم یا فضیلت کلام الٰہی سے نہیں ہے کہ بترتیب نہ لکھا جاوے یا اُس میں نسب نامے ہوا کریں یا نبیوں اور رسولوں کے معجزات مرقوم ہوں اور نہ یہہ کہ بطور کتاب یا رسالہ یا بطرز مکتوب از جانب انبیا ہوا کریں یا کہ متفرق آیات اُترا کریں ❊

بلکہ نہایت ضرور ہے اور مناسب اور بغایت لائق و فائق ہے کہ خداے تعالیٰ حال آفرینش عالم و آدم و حالات انبیا و مرسلین وغیرہ جن باتوں کا بیان کرنا واسطے آگاہی اور ہدایت یابی بندوں کے ضرور ہو بترتیب و تدریج مناسب ارشاد کرے اور جیسا کہ انبیاے کرام اور خداوند مسیح اور حواریوں کے معجزات اُنکے وقت کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ایمان لائے اسی طور اُنکے بعد کے لوگ اُن معجزات باہرات کا حال کلام خدا میں پڑھیں اور پشت در پشت یکے بعد دیگرے یقین واثق کرے اور اطمینان کامل حاصل کر سکے اس مقصد سے اپنے کلام میں بیان فرماوے ❊

علی ہذا القیاس حسب ارشاد خدا کو اُسکے رسول بطور کتاب کے لکھیں ایسی ہیچ بطور خط بھی لکھ سکتے ہیں۔ کتاب بھی کلام خدا ہو سکتا ہی اور خط بھی ÷

الغرض ایسی باتوں سے ہرگز کوئی عاقل ادنی شبہہ بھی نکریگا کہ کتاب مقدس کے صحیفے سب ایسے نہیں ہیں کہ گویا خدا اُن الفاظ کو بول رہا ہو اور اپنی تئیں مصنفیہ متکلم قرار نہیں دیا ہی تو کلام خدا نہیں ہی یا کہ اُسمیں حالاتِ حضرت آدم و ابراہیم وغیرہ انبیا کا اور بیانِ ولادت و معجزات وغیرہ خداوند مسیح کا بتشریح و تفصیل و ترتیب و تدریج مثل کتبِ تواریخ کے لکھے ہیں اِس لیئے کلام بشر ہیں یا یہہ کہ بعض صحیفے بطور نامجات از جانبِ حواریانِ مرقوم مرقوم ہوئے اِس سے دریافت ہوتا ہی کہ وہ بالہام الہی نہ تھے ÷

پھر اِسکے علاوہ جواب مختصر یہہ ہی کہ یہی کتاب مقدس ہی جو شروع سے آج تک اہل کتاب میں مروج و متداول اور مشہور و معروف رہی ہی چاہیے آپ اِسکو کلام خدا سمجھیں یا کچھہ اور مگر قرآن اسی کتاب کی تصدیق کرتا ہی کہ کلام اللہ ہی اگر اہل اسلام کو دعوی تحریف ہی تو دوسری کتاب کھلاویں یا اُسکا نشان اور پتا بتلاویں جو زمانہ محمدی میں عام خلائق اہل کتاب میں جاری و ساری تھی ÷

الغرض بموجب شہادت و تصدیق قرآن کے بخوبی عیاں ہی کہ کتاب مقدس محمد صاحب کے زمانہ میں اصلی اور صحیح اہل کتاب کے پاس جا بجا موجود و جاری

ومشہور تھی اور اُسکی بعض آیات سے یہہ بھی معلوم ہوتا ھی تاقیام قیامت نسخہ اصلی یا صحیح رہیگی اُسکا بدلنا ناممکن ھی اور اسیطور حدیث و تفاسیر سے بھی ایسا ہی دریافت ہوتا ھی آج تک کسی نے ایک آیت بھی ظاہر نکی کہ محمد صاحب کے بعد کتاب مقدس بدل گئی بلکہ بخوبی تمام واضح ولائح ھی کہ جو کتاب زمانہ محمدی میں مروج ومشہور تھی وہی اب بھی اہل کتاب کے پاس ھی پس اس حالت میں کسی مسلمان کو روا نہیں کہ ایسا دعوی بلا دلیل جو قرآن وحدیث کے برخلاف ھی پیش کرے اور اسیطور مسیحیوں کو ضرور نہیں کہ جبتک کوئی شخص قرآن ومحمد کو مانتا ھی اُسکو شہادت قرآنی کے سوا اور کوئی ثبوت ووجہ بطلان اس دعوی کے ظاہر کریں۔ البتہ جب کوئی بتصدیق وانصاف دل سے جانچے اور سمجھے کہ قرآن تو کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا اور اُسکی صحت واصلیت کی بھی صاف صاف گواھی دیتا ھی اور باوجود اسکے پھر خود ہی اُسکے مخالف ومباین ومعارض تعلیم دیتا اور سکھاتا ھی تو اِس جہت سے قرآن تو بالیقین ساقط الاعتبار اور انسانی کلام ھی۔ پھر اگر اُسکو کوئی اعتراض نسبت صحت کتاب موصوف کے قبل از زمانہ محمدی ہو تو وہ قابل التفات ھی؛

مگر اِس سے قطع نظر کرکے نیازمند نے بپاس خاطر آپ صاحبوں کے اُن سوالات واعتراضات کے بھی جواب عرض کر دیے جو کئی مسلمانوں نے

خلاف قرآن کے کتاب مقدس کی تحریف کے دعوے میں پیش کیے اور

جابجا شور کیا کہ گویا ہمنے تحریف ثابت کر دی۔ اور آپکو ان سب کے ملاحظہ

سے واضح ہوا ہوگا کہ وہ سب اعتراض محض تعصب نفسانی سے کیے ہیں بہت

سے ان میں ایسے ہیں جو ہرگز تحریف سے تعلق بھی نہیں رکھتے ہیں اور

باقیوں سے نہ تحریف ثابت ہوتی نہ امور تنقیح طلب دریافت ہوتے ہیں

نہ کتاب مقدس کی اصلیت و صحت پر کچھہ شبہہ ڈال سکتے ہیں اور نہ ان بیشمار

مخالفت او مباینت کو رفع کر سکتے ہیں جو قرآن و احادیث محمدیہ کی تعلیمات کو اصولاً

و فروعاً مطالب و مقاصد کتاب مقدس کے ساتھہ ہیں۔ لہذا اسیقدر پر

اکتفا کرنا بس تھا ۞

لیکن بغرض تشریح اسکے کہ کتاب مقدس شروع سے اب تک اصلی و صحیح و معتبر

و مستند ہر زمانہ میں رہی تھی اور یہہ کہ اہل کتاب کو کوئی غرض دنیاوی یا دینی

نہ تھی اور نہ اسکا کوئی باعث تھا کہ وہ اپنی کتاب کو محرف کرتے اور یہہ کہ اگر

کوئی شخص یا کوئی فرقہ ایسا ارادہ فاسد کرنا بھی چاہتا تو ممکن نہ تھا۔ امورات

مفصلۂ ذیل بیان کیے جاتے ہیں ۞

اوّل واضح ہو کہ کتاب مقدس کے دو حصے ہیں ایک عہد عتیق جسکو

یہودی بھی مانتے ہیں اور اُس میں توریت کتاب موسیٰ کے پانچوں

صحیفوں کو سامری بھی کلام اللہ مانتے ہیں — اور دوسرا حصّہ عہد جدید جسکو صرف مسیحی مانتے ہیں ؀

حصّہ اول یعنی عہد عتیق میں ۳۹ صحیفے ہیں جن میں سے پانچ صحیفے یعنی توریت کو حضرت موسیٰ نے خداوند مسیح سے پندرہ سو برس پیشتر لکھا اور صحیفہ ملاکی کو حضرت ملاکی نے چار سو برس پیشتر خداوند سے ارقام کیا باقی ۳۳ صحیفے ان دونوں وقتوں کے درمیان لکھے گئے اور بعضوں کا گمان ہے کہ شاید صحیفہ ایوب توریت سے بھی قدیمی ہے — یہہ سب صحیفے شروع سے یہودیوں میں متواتر مروج و متداول رہے ہیں اور مسیحیوں میں بھی برابر پشت در پشت کلیساؤں میں اور بیشمار ایمانداروں کے پاس رہے ہیں اور ہیں اور وہ سب نقلیں باہم موافق و مطابق ہیں اور اسکے سوا خداوند مسیح سے تین سو برس پیشتر اس مجموعہ کا ترجمہ اصل عبرانی سے یونانی زبان میں بادشاہ مصر طالمی نامی سے ہوا تھا اسکی مطبوعہ نقلیں بکثرت تمام موجود ہیں اور اسکے سوا کئی نسخے اصلی کتاب کے اور ترجمے کے جو سینکڑوں بلکہ کئی سو برس پیشتر لکھے گئے ہیں وہ بھی موجود ہیں چنانچہ شہر روم ملک اطالیہ میں ایک نسخہ مسمّیٰ بہ قدکس واٹیکانوس ہے جو ہجرت سے ڈھائی سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے — اور ایک شہر لندن میں مسمّیٰ بہ قدکس الکسندرینوس دو سو برس

ہجرت سے پہلے کا لکھا ہوا ہے — اور ایک نسخہ شہر پیرس میں مسمی بہ قدکس فریجی جو دو سو برس سنہ ہجری سے پیشتر کا لکھا ہوا ہے — پھر اسکے سوا توریت کے پانچوں صحیفوں کے نسخے جو قدیم سے سامریوں کے استعمال میں رہے ہیں سو بھی موجود ہیں اور سامری لوگ یہودیوں کے غیر تسند ہمسر اور ہم چشم تھے — پس یہہ سب نسخجات اور ترجمات تمام خاص امروں میں موافق و مطابق ہمدگر ہیں اس حالت میں غیر ممکن ہے کہ کوئی حق پسند اور سمجھہ دار شخص ادنی شک و شبہہ تحریف کا دل میں لاوے اور مطالب اصلیہ کے بدل جانے کا وہم کرے — ایسا وہم دور از کار بالکل خلاف قیاس و بعید از عقل و دانش ہے ❊

پھر اسکے سوا کتاب عہد جدید میں جابجا قریب چھہ سو جگہہ کے ہیں جہاں آیات عہد عتیق کے صحیفوں کی نقل کی ہے بطور اقتباس یا اُنکا مطلب و مدعا بیان کیا ہے یا اُنپر حوالہ دیا ہے اور وہ سب باہمدگر ملتی ہیں ❊

باقی رہیں یہہ باتیں کہ بعض صحف عہد عتیق کا وقت تصنیف معلوم نہیں ہے یا بعضوں کے مصنفوں کی نسبت اب یقیناً نہیں کہہ سکتے ہیں کہ کس نبی نے لکھا تھا یا یہہ کہ بعض کتب خصوصاً توریت میں بعض عبارتیں ایسی ہیں جنکو حضرت موسیٰ کیطرف منسوب نہیں کر سکتے ہیں وغیرہ جس سے کسی کو شبہہ ہو کہ شاید صحف عہد عتیق قبل خداوند مسیح ہی بدل گئے ہوں پس اُن سب شکوک و اوہام

کے دفع کرنے اور صحف مقدسہ عہد عتیق کی معتبری اور اصلیت کے یقین کے
واسطے خداوند یسوع مسیح اصدق الصادقین اور سچے گواہ امین کی شہادت اور
اسکے رسولوں کی گواہی کافی و وافی ہے جس سے اطمینان کلی پیدا ہوتا ہے
کہ وہ سب صحیفے جو خداوند کے وقت چار سو برس پہلے سے ایک جلد میں
مجلد ہو کر جاری تھے بلا ریب حق والہامی اور منجانب اللہ تھے پس اگر اب
ہزاروں برس کے گذرنے کے بعد ہمکو معلوم نہو وقت تصنیف یا نام مصنف
یا خاص کسی عبارت کا لکھنے والا تو عجب نہیں ہے ایسی باتوں سے نہ تحریف
کا شک ہوتا ہے اور نہ وہ صحیفے غیر معتبر ہو سکتے ہیں ✢

اور خداوند کی شہادت یہہ ہے کہ آپنے یہودیوں کو ارشاد کیا ✢

(۱) یوحنا باب ۵ آیت ۳۹ (کتابوں (یعنی صحف مقدسہ عہد عتیق
جنکو یہودی مانتے تھے) میں ڈھونڈھو کیونکہ تم گمان کرتے ہو کہ ان میں
تمہارے لیئے ہمیشہ کی زندگی ہے اور وہی ہیں جو میرے لیئے گواہی دیتے
ہیں) پس خداوند نے جملہ صحف مقدسہ میں جو یہودیوں میں مستعمل تھیں تلاش
کرنے کو فرمایا اگر خداوند انکو معتبر اور مستند اور منجانب اللہ نہ جانتا تو ان میں
تلاش کرنے کو حکم نفرماتا ✢

(۲) پھر باب مذکور کی آیت ۴۶ میں مذکور ہے کہ اسنے ارشاد کیا ہے (اگر

تم موسیٰ پر ایمان لاتے تو مجھپر بھی ایمان لاتے اس لیئے کہ اُسنے میرے حق میں لکھا ھے) اِس آیت میں خداوندنے حوالہ دیا ھے توریت پر کہ وہی کتاب موسیٰ ھے اگر وہ کتاب معتبر نہوتی تو اُسپر حوالہ نہوتا ÷

(۳) — پھر یوحنا باب ۷ آیت ۱۹ میں مذکور ھے کہ خداوندنے یہودیوں کو فرمایا — (کیا موسیٰ نے تمھیں شریعت نہیں سونپی لیکن کوئی تم میں سے شریعت پر عمل نہیں کرتا) پس اگر شریعت موسویہ مندرجۂ توریت خداوند کے نزدیک معتبر نہوتی تو اُسپر حوالہ اور یہودیوں کو الزام نہوتا ÷

(۴) — پھر یوحنا باب ۷ آیت ۳۸ میں ھے کہ خداوندنے فرمایا (اُسکے پیٹ سے جو مجھپر ایمان لاتا ھے جیسا کتاب کہتی ھے جیتے پانی کی ندیاں جاری ہونگی) اِس آیت سے صاف ظاہر ھے کہ خداوندنے تمام کتاب مقدس کو جو یہودیوں میں اُن دنوں مشہور و معروف تھی معتبر جانکر اُسپر حوالہ فرمایا ÷

(۵) — پھر یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۴ و ۳۵ میں ھے کہ خداوندنے ارشاد کیا — (تمھاری شرع میں یہہ نہیں لکھا ھے کہ میں نے کہا تم خدا ہو اگر اُسنے تو اُنھیں جنکے پاس کلام خدا آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب کی بات باطل ہو) پس اِسمیں خداوندنے یہودیوں کو اُنکے پاس والی کتاب سے اُنکو الزام دیا اور

اِس کتاب کو معتبر جاننا اس خوبی کے ساتھہ کہ ممکن نہیں کہ کتاب مقدس کی بات باطل ہووے +

(۶) — پھر متی باب ۱۱ آیت ۱۳ میں فرمایا (سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی) پس خداوند نے تمام کتب انبیا اور توریت کو معتبر ظاہر کیا +

(۷) — پھر متی باب ۲۲ آیت ۲۹ میں ہی کہ خداوند نے یہودیوں سے ارشاد کیا (تم نوشتوں اور خدا کی قدرت کو نہ سمجھہ کر بھولتے ہو) پس اگر خداوند کے نزدیک وہ پاک نوشتے جو یہودیوں میں مروج تھے معتبر نہوتے تو انپر حوالہ نہوتا +

(۸) — پھر لوقا باب ۲۴ آیت ۴۴ میں ہی کہ خداوند نے حواریوں سے فرمایا (ضرور ہی کہ سب کچھہ جو موسی کی توریت اور نبیوں اور زبوروں میں میری بابت لکھا ہی پورا ہووے) اس آیت میں مذکور ہی کہ خداوند نے فرمایا کہ توریت اور صحف انبیا اور زبور میں جو میری بابت لکھا ہی پورا ہووے پس اگر وہ کتابیں معتبر اور صحیح نہوتیں انپر حوالہ نہوتا +

اِنکے سوا اور بھی کئی آیتیں ہیں جنسے بخوبی روشن ہی کہ خداوند مسیح نے اپنے وقت کی مروج و متداول کتاب مقدس عہد عتیق کو معتبر و صحیح

تاکہ الفاظِ کتاب و شریعت و کلامِ خدا و توریتِ موسیٰ و نبیوں کی کتاب اور زبور اور سب نبی اور توریت وغیرہ سے مراد توارات ہی اُن سب کو خداوند نے کلام اللہ کہا اور اُنکے پڑھنے اور ماننے کا حکم دیا اور اُنپر حوالہ فرمایا ✣

پس اِن سب بیانوں سے صاف ظاہر ہی کہ خداوند مسیح کے زمانہ تک تمام و کمال کتاب مقدس صحیح و اصلی و معتبر و مستند تھی اور بعد خداوند کے کتاب مذکور تمام جماعتہاے کثیر کے ایمانداران مسیحی کے پاس موجود اور رایج و مشہور رہی ہیں اور اِسیطور یہودیوں میں بھی متواتر سلف سے خلف تک مروّج ہی اور اُسکے سوا اُسکا ترجمہ یونانی مذکور بھی جابجا رایج اور متداول اور مشہور و معروف رہا ہی جسکی نقلیں بھی بکثرت موجود ہیں زمانہ قدیم کی اور حال کی بھی اور سامریوں میں توریت کی پانچوں کتاب بھی اُسی طور اُس قوم میں جاری و ساری ہی اور پھر اُن سب نسخوں اور ترجموں کی نقلیں پرانی اور نئی ہدایات و تعلیمات و اصول ایمانیہ و ارکانِ دین و اخبار و قصص وغیرہ جملہ مقاصد و مطالب میں موافق و مطابق ہمدگر ہیں لہٰذا دلیل کامل ہی کہ کتابِ مقدس عہد عتیق اب تین ہزار برس کے بعد بھی اصلی اور صحیح اور معتبر و مستند ہی ✣

اب باقی رہا کتاب مقدس کا حصہ دوم یعنی عہد جدید جسکو عموماً انجیل بھی کہتے ہیں ✣

بثبوت در عہد جدید

پس واضح ہو کہ عہد جدید میں ستائیس صحیفے ہیں جن میں سے چار اوّل صحیفے انجیل کہلاتے ہیں جن میں خداوند مسیح کے قالب انسانی میں ظاہر ہونے سے عروج سما تک کا حال لکھا ہے اور اُسکے بعد کتاب اعمال الرسل ہے جسمیں خداوند کے جی اُٹھنے اور آسمان پر تشریف لیجانے کے بعد کلیسیا یعنی جماعتِ ایمان دارانِ مسیحی کا حال مندرج ہے اُسکے بعد اکیس نامے ہیں جو حواریوں نے اپنے وقت جماعتوں اور شاگردوں کے نام بشرح عقائد و مطالب و اصولِ ایمانیہ وارکانِ دین وہدایات وتعلیمات ارقام کیے ہیں۔ اُنکے بعد کتاب مکاشفات ہے جس میں حالاتِ جماعتِ ایمانداران زمانہ حواریوں سے تا قیام قیامت بطور پیشخبری خداے تعالی نے ظاہر فرماے ہیں +

پس صحف مذکورہ کے اعتبار و اعتماد اور اُنکی صحت و اصلیت کے بیان میں دو امر قابلِ دریافت ہیں +

اوّل یہہ کہ یہی صحیفے حواریوں یعنی خداوند مسیح کے برگزیدہ شاگردا و مریدوں اور خداے تعالی کے رسولوں کے عہد سے اب تک متواتر جاری اور رائج رہے ہیں یعنی جتنے صحیفے اب ہمارے مجموعہ میں شامل ہیں وہ ابتدا سے برابر مقبول اور کلام اللہ ملنے گئے ہیں +

دوم یہہ کہ یہہ سب صحیفے بلا تحریف و تبدیل صحیح اور اصلی ہیں +

امر اول اس بیان میں کہ یہی ۲۷ صحیفے جو بالفعل کے مجموعہ عہد جدید میں شامل ہیں عہد حواریوں سے مقبول ومعتبر و مستند ہیں

واضح ہو کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے یعنی متی و مرقس و لوقا و یوحنا و پولوس و یعقوب و یہودا و پطرس اپنی کتابوں اور ناموں میں اپنے وقت کے حالات بیان کرنے کا دعوی کرتے ہیں پس اگر فی الواقع ایسا نہوتا یعنی اگر صحف مذکورہ کے نویسندہ پچھلے زمانہ کا حال گذرا ہوا لکھتے اور انکا دعوی صحیح نہوتا تو ضرور بہت سے لوگ ان لکھنے والوں کی تکذیب کرتے لیکن کوئی ایسی تحریر نہیں*

لیکن تاہم ضرور ہے کہ دریافت کیا جاوے کہ فی الواقع یہہ کتابیں اور نامے انہیں شخصوں نے لکھیں جنکی طرف منسوب ہیں جو فی الحقیقت اپنے ہی وقت کا حال لکھتے ہیں یا نہیں*

پس معلوم ہو کہ آج کے روز سے لیکر سولوں صدی کے عہد تک معتبر تصنیفات میں صحف مذکور کی شہادت کامل کا سلسلہ متواتر ملتا ہے جس سے یقین

کامل حاصل ہوتا ہی کہ جو صحیفے اندنوں عہد جدید کے مجموعہ میں مجلد ہیں ہی صحیفے اب سے حواریوں کے زمانہ تک ہر وقت برابر مسیحیوں میں جاری و رایج و مشہور و معروف و معتبر و مستند کلام اللہ مانے گئے ہیں ❊

سنہ ۱۴۳۷ء میں چھاپے کا فن دریافت ہوا اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد صحف مذکورہ مطبوع ہوئے ــ اسوقت سے لیکر آج تک کہ سنہ ۱۸۶۲ء ھی ہزاروں کتابیں اور رسالے اور خطوط وغیرہ تحریرات ان صحیفوں کے اعتماد و اعتبار کی شہادت اور تصدیق میں باہم اسے موافق و مطابق باہم لکھی گئی ہیں کہ اس سوا چار سو برس کی نسبت کسی کو بھی شک و شبہہ نہیں ہو سکتا ہی بلکہ کامل یقین ہی کہ جو صحیفے ان دنوں جاری ہیں یہی سب سنہ ۱۴۰۰ عیسوی تک متواتر تھے ❊

علی ہذا القیاس سنہ ۴۰۰ء سے لیکر سنہ ۱۴۰۰ء تک یعنی ایک ہزار برس کا حال بھی اسی قبیل سے قابل اطمینان کے ہی ❊

سنہ ۳۰۰ء سے سنہ ۴۰۰ء تک مشرقی و مغربی ملک کے ملک میں مسیحی مذہب بکثرت و شدت پھیل گیا تھا اور اکثر علما و فضلا اور صاحب تصانیف لوگ مشرف بایمان مسیحی ہوئے تھے اس باعث سے عہد جدید کے صحیفوں پر بیشمار گواہیاں ملتی ہیں جنکا یہی خلاصہ نکلتا ہی کہ صحف مذکورہ صحیح و معتبر و مستند و معتمد ہیں اور

یہہ کہ وہ بلاشبہہ انھیں حواریوں کی تصنیف ہیں جنکی طرف منسوب ہیں ✤
اب باقی رہا حال اُن چار صدی کا۔ تو اول تو یہہ بات قابل لحاظ ہے
کہ خداوند مسیح سے چار سو برس پیشتر قدیم رومی سلطنت میں قریب ۵۳ جدے
جدے ملکوں کے شامل ہو گئے تھے چنانچہ تمام ملک اطالیہ و پرتگال و جرمنی
و ہسپانیہ و ممالک ایشیاے کوچک و مصر و یونان و بعض اقطاع افریقیہ وغیرہ
جیسا کہ تواریخ سے مفصل معلوم ہوتا ہے اُن میں سے بہت سے ملک ایسے
تھے جو اُس وقت سے پیشتر جدی جدی سلطنتیں اور حکومتیں تھیں اور پھر سنہ ۲۱ع
میں شہنشاہی روم ۱۱۶ جدے جدے صوبوں میں منقسم ہوئی جن میں
مختلف بولیاں بولی جاتی تھیں پس ان تمام صوبوں میں مدت سے دین مسیحی
جاری و ساری تھا اور ان تمام جماعتوں اور فرقوں کے پاس صحف مقدسہ
انکی جدی جدی زبانوں میں موجود تھے جنکو وہ کلام اللہ مانتے اور اپنی جماعتوں
اور عبادتخانوں میں بھی متواتر پڑھتے اور سناتے تھے اور اپنی جدی جدی فرقوں
یا دوسرے بت پرست منکر فرقوں کے اعتراضات کی تردید میں آیات کتب مقدسہ
بطور اقتباس اپنی کتب و رسائل و خطوط مباحثہ و مناظرہ میں درج کرتے تھے
پس اگر اسوقت سے پیشتر کے نوشتے باہمدگر موافق و مطابق نہوتے تو ممکن تھا
کہ اُن مختلف ملکوں اور فرقوں اور زبانوں کے بیشمار کتابوں اور رسالوں اور خطوط

وغیرہ تحریرات کے مطالب و مقاصد و آیات باہم کر موافق و مطابق و مناسب نہوتے ÷

اگر خیال جاوے کہ شاید انھوں نے آپس میں اتفاق کر لیا ہوگا تو اول تو اسقدر صدہا ملکوں اور لاکھوں شہروں اور گانوں کے لاتعداد لاتحصی شخصوں کا اتفاق ممکن نہیں جو باہم کر نہ ہم فرقہ تھے نہ ہمزبان علاوہ براں اگر اتفاق کرتے بھی تو ضرور باہم مباحثہ و مناظرہ یا مشورت اور صلاح ہوتا ضرور تھا مگر اسکا کہیں بھی نشان نہیں ملتا ھی بلکہ اسکے خلاف اکثر مصنف اسبات پر متفق ہیں کہ ان نوشتوں کی صحت میں جاے کلام نہیں ھی ÷

الغرض سنہ ۲۰۰ء اور اسکے بعد کی نامحصور تحریرات و تصنیفات کی اتفاق شہادت سے یہی نتیجہ نکلتا ھی کہ بلا شبہہ اس سے پیشتر بھی یہی صحف معتبر تھے جو انکے درمیان ہر ملک اور ہر زبان میں مروج تھے ÷

پھر سنہ ۲۰۰ء سے سنہ ۳۰۰ء یعنی تیسری صدی کی تصنیفات کی گواہیاں بھی کثرت سے ملتی ہیں جنسے دریافت ہوتا ھی کہ اس صدی میں بھی یہی کتابیں مسیحیوں میں مستعمل تھیں جنکو وہ کلام خدا مانتے اور جانتے تھے چنانچہ ان تصنیفات میں صحف مقدسہ کی فہرست بھی پائی جاتی ہیں — جن تحریرات میں فہرست پائی جاتی ھی وہ سنیں مفصلۂ ذیل کی ہیں سنہ ۲۱۵ء و سنہ ۲۴۳ء و سنہ ۲۶۴ء

سنہ ۳۷۰ عیسوی و سنہ ۳۷۵ عیسوی و سنہ ۳۸۰ عیسوی و سنہ ۳۹۰ ء
و سنہ ۳۹۲ عیسوی و سنہ ۳۹۳ عیسوی و سنہ ۳۹۷ عیسوی ؛

پھر سنہ ۳۰۰ ء سے سنہ ۴۰۰ ء تک بہت سی جماعتوں کے بہت سے
مصنّف ہیں جنکی تصانیف میں اِن صحیفوں کی جدا جدا کتاب اور نامے کی
شہادت دیتے ہیں اس طور پر کہ ایک کی تحریر سے دوسرے صحیفہ کی
تصدیق کی شہادت ملتی اور دوسری تحریر سے دوسرے صحیفہ کی تصدیق
معلوم ہوتی ھی اس نہج اُن سب مصنفوں کی شہادتوں کے ملانے سے تمام
وکمال صحف مقدسہ کی نسبت گواہی حاصل ہوتی ھی ؛

مگر یاد رہے کہ اگر اس صدی کی ہر ایک تصنیف و تحریر جو خود موجود ہیں یا جنکی
بعض عبارات دوسری کتابوں میں مندرج ہیں تمام وکمال صحفِ مقدسہ کی بابت
یکجائی گواہی نہیں اس سے کوئی یہہ نہ سمجھے کہ گویا پوری گواہی نہیں کیونکہ ایک
مصنف خاص مدعا سے ایک صحیفہ کا ذکر کرتا ھی دوسرے صحیفوں کو گواہ صحیح اور حق
مانتا ھی مگر اُنکا ذکر اس خاص مطلب یا بیان سے متعلق نہ تھا اور یہہ بھی پیش نہاد
خاطر رکھنا چاہیئے کہ ان صدیوں میں تمام صحیفوں کا حال تمام شاگردوں پر ظاہر
نہیں ہوا تھا اور انکی پوری تحقیقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ تمام صحیفے ایک ہی وقت
میں یا ایک ہی مقام پر یا ایک ہی حواری کے ذریعہ نہیں لکھے گئے تھے

بلکہ تخمیناً ساٹھہ برس کے عرصے میں اور مختلف شہروں اور ملکوں میں اور آٹھہ شخص
کے وسیلے پس جب وہ سبکے سب مرقوم ہو چکے تو بھی فوراً ایک جلد میں مجلد
نہیں ہوگئے — بلکہ ابتدا میں تو رسول تمام حالات و تعلیمات زبانی بیان فرماتے
اور لوگوں کو دعوت ایمان کرتے تھے پھر جب اس ذریعہ سے بہتیرے
شہروں میں بہت سے مسیحی ہوئے اور جا بجا جماعتیں قائم ہوئیں تب قریب
سنہ ۵۰ ع کے تین انجیل یعنی متی و مرقس و لوقا نے مریدوں کی بخوبی واقفیت
اور یادداشت کے واسطے اپنی اپنی انجیل لکھی پطرس و پولوس نے اُن جماعتوں
کے واسطے جو اُسکی کوشش و محنت سے قائم ہوئیں نامے تعلیم و تلقین و ہدایت
کے لکھے پس جو نوشتہ جس جماعت کے واسطے لکھا گیا ابتدا میں صرف وہی اُس
جماعت میں رہا اُسکے بعد دوسری جماعتوں کے شاگردوں نے اُسکی نقل اپنے
واسطے کی اس طور سب نوشتوں کی نقلیں سب جماعتوں کے پاس پہنچیں اور
اُنکے ترجمے بھی جدا جدا زبانوں میں ہوئے ✣

پس اس بات کو کہ تمام صحیفوں کی نقلیں اور ترجمے تمام جماعتوں کے پاس
پہنچیں اور سب کے سب تحقیق کرکے اُنکی صحت کو تسلیم کرلیں ایک عرصہ درکار
ہی خصوصاً اس جہت سے کہ پہلے کی کلیسیا کے لوگ کمال محتاط تھے کہ جب تک
اُنکو یقین کامل نہو جاوے کہ یہہ صحیفہ فلانے حواری کا تحقیقاً ہی تب تک اُسکو

قبول نہ کرتے تھے کیونکہ یہہ جماعتیں الگ الگ ملکوں میں تھیں اور بعد از بانیوں کے اُنکے شاگرد تھے اور پھر وہ وقت بھی نازک تھا کہ اکثر اوقات اپنے دشمنوں کے ہاتھہ سے تکالیف سخت پاتے تھے لہذا باہم گر ملاقی ہونے کا موقع بھی بہت نہ ملتا تھا *

الغرض وجوہات مذکورۂ بالا کے باعث تخمیناً سنہ ۱۵۰ع تک نہ تو تمام جماعتوں کو تمام نوشتوں کی اصلیت کا حال معلوم ہوگیا تھا اسی واسطے اُس زمانہ کی جو تصانیف علما اور دینداروں کی ابتک موجود ہیں یا اُنکی تحریرات دوسری کتابوں میں منقول ہیں اُن میں علاوہ اُسکے کہ وہ صرف بعض ہی صحیفوں کا ذکر اس باعث سے کرتے ہیں کہ اُس جگہہ انھیں کا ذکر مناسب اور متعلق اُس خاص بیان اور مدعا کے تھا مگر اُسکے سوا بعض لوگوں کا بعض صحیفوں کا ذکر نہ کرنا اس باعث سے بھی ضرور ہی کہ اُنکو اُن غیر مذکورہ صحیفوں کا حال معلوم نتھا بلکہ بعض سنین مذکورہ کے بعض مصنفوں نے کسی کسی صحیفے کی نسبت شک بھی کیا اسطور کہ اُسکو اُسکی صحت کی نسبت یقین کلّی نہیں ہوا تھا اور کما ہی تحقیق نہو ئی تھی کہ وہ فی الواقع معتبر اور رسول کا ہی *

جیسا کہ آرجن جو سنہ ۲۳۰ع میں بمدرسۂ اسکندریہ مشہور و معروف عالم خوش اخلاق اور دانشمند مدرّس تھا اُسکی تحریر میں چاروں انجیلوں اور اعمال الرسل

اور کتاب مکاشفات کا ذکر ہی اور نام ہائے پطرس و یعقوب و یہودا و پولوس کا ذکر مجموعی لکھا ہی بلا تفصیل تعداد +

اور یوسی بیوس مشہور و معروف اسقوف قیصریہ جو شروع چوتھی صدی میں تھا سب پہلے ذکر اناجیل اربعہ کا کرتا ہی پھر کتاب اعمال الرسل کا پھر خطوط پولوس بلا تعیین تعداد پھر خط اول یوحنا اور خط اول پطرس کا کہ یہہ سب اصل اور مقبول عام ماننا چاہیے مگر مکاشفات یوحنا کی نسبت لکھتا ہی کہ شاید مناسب معلوم ہو تو مکاشفات یوحنا رکھنا چاہیے اور اسپر جو منصفی کیجاتی ہی دوسرے مقام پر بتلائی جاویگی یہہ سبکے سب عام طرح سے مقبول اور صحیح جانے جاتے ہیں +

پھر خط یعقوب و یہودا و خط دوم پطرس اور خط سوم یوحنا کی نسبت لکھا ہی کہ انپر اعتراض کیا جاتا ہی پر تاہم مشہور اور اکثروں سے مقبول بھی ہیں چاہے وہ سچ مچ اُن رسولوں کے ہیں یا اُنکے نام سے کسی دوسرے شخص کے ہوں +

الغرض اُن اوائل صدیوں کی تصانیف کے ملانے سے کامل یقین ہوتا ہی کہ اُن دنوں میں بھی یہی صحیفے تھے جو ان دنوں مجموعہ میں شامل ہیں +

پھر سنہ ۱۲۵ع سے سنہ ۴۰۰ع تک کے بہت سی تصانیف ہیں جو اُس وقت کے شاگردوں نے بت پرستوں کی حجتوں کی تردید میں لکھیں جو مخالفانہ اُنسے برسر مقابلہ آتے تھے ۔ پس طرفین کی کتب و رسائل و خطوط مباحثہ سے جدے

جیسے صحیفوں پر گواہی ملتی ہی کہ مسیحی شاگرد اور انکے مخالف اپنی تصانیف میں
ان صحیفوں کا ایسا ذکر کرتے ہیں جس سے دریافت ہوتا ہی کہ یہی صحیفے اُن لوگوں میں
جاری اور مشہور و معروف تھے جو ان دنوں ہمارے مجموعہ میں شامل ہیں +

پھر اسکے سوا ایک اَور گواہی بھی اس عہد کی ہی کہ سنہ ۱۰۰ع یا سنہ ۱۳۰ع میں ایک ترجمہ صحف
عہدِ جدید کا زبانِ سریانی میں کیا گیا جو ابتک موجود ہی اُسمیں بھی تمام و کمال یہی صحف مقدسہ ہیں
جو اب موجود ہیں صرف وہی چند خطوط اُسمیں شامل نہیں جنکی نسبت یوسیبیوس شک کرتا تھا +

دوسرا ترجمہ زبانِ لاطینی میں سنہ ۱۷۰ع سے پہلے ہوا وہ بھی ہنوز موجود ہی اُسمیں صرف دو چھوٹے
خط یعنی نامہ دوم پطرس اور نامہ یعقوب نہیں باقی سبکے سب یہی صحیفے شامل ہیں جو آج کل ہیں +

پھر سنہ ۱۲۰ع سے سنہ ۱۷۰ع تک کی تصانیف ہر چند کثیر نہیں ہیں بسبب اسکے کہ وہ زمانہ خود حواریوں کا
ہی جس میں خود صحف مقدسہ ہی کے لکھے جانے کا وقت تھا تفاسیر یا کتب مباحثہ وغیرہ
کی حاجت نہ تھی اور کثرت سے دین مسیحی نہ پھیلا تھا اور بہت سی تصانیف نہ تھی علاوہ اسکے
اُس وقت کی تصانیف کا بسبب امتدادِ روزگار کثیر و شدتِ حوادث سے موجود
رہنا بھی متعذر ہی تاہم چار ایسے شخصوں کی تصانیف ہنوز موجود ہیں جو خود
رسولوں کے ہمعصر بلکہ انکے شاگرد تھے یعنی کلیمنز نامی شہر روم کے اُسقوف
کا ایک خط بنام جماعت قرنتیاں +

اگناتیوس شہر انطاکیہ کے اُسقوف کے کئی نامے — پالوکارپ

شہر سمرنا ممالک ایشیاے کوچک کے اسقف کا ایک خط بنام جماعت
شہر فلپی واقع ممالک یونان — برنباس جسکی نسبت بعض کا گمان ھی کہ یہہ وہی
شخص ھی جسکا ذکر کتاب مقدس میں پولوس رسول کے حال میں ھی اور بعضے کہتے
کہ یہہ دوسرا شخص ھی ؛

الغرض ایسے شخصوں کی تصانیف اتبک موجود ہیں جو ہمعصر بلکہ شاگرد رسولوں
کے تھے جنھوں نے رسولوں کی صحبت پائی اور اُن سے تعلیم بلا واسطہ حاصل
کی اور اُنکی تصانیف سے واقفیت بہم پہنچائی ؛

اِن بزرگوں کی تصانیف میں جو ہنوز موجود ہیں ایسے مضامین تو نہیں ہیں
جنسے معلوم ہو کہ گویا مطلب اُنکا صحف مقدسہ کی معتبری کا بیان ھی کیونکہ وہ زمانہ
تو خود حواریوں کا تھا بلکہ اُنکے بیان سے ہویدا ہوتا ھی کہ اُنکے نزدیک اُن صحیفوں
کی نسبت کچھہ بھی شک نہ تھا کہ یہہ رسولوں کی تصانیف ہیں اِسیواسطے بزرگان
موصوف اُنکا پورا بیان کرکے ایسا نہیں لکھتے ہیں کہ یہہ صحیفے فی الحقیقت رسولوں
کے ہیں بلکہ اُنکو حقیقی و اصلی و مشہور و معروف جانکر بطور اقتباس اُن میں کے
بعض الفاظ و مطالب مخصوصہ صحف مقدسہ کو اپنے تصانیف میں نقل کرتے اور
اِس یقین سے کہ تمام لوگ اِن تعلیمات کو رسولوں کی ہدایات جانتے ہیں اسلیے
سب اپنے مسیحی بھائیوں کو اُنکے مطابق تعمیل کرنے اور بجالانے کے لیے ترغیب دیتے

اور تفہیم کرتے ہیں — اس طرح سے ان چار شخصوں کی تصانیف کے ذریعہ عہد جدید کے اکثر صحیفوں پر گواہی ملتی ہی کہ وہ اُن دنوں میں جاری و مشہور اور ایمانداروں میں مروّج تھے اور انکے وہی مطالب و مقاصد تھے جو فی الحال کے صحف مروجہ میں ہوئے؛

غرض اس طور یقین ہوتا ہی کہ جو صحیفے اب عہد جدید میں شامل ہیں یہی بجنسہ حواریوں کے عہد تک متواتر مسیحی ایمانداروں میں جاری اور مروج اور مشہور و معروف تھے — اور اسی ذریعہ سے یقین کلی پیدا ہوتا ہی کہ ان صحیفوں کے لکھنے والے فی الواقع خداوند مسیح کے ہم عہد و ہمعصر تھے ؛

امر دوم اس بیان میں کہ جملہ صحف عہد جدید صحیح اور اصلی بلا تحریف و تبدیل ہیں

اُمید واثق ہی کہ ہر صاحب عقل و انصاف جو بیانِ مذکورہ بالا کو ملاحظہ کریگا اُسکو یقین کامل ہوگا کہ جو جو صحف مقدسہ بنام منہا و عہد جدید موسوم ہیں وہ بلا شبہہ انھیں حواریوں اور شاگردان حواریوں کے لکھے گئے جنکی طرف منسوب ہیں اور یہہ کہ یہی صحیفے بلا ریب ابتدا سے آج تک متواتر و متوالی پشت در پشت مسیحیوں میں مروج اور مقبول اور کلام اللہ مانے گئے ہیں اس واسطے کہ حواریوں کے زمانہ سے

جس میں وہ صحیفے مرقوم ہوے آج تک ہیچ کے ہر زمانہ کی شہادت معتبر گواہوں کی متواتر و متسلسل ملتی ہیں کہ یہہ صحیفے ہر عہد میں جاری اور مشہور اور مقبول تھے اور سبھی اُنکو کلام اللہ جانتے اور مانتے رہتے ہیں +

اب یہہ دریافت کرنا اور باقی ہی کہ آیا جو تعلیمات و ہدایات وغیرہ مطالب و مقاصد بالفعل کے صحیفوں میں مرقوم ہیں فی الواقع یہہ ٹھیک وہی ہیں جنکو متی و یوحنا و مرقس و لوقا وغیرہ مصنفوں نے ارقام کیا تھا کیونکہ ان صحیفوں کو لکھے ہوئے اب اٹھارہ سو برس گذرے اور رسولوں کی لکھی ہوئی نقل اسقدر عرصہ تک محفوظ و مصئون و موجود رہنا امر بغایت دشوار ہی پس شاید نقل کرنے والوں اور ترجمہ کرنیوالوں نے سہوا یا عمداً مضامین اصلیہ بدل دیے ہوں اور اس طرح اس وقت کے صحیفوں کے مطالب و مقاصد اور ہی ہو گئے ہوں تو پھر ان نقول مروجہ حال پر کیونکر اعتماد و اعتقاد ہو سکتا ہی +

پس واضح ہو کہ صحف مقدسہ کی صحت اور اصلیت کہ فی الواقع نقول حال موافق و مطابق اصل کے ہیں تین جُدے جُدے ذریعوں سے دریافت ہوتی ہی +

اوّل یونانی زبان کے قدیم نسخوں کے مقابلہ سے جس میں صحف معروفہ لکھے گئے جو اصل زبان اُنکی ہی ۔ یہہ نسخے اب ایک ہزار سے زیادہ ہیں اور وہ نہ صرف ایک زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں بلکہ سنہ ۲۰۰ ع تک بلکہ اُس سے بھی پہلے

سکے — اور نہ صرف ایک شہر یا مقام پر سے بلکہ مختلف ملکوں اور شہروں اور قریوں میں پائے گئے چنانچہ اب بھی اُن ملکوں کے کتب خانوں میں موجود و محفوظ ہیں ÷

اور یہہ بھی کہ نسخجات مذکورہ سبکے سب پورے عہد جدید کے سارے صحیفوں کو شامل نہیں بلکہ بعضوں میں سب صحیفے ہیں اور بعضوں میں کئی صحیفے اور کبھی ایک میں صرف ایک صحیفہ ہی ÷

پس ان سب نسخجات مذکورہ کے مطالب و مقاصد بالکل موافق و مطابق حال کے نسخجات سے ہیں — چنانچہ جو نتیجہ تحقیقات و مقابلہ نسخجاتِ مذکورہ کا ہی اُسکا حال اوپر مسطور ہوا ÷

دوسرے دوم قدیمی ترجمات کے مقابلہ سے چنانچہ ایک ترجمہ سریانی جو سنہ ۱۲۰ع میں ہوا اور دوسرا جو اسی زبان میں قریب سنہ ۳۰۰ع کے ہوا ÷

پھر وہ ترجمے جو ملک مصر میں دو تین جدا جدا زبانوں میں تیسری یا چوتھی صدی میں ہوئے ÷

پھر حبشی و ارمنی ترجمات جو پانچویں صدی میں ہوئے ÷

پھر قدیم لاطینی ترجمہ جو سنہ ۱۵۰ع کے قریب ہوا ÷

پھر شمالی و مغربی ملکوں کی کئی ایک زبانوں کے ترجمات جو چوتھی اور

پانچویں صدی میں ہوئے ۔ اِن سبھوں کی جدا جدا قدیمی نقلیں موجود ہیں ÷

اور یہہ سب ترجمے بھی اصل مضامین و مطالب و مقاصد میں موافق و مطابق اُن نسخوں کے ہیں جو اب جاری ہیں ÷

سوم علما و فضلا و مصنفانِ مشاہیرِ سلف کے بیشمار تصانیف سے یعنی اگر اُن آیات کو جو اُن دینداروں نے اپنی کتب اور رسائل میں درج کی ہیں بطور اقتباس کے حال کے صحف کی آیات سے ملاویں تو باہمدگر موافق و مطابق ہوتی ہیں ÷

اور واضح ہو کہ ایک بار سوال کیا گیا تھا کہ اگر تمام نسخجات عبرانی اور اُنکے ترجمات نہوں تو کس طور صحفِ عہدِ جدید پا سکتے ہیں ایک عالم متبحر نے بڑی تلاش کے بعد مقابلہ کر کے جواب دیا کہ بذریعہ اُن آیات کے جو علما اور فضلاے مشہور و معتبر نے تین سو صدی کے اندر اپنے خطوط و کتب و رسائل میں درج کی ہیں اور اب تک ہمارے پاس موجود ہیں تمام و کمال تمام آیات مل سکتی ہیں صرف چند آیت نہیں ملیں ÷

خلاصہ یہہ کہ ان تینوں کامل ذریعوں سے یقین کلی پیدا ہوتا ہے جاے شک و مقام شبہہ کسی کو باقی نہیں ہے کہ بلا ریب جو صحف مقدسہ بالفعل مسیحیوں میں جاری ہیں اور جو مطالب و مقاصد ان میں مسطور و مذکور ہیں وہی بجنسہٖ بعینہٖ

ازمنۂ ماضیہ میں ہر وقت کے صحیفوں میں تھے ــ لہذا بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ جملہ صحفِ مقدسہ جو بالفعل مسیحیوں مین رائج ہیں اصلی اور صحیح بلا تحریف وتبدیل ہیں؞

تتمہ

اے بھائیو آپ صاحبوں کو ان تمام امورات کے ملاحظہ سے بخوبی واضح وآشکارہ ہوگا کہ تمام وکمال کتابِ مقدس کے جملہ صحیفے کیا عہدِ عتیق کے کیا عہدِ جدید کے سب کے سب معتبر ومستند وصحیح واصلی اہلِ کتاب میں مروّج ومتداول رہے ہیں ہر طرح سے انکی شہادت کامل ملتی ہی اور ہر گونہ انکی صداقت اور تشریح کا یقین حاصل ہوتا ہی اور یہہ بھی کہ جسقدر اعتراضات وتوہمات کہ بعض علماے اہلِ اسلام نے بادّعاے تحریف کئے ہیں اوّل تو اکثر ان میں سے ایسے ہیں جنکو کچھہ تعلق بھی تحریف سے نہیں اور جو اس سے تعلق رکھتے ہیں ان سے ہرگز ثبوت تحریف نہیں ہی ــ علاوہ برآں خود قرآن ہی کی تصدیق اور شہادت کے برخلاف ہی جو صاف صاف گواہی دیتا ہی کہ کتابِ مقدس مروجہ یہود ونصاری صحیح واصلی ہی کہ جو شخص حق پسندی اور عقل وانصاف کے ساتھہ قرآن کو پڑھے اور اسکے تمام مطالب ومقاصد کو جو دربارہ کتابِ مقدس اور اسکے صحیفوں یا یہود ونصاری کے باب میں وارد ہیں ملاحظہ کرے اسکو ہرگز یہہ شبہہ نہیں ہو سکتا ہی

کہ گویا قرآن کا دعوی ہی یا ایس سے یہہ مستنبط یا مترشح ہی کہ گویا اہل کتاب سے نے کتاب اللہ کو محرف کردیا اور بدل ڈالا اور اب کتاب مذکور قابل اعتماد و لائق اعتقاد نہیں ہی۔ اور اگر بالفرض کوئی شخص ان آیات بینات قرآنی کو جو در بارہ صحت و اصلیت و معتبری کتاب مقدس کے ہیں جن میں سے بعضی اس خط میں مرقوم ہوئیں قصداً یا سہواً پیش نظر نہ رکھکے صرف انھیں دو چار آیتوں کے ظاہری الفاظ پر نگاہ کرکے کھینچ کھانچ کر اسی بات کو مان لے کہ قرآن میں اہل کتاب کو تحریف کرنیکا الزام دیا ہی تو اس تہمت کو جہانتک چاہو بڑھاؤ وہ صرف بعض یہودیان مدینہ کی نسبت عائد ہو سکتی ہی مگر وہاں کے باقی یہودیوں کی نسبت جنکی تعریف دینداری و نیکوکاری کی کی ہی اور ان آیات کی گواہی دی ہی کہ وہ خدا کے کلام کو سیدھا پڑھتے ہیں اور خدا پر ایمان لاتے ہیں اور قیامت کو مانتے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے اور نیک کاموں کو دوڑتے ہیں اور وہ لوگ نیکوکار ہیں پس ایسے یہودیوں کی نسبت تو ہرگز خیال میں نہیں آسکتا ہی کہ جنکو قرآن ایسا بتلاوے پھر انھیں کو تحریف کنندہ کلام اللہ قرار دے ❊

پھر اگر بفرض محال مانو کہ سب یہودیان مدینہ نے ایسا ہی کام کیا تو کیا وہاں کے نصاری بھی انکے ساتھی ہو گئے جنکی نسبت تمام قرآن میں تحریف کا ایک اشارہ بھی نہیں ہی۔ پھر محال در محال اور خلاف در خلاف فرض کرو کہ مدینہ کے

[illegible]

تمام اہل کتاب باوجود آپس کی مخالفت و مباینت کے اس بے ایمانی کے کام
میں شریک ہوگئے تو گیا تمام جہان کے یہود و نصاری نے بھی انکا ساتھ دیا
اور تمام دنیا کے صحف مقدسہ محرف و متغیر ہو کر یکسان کر دیے گئے +

ایسی جھوٹی بات پر کون بھروسا کر سکتا ہی اور کسکا دل ایسے غلط اور ناممکن
امر کو تسلیم کر سکتا ہی +

دوسرے یہہ کہ علاوہ اسکے جاے غور و مقام فکر ہی کہ اہل کتاب کو تحریف کرنے
سے غرض کیا تھی انکا کونسا مطلب نکلتا تھا اور کیا فائدہ دین یا دنیا کا حاصل
ہوتا تھا +

اگر دینداری کا لحاظ کرو تو ظاہر ہی کہ جو دیندار ہی اور خدا تعالی سے
ڈرتا ہی اس سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہی کہ اسی کے کلام کو جسکو وہ سرچشمہ
ہدایت جانتا اور مانتا ہی بدل ڈالے اور اپنے خداوند کے حکموں کو
مٹا ڈالے اور بدل ڈالے جسکی رضامندی کا خواہاں اور جویاں ہو اسکے
غضب اور قہر کو آپ اپنے اوپر بھڑکاوے خصوصاً ایمانداران یہود و نصاری
جنکے پاس کلام اللہ میں اس باب میں سخت تاکید و تہدید کی ہی جیسا کہ توریت
کے صحیفہ پنجم میں ارشاد ہی باب ۴ آیت ۲ (تم اس بات میں جو تمہیں کہتا ہوں
نہ کچھہ زیادہ کیجیو نہ کم تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو میں نے تم تک پہنچایا

حفظ کرو) پھر عہد جدید میں بکتاب مکاشفات فرمایا ہی باب ۲۲ ۱۸ و ۱۹ آیت میں
ہر ایک کو جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہی یہہ گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی
اُن میں کچھہ بڑھاوے تو خدا اُن آفتوں کو جو اس کتاب میں لکھی ہیں اُسپر بڑھاویگا
اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھہ نکال ڈالے تو خدا
اُسکا حصہ کتاب حیات اور شہر مقدس اور اُن باتوں سے جو اس کتاب میں
لکھی ہیں نکال ڈالیگا) +

الغرض اہل کتاب کو کوئی غرض دینی نہ تھی کہ کلام اللہ کو جو اُنکے پاس تھا
بدل ڈالتے بلکہ تحریف کرنا بلا شبہہ بالکل بے ایمانی اور خدائے تعالی کے
قہر و غضب کا باعث تھا +

باقی رہے دنیاوی فائدے جیسا کہ اہل اسلام گمان کرتے ہیں کہ اہل
کتاب نے دنیا کے مارے اپنی کتاب بدل ڈالی چنانچہ شیخ عبد الحق محدث
دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہی کہ اہل کتاب نے بسبب بغض و عداوت اور
حسد و حب جاہ و عزت کے مقدس کتاب میں تحریف کی اور ایسی طور دوسرے
مسلمانوں نے بھی اسی طور ارقام کیا ہی +

مگر ظاہر ہی کہ کوئی سبب دنیاوی بھی نہیں تھا کہ اہل کتاب کلام خدا کو بدل کر
صحیح دین کے مخالف بنتے اور خلاف قرآن کے صحف مقدسہ بنا لیتے کیونکہ

ایسے کرنے سے انکو نہ محمد صاحب نہ اُنکے خلفا اور صحابہ یا دوسرے مسلمان
بادشاہوں اور امیروں کے روپیہ و عزت حاصل ہو سکتی تھی نہ یہہ متصور تھا کہ تحریف
کرنے سے انکو مسلمانوں کی مانند دولت و حشمت و ریاست و حکومت و اختیارات
اور خلق اللہ کی لوٹ اور غنیمت ملیگی - بلکہ ہر شخص جانتا ہے کہ اگر اہل کتاب محمد صاحب
اور قرآن کو مان لیتے تو انکی تالیف قلوب اور ترغیب تو محمد صاحب کو یہانتک
منظور تھی کہ قبل اسکے کہ اُنکے مسلمان ہونے نہونے کا حال بخوبی معلوم ہو اُنکی
قرآن میں جابجا تعریف و توصیف ہوئی اور مکہ چھوڑ کر بیت المقدس کی جانب سجدہ
ہونے لگا اور سدل وغیرہ بہت سے دستور و طریق شرعی و غیر شرعی دینی و
دنیوی مسلمانوں پر واجب و فرض و سنت و مستحب کیے گئے تھے اور اہل کتاب
کو جابجا بڑے بڑے وعدے کثرت سے دنیا اور دین کے بتلائے تھے
پس اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو یہہ بیچارے کاہیکو جزیرۂ عرب سے جلا
وطن کیے جاتے اور کیوں جزیے دیتے اور کاہیکو اُنکے ملک تہ تیغ بیدریغ
ہوتے اور اُن بیشمار لوگوں کے خون سے کیوں روئے زمین سرخ ہوتا اور
کیوں ہزارہا زن و بچہ اسیر و دستگیر لونڈی غلام بنکر بکتے پھرتے اور تمام شہر و قصبات
و قریات کیوں تباہ و برباد و بے چراغ ہوتے بلکہ یہہ ظاہر ہے کہ اگر قرآن محمد صاحب کو مان لیتے
تو علاوہ اسکے کہ اُن سب آفات و بلیات گوناگوں سے بچ جاتے جو نہ ماننے

سے اُنپر آئیں سے یہہ بھی ضرور تھا کہ مسلمان ہونے سے اُنکی اس دنیا میں بڑی
عزت وقدر و منزلت ہوتی اور بہت سے دوسرے مسلمانوں سے بڑہ کر دولت
وحشمت وحکومت ہوتی اور متواتر مال ومتاعِ غنیمت پاتے اور اُنکے بھی مناقب
ومحامد قرآن واحادیث میں مذکور ومسطور ہوتے ⁂

پھر اسکے سوا وہ بھی انسان تھے انکو بھی عیش وعشرت اور طرح طرح کی لذائذ
وحظایظ جسمانی ونفسانی سے مخلع بالطبع رہنا مسلمانوں کی مانند پسند ہوتا ⁂

پس اہلِ کتاب کو کون سے باعث تھے کہ جنکے بارے ان سب دنیاوی
عزت ودولت وحشمت وعیش وطرب وخواہشہاے گوناگوں کو ترک کرتے
جو صرف قرآن ومحمد صاحب کے ماننے سے حاصل ہوتی تھی اور انواع واقسام کی
تکالیف اور تصدیعے جنکے سُننے سے ہوش جاتے ہیں اپنے اوپر گوارا کرتے
اور اِسی سبب محمد صاحب سے حسد وبغض وعداوت کرکے اپنی کتاب الٰہی کو
بدل ڈالتے ⁂

ان باتوں پر جو شخص غور کریگا بلا شبہہ یقین کریگا کہ اہل کتاب کے واسطے
کوئی سبب نہیں تھا کہ اپنی کتابوں کو بدل ڈالتے اور تحریف کرتے ⁂

پھر اِس سے بھی قطع نظر کرکے یہہ امر بھی قابل لحاظ کے ہی کہ اگر بالفرض
والتقدیر کوئی شخص یا کوئی قوم بلا سبب اور بغیر علت ناحق تحریف وتبدیل کتاب

مقدس کا ارادہ بھی کرتا تاہم اسکا انجام ہونا محال و ناممکن تھا۔ اسواسطے
کہ محمد صاحب سے پہلے ہی دین مسیحی ممالک دور و دراز میں پھیل چکا تھا
چنانچہ ممالک روم و شام و یونان و افریقہ و مصر کے اور والے سب مسیحی تھے
۔ ایسی طور اطالیہ و فرانس و ہسپانیہ و انگلستان ملکوں کے باشندے اور
ملک جرمن کے اکثر حصوں کے رہنے والے دین مسیحی قبول کر چکے تھے
۔ اسیطرح عرب و ایران و ہندوستان میں بھی مسیحی لوگ رہتے تھے ÷

پس جو شخص ان ملکوں کی وسعت اور انکے شہروں اور آبادی اور انکے
باہمدگر فاصلوں سے واقف ہے وہ بخوبی جان سکتا ہے کہ کس طور ممکن تھا
کہ ان ممالک کثیرہ و بعیدہ کے ہزارہا مسیحی ایسی بے ایمانی کی بات میں شریک
ہوکر کلام اللہ کو متفق ہو کر بدل ڈالتے ÷

اور پھر نہ صرف مسیحیوں کے پاس کتاب مقدس رائج و مشہور تھی بلکہ اُس
زمانہ میں بھی یہودی فرقے کے فرقے جا بجا ملکوں میں اُسکا ایک بڑا حصہ یعنی
عہد عتیق رکھتے اور تلاوت کرتے اور اسکو کلام خدا جانتے اور مانتے
تھے ۔ پس کسطور ممکن تھا کہ محمد صاحب کے زمانہ میں یا اُسکے بعد تمام جہان
کے بیشمار یہود و نصاریٰ شرق سے غرب تک متفق ہوکر کلام اللہ کو بدل ڈالتے اور
قرآن کے مخالف بنا لیتے اور اس طور اپنی آپ دنیا و عقبیٰ دونوں کو

برباد کرتے ۔ پھر کرسکے سوا یہہ بھی قابل یادداشت ہی کہ محمد صاحب کے
زمانہ میں اور اُسکے بعد بلکہ اُس سے پیشتر سے نہ صرف یہی امور تھے کہ دین
مسیحی بہت سے دور و دراز ملکوں میں جاری تھا جنکی زبانیں بھی جدا جدا تھیں
اور ہر ایک ملک کے لوگ کتاب مقدس اپنی اپنی زبان میں پڑھتے تھے اور
عبادتخانوں میں سناتے اور تعلیم و تلقین کرتے تھے بلکہ اُن سب موانع کثیرہ
کے سوا یہہ امر بھی تھا کہ اُس زمانہ میں اور اُس سے پہلے بھی مسیحیوں کے
بھی کئی فرقے تھے جو باہمدگر بڑے غیر متحد اور مسائل جزئیہ کے مباحثہ
و مناظرہ میں سرگرم رہتے تھے ۔ پس ممکن نہ تھا کہ اگر ایک فرقہ ایسے بےایمانی
کا کام کرتا تو اور اپنی کتاب کو بدل ڈالتا تو باقی سب فرقے والے بھی اُنکا ساتھ
دیتے اور ایسے بیدل ہو جاتے بلکہ نہایت ضرور تھا کہ اگر کوئی ایسا کام کرتا
تو دوسرے لوگ اُسکو ظاہر کردیتے ۔ لیکن آج تک کتاب مقدس کی تحریف
و تبدیل کی نسبت کبھی کچھہ تکرار یا گفتگو نہیں ہوئی ۔

بجنسہ ایسا ہی حال سمجھو کہ جیسا ان دنوں محمدی دین عرب و ایران و مصر
و ہندوستان وغیرہ ملکوں میں جاری ہی اور مسلمانوں کے پاس قرآن ہی اور
مسلمانوں کے فرقے بھی مختلف اور غیر متحد ہیں پس اگر کسی جگہہ کے لوگ کا کوئی
فرقہ متفق بھی ہو جاوے اور قرآن کو بدل ڈالے تو ممکن نہیں ہی کہ تمام ملکوں

سے کہ مسلمان بھی اُسکے ساتھ ہو جاوین اور کُل جیب سب قرآن محرف ہو جاوین
— پس اگر قرآن محرف نہیں ہو سکتا ہی تو کتاب مقدس کا بدل جانا اُس سے
زیادہ ناممکن و محال تھا ؛

پھر علاوہ اِن سب باتوں کے جنسے یقین کلّی ہوتا ہی کہ بلا ریب کتاب
مقدس کا بدل جانا اور محرف ہونا محمد صاحب کے زمانہ میں اور اُسکے بعد
ناممکن و محال قطعی ہی — جب اُن سب پاک نوشتوں کا خیال فرماوین جو زبان
عبرانی و یونانی قدیم زمانہ کی ابتک موجود و برقرار ہیں اور اُنکے سوا اُن ترجمات
قدیم کا جنکے بہت سے نسخجات جابجا رائج ہیں اور اُنکے علاوہ اُن تمام آیات
مقدسہ کا جو اوّل تین صدی عیسوی میں سے لکھے تصانیف علما و فضلاے مسیحی میں
مندرج ہیں جنسے یقین کامل ہوتا ہی کہ فی الحال جو صحف مقدسہ جاری اور رائج
ہیں یہی بجنسہ و بعینہ زمانۂ سابق میں عہد حواریون تک موافق و مطابق یکدگر
رہے ہیں — تو پھر کسکے دل میں ایک ادنیٰ وہم خفیف بھی ہو سکتا ہی کہ گویا
کتاب مقدس کبھی بدل گئی ہو اور محمد صاحب کے دشمنوں نے تحریف
کر دی ہو ؛

بلکہ اَی بھائیو اِس باب میں جسقدر تلاش و تحقیقات کرو اور جتنا چاہو
چھان کرو اُسی قدر یقین پر یقین حاصل ہوتا ہی کہ کتاب مقدس کی صحت

واصلیت پر شک وشبہہ کرنا جائز نہیں بلکہ آفتاب پر خاک ڈالنا ہی اور بس ۔
خلاصہ یہہ کہ یہہ دعوی کہ گویا کتاب مقدس محرف ہی اور اُس میں تحریف وتبدیل
واقع ہوئی ہی صرف بلادلیل ہی نہیں بلکہ محض خلاف اور باطل ہی۔ اور جو شخص
قرآن وحدیث کو من جانب اللہ جانتا اور مانتا ہی اسکو لازم نہیں کہ ایسا دعوی جو
بالکل خلاف قرآن وحدیث کے اور فی الواقع باطل ہی اپنی زبان سے کہے یا
دل میں رکھے ۔ بلکہ حقیقی مسلمان کو واجب وفرض ہی کہ حسب طور مذکورہ شہادت و
تصدیق قرآنی سے کتاب مقدس کو خداے حی القیوم کا برحق کلام مانتا ہی اسطرح
یہہ بھی یقین کرے کہ بلاریب کتاب موصوف اصلی اور صحیح ہی ۔ اور جو اس کتاب
کو محرف کہتا ہی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہی کہ (اِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا بِآیَاتِ اللّٰہِ
لَهُم عَذَابٌ اَلِیم) و (مَن یَّکفُر بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالیَومِ الآخِرِ
فَقَد ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیدًا) +

الغرض ایسا بیجا اور بیہودہ دعوی تحریف تو بالکل غلط نکلا اور مطلق باطل ہی ۔
بلکہ بلاشبہہ جس کتاب کی قرآن میں جابجا تصدیق کی ہی اور جگہہ جگہہ شہادت دی ہی
کہ کلام اللہ ہی وہ تو یہی ہی جو اب بھی رائج ومشہور ومعروف ہی ۔ لیکن قرآن واحادیث
ادھر تو اُسکو سچا اور برحق خداے حی القیوم واصدق الصادقین وعالم الغیب
والشہادہ ومنزہ عن السہو والنسیان کا کلام بتلاتے ہیں اور اُدھر اُسی کے

مطالب و مقاصد کے خلاف بتلاتے و سکھاتے ہین پس قرآن و حدیث خدا کی طرف سے کیونکر ہو سکتے ہین÷

پس دوسرا دعوی نسخ ہی جو اہل اسلام بیان کیا کرتے ہین کہ قرآن کے باعث کتاب مقدس منسوخ و رد ہو گئی جیسا کہ سعدی نے محمد صاحب کی تعریف مین لکھا ہی÷

یتیمی کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانۂ چند ملت بشست
نہ از لات و عُزّی برآورد گرد کہ توریت و انجیل منسوخ کرد

یعنی محمد صاحب ایسے یتیم تھے کہ ہنوز قرآن پورا بھی نہ کیا تھا کہ اُنھون نے کتنے مذہبون کی کتابون کو دھو ڈالا — نہ صرف لات و عزی بتون کو خاک میں ملا دیا بلکہ توریت و انجیل کو بھی منسوخ کر دیا÷

پس مناسب ہی کہ دیکھا جاوے کہ اس تاویل سے بھی قرآن و حدیث منجانب اللہ متصور ہو سکتے ہیں اور وہ اختلافات جو مطالب قرآن و حدیث کو کتاب مقدس کے ساتھ ہیں جن میں سے کئی ایک اس خط کے آغاز میں مسطور ہوئے پس اگر یہہ بات مان لیں کہ کتاب مقدس کو خدا نے منسوخ کر دیا ہی اور قرآن و حدیث اُسکے ناسخ ہیں تو اس تاویل سے وہ اختلافات رفع ہو سکتے ہیں یا نہیں÷

پس اے عزیز و دوستو نہ گواہی دوسرے کا حال بھی مین آپ صاحبون

سے اُمید رکھتا ہوں کہ دل لگا کر اوّل سے آخر تک بغور و تامل اور سیدھے
اور سچے دل اور راستی پسندی کی پاک نیت سے مطالعہ فرمائیں
اور خدا تعالی سے دعا سے ہدایت کریں تاکہ بہ امر راست و حق ھم
آپ پرروشن ہووے ۔ آمین ؛

تحقیقات دوم دعوی نسخ کتاب مقدس

واضح ہو کہ جیسا اوپر گذرا کہ جب برادران اہل اسلام کو قرآن و حدیث اور کتاب مقدس کا مقابلہ کر کے کہا جاتا ہی کہ آپ از راہ انصاف و حق جوئی ملاحظہ فرمایئے کہ باوجودیکہ قرآن و احادیث محمدیہ مین جابجا کتاب مقدس کو کلام اللہ کہا اور اُسکی صداقت اور راستی کی جگہہ جگہہ شہادت کامل دی ہی اور اُسکو دین و ایمان میں اکمل اور تعلیمات و ہدایات میں احسن و اجمع و اتم ظاہر کیا ہی مگر باین ہمہ وہی قرآن و حدیث اُسی کتاب اللہ کے ایمانیات و ہدایات و تعلیمات و اخبارات وغیرہ کو اصولاً و فروعاً باطل بتلاتے اور اُسکے مخالف اور مباین سکھاتے ہین فکیف التوفیق ❊

تو اُسکے جواب میں اہل اسلام یا تو دعوی تحریف کتاب مقدس کا درمیان میں لاتے ہیں جو باصلہ و فرعہ محض باطل و عاطل ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا نہیں تو ایسا تو ہر شخص بلا تأمل ضرور ہی کہہ بیٹھتا ہی کہ کتاب موصوف منسوخ ہی اُس سے اب کیا سروکار ہی وہ تو مثل تقویم پارینہ ہی ۔ قرآن کا اُس سے کیا مقابلہ ہی کتاب مقدس تو امم سابقہ کے واسطے تھی اب بیصرف ہی اب اس آخر الزمان کے واسطے قرآن نازل ہوا ہی جو تا قیام قیامت جاری رہیگا ❊

ہر چند اس مقام پر اسیقدر کافی و وافی تھا کہ آپ صاحبوں پر ظاہر کیا جاتا کہ اس عذر
سے بھی وہ مخالفت اور مباینت جو قرآن و حدیث کو کتاب مقدس کے ساتھ
ہی ہرگز رفع نہیں ہوسکتی ہی جسکی چند مثالیں اوائل نیاز نامہ ہذا میں مسطور ہوئیں
کیونکہ اظہر من الشمس ہی کہ یہہ ہرگز قرین قیاس نہیں ہی بلکہ ناممکن و محال ہی اور خلاف
شان خداے اصدق الصادقین ہی کہ وہ کتاب مقدس میں تو تعلیم توحید فی التثلیث
و تثلیث فی التوحید کی دیوے اور پھر وہی قرآن میں اس تعلیم کو کفر ٹھہراوے
اور ایک عرصہ تک تو وہ صاف صاف الوہیت و ابنیت خداوند مسیح کی بوساطت
اپنے انبیا اور رسولونکے سکھاوے اور اُسکی منادی کراوے اور پھر وہی آخر زمانہ میں لوگوں کو
بتلاوے کہ یہہ کلمہ کفر اور بے ایمانی کا ہی — اور مدت مدید تک تو ایسا فرماوے کہ با ایمان خداوند
مسیح انسان کی نجات ہوسکتی ہی اور کوئی صورت آمرزش کی نہیں ہی پھر بعد اسکے منسوخ کرکے اور کبھی بے ایمان
مغفرت اور بخشایش کی بتلاوے — اور امم ماضیہ کو سچائی اور راستی پر ثابت و قائم
رہنے کو تاکید و تہدید کرے پھر اُسکو منسوخ کرکے امت آخر الزماں کو جھوٹ بولنے
کی اجازت دیوے یا حکم فرماوے وغیرہ — بلکہ نہایت واضح و بغایت لائح ہی
کہ خداے تعالی ان باتوں سے منزہ و مبرا ہی لہذا اگر کتاب مقدس کلام اللہ ہی
تو بلاریب قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں ہوسکتے ہیں ❊

لیکن ازانجاکہ دعوی نسخ کتاب مقدس مسلمان بھائیوں میں بہت مشہور ہی اور

چند علماے محمدی نے اِس باب میں چند کتب اور رسالے لکھے اور کچھہ کا کچھہ بیان کیا
اِس سبب بپاسِ خاطر آپ صاحبوں کے اسکو کچھہ تفصیل وار بیان کیا جاتا کہ آپ کو
معلوم ہووے کہ دعوی مذکور بھی محض بے اصل ہی +

پس واضح ہو کہ اس مقدمہ میں امور تنقیح طلب چھہ ہیں ــ امر اول یہہ کہ نسخ کے
کیا معنی ہیں اور نسخ کتاب مقدس سے کیا مراد ہی ــ امر دوم یہہ کہ قرآن میں کہیں
لکھا ہی کہ کتابِ مقدس منسوخ ہی ــ کسی آیت محکم یا متشابہ میں مذکور ہوا یا کسی جگہہ
سے مستنبط ہی ــ امر سوم یہہ کہ حدیث میں کہیں اسکا ذکر ہی یا نہیں ــ امر چہارم یہہ
اجماع امت سے کتاب اللہ منسوخ ہو سکتی ہی یا نہیں ــ امر پنجم یہہ کہ بموجب اُن
اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں کتاب مقدس
کا منسوخ ہونا قیاسی ہی یا خلاف ــ امر ششم یہہ کہ اگر قرآن کتاب مقدس کو منسوخ
کرنے کا دعوی نہیں کرتا ہی تو باوجود اقرار کاملیت و جامعیت کتاب مقدس کے
اسپنے نازل ہونے کا کوئی مطلب اور مدعا بتلاتا ہی یا نہیں +

امر ہفتم یہہ کہ انجیل سے توریت منسوخ ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو توپھر قرآن سے
انجیل کیوں منسوخ نہیں ہو سکتی ہی +

امر اوّل اس تنقیح میں کہ نسخ کے معنی کیا ہیں اور نسخ کتاب مقدس سے کیا مراد ہے

نسخ کے معنی منع کرنا نقل کرنا بدلنا باطل کرنا۔ قاموس میں ہے۔ (النسخۃ کمنعہ وازالہ وغیرہ وابطلہ) پس نسخ کتاب مقدس سے مراد یہہ ہوئی کہ گویا وہ قرآن کے سبب ممنوع التلاوۃ والتعمیل اور باطل ہو گئی ÷

اور اسی مدعا سے اہل اسلام کتاب مقدس کو منسوخ مانتے ہیں کہ نہ کتاب موصوف کو پڑھتے نہ اسکو اپنے پاس رکھتے نہ اُس میں سے کسی غرض یا نصیحت کی تعلیم وتلقین کرتے نہ اسکی کسی بات کو سند جانتے ہیں۔ غرض کتاب اللہ موصوف کو مثل کتب ہنود یا مجوس وغیرہ کے بیکار اور بیصرف محض جانتے ہیں اور اس سے غایت درجہ کی غیریت اور تعصب رکھتے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ ہنود و مجوس وغیرہ کی کتابوں کو من جانب اللہ نہیں کہتے ہیں اور کتاب مقدس کو کلام اللہ مانتے ہیں۔ چنانچہ کتب عقائد میں لکھتے ہیں (اجمعنا جمیعًا ان قراۃ الکتب الماضیۃ وکتابتہا منسوخۃ بقراۃ القرآن ونزولہا) یعنی ہم سبنے اتفاق کر لیا ہے اس بات پر کہ پچھلی کتابوں کا پڑھنا اور اُسکا لکھنا قرآن کی قرأت اور نازل ہونے کے باعث منسوخ ہے ÷

امر دوم اس تنقیح مین کہ آیا قرآن مین کہیں کہا ھی کہ کتاب مقدس منسوخ ھی کسی آیت محکم یا متشابہ مین مذکور ہو یا کسی جگہہ سے مستنبط ھی

تمام قرآن میں ایک آیت بھی نہیں نہ ایک لفظ جس سے معلوم ہو یا مترشح ہو کہ گویا قرآن ناسخ کتاب مقدس کا ھی یا اسکی تلاوت یا کتابت کو منسوخ یا ممنوع بتلایا ہو ــ کہیں ادنی اشارہ یا کنایہ بھی نہیں ھی ؛

بلکہ جب کوئی قرآن کی اُن آیتوں کو ملاحظہ کرے اور بغور و تامل سوچے جنمیں اہل کتاب کو بتاکید و تہدید حکم کیا ھی کہ کتاب مقدس موصوف کی ہدایات و تعلیمات و احکام کی تعمیل اور اتباع بدل کریں یا جنمیں مسلمانوں پر فرض ٹھہرایا ھی کہ اُسپر ایمان لاوین بلکہ خود محمد صاحب کو حکم دیا ھی کہ اُسپر ایمان لاوین اور اُسکی ہدایت کی تقلید کریں ــ تو ہرگز باور نہو گا کہ گویا اُن آیتوں کے قائل کا ارادہ پایا جاتا ھی یا اُسکی نیت بھی کہ اُس کتاب کو منسوخ اور رد کرے یا اُسکے پڑھنے یا لکھنے کو منع کرے بلکہ صاف صاف الفاظ اور عبارت کلام سے ظاہر ھی کہ وہ کتاب ہرگز قابل منسوخی نہیں بلکہ علم الہی کی تحصیل اور ہدایت یابی اور خدا پرستی کے واسطے کامل اور ضرور ھی ؛

چنانچہ آیات مذکورہ میں سے بعض سابق ازین مسطور ہوئیں جن میں کتاب مقدس اور اُسکے صحیفوں کی نسبت شہادت کامل دی ہی کہ وہ امام اور رحمت ہی۔ کتاب واضح اور صاف اور روشن ہے۔ ہدایت اور یاد دلانے والی ہی صاحبان عقل کو۔ اور جو نیک بات ہی اُسمیں کامل ہی۔ ہر چیز کی اُس میں تفصیل ہی۔ ہدایت اور رحمت ہی تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے ملاقی ہونے پر ایمان لاویں۔ بصیرت اور روشن ضمیری آدمزاد کو بخشتی ہی۔ فرقان ہی۔ اُجالا اور نصیحت ہی خداپرستوں کے واسطے۔ الغرض ہمہ جہت و من کل الوجوہ خداپرستی و دینداری و ایمانداری اور ہدایت میں کامل اور جامع ہی÷

پھر توریت اور انجیل کی پیروی اور اُسکی ہدایت اور احکام کی تعمیل دل سے کرنے کو یہود و نصاری کو ترغیب دی ہی بلکہ نہایت تاکید و تہدید کی ہی کہ اگر اُسپر عمل نہ کریں تو اُنکا دین ناقص اور ناکارہ ہی÷

پھر مسلمانوں پر سخت تاکید کی ہی کہ کتاب مقدس تمام و کمال پر ایمان لاویں اور جو ایمان لاوے اُسکو رحمت الٰہی اور بڑی جزا کا وعدہ دیا ہی اور اگر کوئی مسلمان ایک حصہ پر بھی ایمان نہ لاوے تو وہ کافر ہی اور مستحق سزاے شدید÷

پھر خود محمد صاحب کو حکم ہوا ہی کہ کتاب موصوف پر ایمان لاویں اور اُسکی ہدایت کی پیروی کریں وغیرہ÷

اب صاحبو آپ ہی اپنے دل مین انصاف کرو کہ قرآن تو کتاب مقدس
کی نسبت ایسا کچھہ کہتا ھی کیا اِس سے آپ کے خیال مین آسکتا ھی کہ ایسی
کتاب منسوخ ہوسکتی ھی ۔ جسکو قرآن ہدایت اور روشنی اور بیداری مین کامل اور جامع
بتلاوے اُسکو وہ آپ ہی رد کرے اور کہے کہ مت پڑھو مت لکھو ۔ کیا جسپر
عمل کرنا یہود اور نصاریٰ کو قرآن فرض ٹھہراوے اور اگر عمل نہ کریں تو اُنکی بیداری
کو ناقص اور ناکارہ بتلاوے اُسی کی تعمیل یوں ہو کہ اُسکا ماننا اور عمل کرنا منع
ھی ۔ کہاں ہوسکتا ھی کہ جس حالت مین قرآن مسلمانوں اور محمد صاحب کو حکم
دیتا ھی کہ اُسپر ایمان لاؤ تو اُسکے یہہ معنی ہین کہ اتنا جان لو کہ کتاب مقدس
کلام اللہ ھی مگر اُسکا پڑھنا لکھنا اور تعلیم پانا درست ھی ۔ کیا جسکی پیروی محمد صاحب
پر تو فرض ہوئی تاکہ اُس سے ہدایت پاوین لیکن محمدی اُسکو پڑھیں یا لکھیں تو
ناجائز و ناروا ھی +

بلکہ صاف صاف ظاہر ھی کہ کتاب مقدس کو منسوخ کہنا اور اُسکی تلاوت اور کتابت
کو منع کرنا خلاف حکم قرآن کے ھی اور بالکل ناروا ھی +

امر سوم اس تنقیح مین کہ حدیث مین ذکر نسخ کتاب مقدس ھی یا نہیں

کتب احادیث مین بھی ایک حدیث نہیں ھی جس مین کہا ہو کہ کتاب مقدس

منسوخ هی یا اُسکی تلاوت یا کتابت منع هی – مگر بعضے مولویصاحب لوگوں کے سامھنے اُس حدیث کو بیان کیا کرتے ہیں جو مشکوۃ میں دارمی سے بروایت جابر منقول هی جس میں مذکور هی کہ محمد صاحب نے عمر کو توریت پڑھنے سے منع کیا تھا اور غضبناک ہوئے – جو بیان تحریف میں سابق ازیں خلاصۃً ایمیں بھی منقول ہوئی ✤

لیکن واضح ہو کہ اول تو قرآن کے مقابلہ میں حدیث کا اعتبار نہیں هی – کئی وجہ سے – منجملہ اُنکے ایک یہہ کہ خود حدیث ہی میں منقول هی مشکوۃ میں دارقطنی سے بروایت جابر کہ محمد صاحب نے کہا (کلامی لاینسخ کلام اللہ) یعنی میرا قول خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا هی – لہذا حدیث مذکور گو محمد صاحب ہی سے کیوں نہ کہی ہو اور فی الواقع اُنھوں نے عمر کو توریت پڑھنے کو منع کیا ہو تو بھی اُس سے نہ کتاب مقدس جو کلام اللہ هی منسوخ ہوسکتی هی اور نہ قرآن کی وہ نصوص صریحہ منسوخ ہوسکتی ہیں جن میں صاف صاف کہا هی کہ کتاب مقدس ویسی ایمان میں کامل و جامع هی اور جن میں آدمیوں کو اُسپر ایمان لانیکے واسطے بلایا هی اور اہل کتاب کو اُسپر عمل کرنے کو حکم تاکیدی دیئے ہیں اور مسلمانوں کو اُسپر ایمان لانا فرض ٹھہرایا اور خود محمد صاحب کو اُسپر ایمان لانا بلکہ اُسکی پیروی کو حکم کیا هی ✤

دوم یہہ کہ احادیث کی صحت میں بہت کچھہ کلام ہے — علاوہ برآں یہہ حدیث مذکور دارمی کی کتاب کی ہے جسکو اکثر نے صحاح میں شامل نہیں کیا ہے ❊

سوم یہہ کہ بخاری میں جو اصح الکتاب بعد قرآن سمجھی جاتی ہے بروایت عبد اللہ ابن عمر لکھا ہے کہ محمد صاحب نے کہا (بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج) یعنی پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہو اور بیان کرو بنی اسرائیل کی طرف سے اور کچھہ مضائقہ نہیں — قرمی شارح بخاری لکھتا ہے کہ حدیث قصہ عمر کی جس میں ممانعت کی تھی کہ توریت نہ پڑھو اس حدیث سے منسوخ ہے اسواسطے کہ وہ ممانعت اوائل اسلام میں تھی اور ایسا ہی عبد اللہ ابن عمر بیضاوی نے شرح مصابیح میں لکھا ہے ❊

الغرض نسخ کتاب مقدس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے بلکہ اجازت دی ہے کہ بنی اسرائیل کیطرف سے بھی تعلیم کرنا روا ہے ❊

امر چہارم یہہ کہ اجماع امت سے کتاب اللہ منسوخ ہو سکتی ہے یا نہیں

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے جب کتاب مقدس کو پڑھا اور مقابلہ کیا تو دیکھا کہ کسی طور ممکن نہیں کہ قرآن کی اُسکے ساتھہ مطابقت اور موافقت ہو سکے

تو اس بات کو غنیمت جانا کہ اُسکو منسوخ کہکر اپنا پیچھا چھوڑاویں — فقہا کو قرآن و حدیث میں بھی گنجایش نہ پائی کہ کسی آیت یا حدیث کو پیش کرتے جس سے کتاب موصوف کا نسخ ثابت کرتے اِس لیئے یہی لکھنا مناسب جانا کہ اُسکی منسوخیت پر اجماع اُمت ہوگیا ہی چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ لکھتے ہیں (اجمعنا جمیعًا اَنّ قراۃ الکتب الماضیۃ وکتابتہا منسوخۃ بقراۃ القرآن و نزولہا)

مگر اِس جگہہ ضرور نہیں کہ میں بیان کروں کہ آیا مسلمانوں کے اکٹھے ہوکر کسی امرِ دین کو مان لینے سے وہ بات حق ٹھہرتی ہی یا نہیں یعنی کہ اجماع اُمت اصولِ دین سے ہی یا نہیں اور نہ اس امر کا بیان ضرور ہی کہ اگر اجماع امت اصولِ دین سے ہی تو کن لوگوں کا اور کتنوں کا اتفاق کرنا معتبر ہوسکتا ہی اور نہ اُسکو پیش کرتا ہوں کہ اس خاص مسئلہ نسخ میں اجماع ہوا یا نہیں سب کا اسپر اتفاق ہوا یا بعض کا وغیرہ — بلکہ صرف دو بات کا ظاہر کرنا ہی مناسب ہی جنسے قطعی ہی کہ اگر بالفرض تمام اُمت محمدیہ کا اتفاق ہوا تو بھی نادرست ہی

اوّل یہہ کہ اجماع بموجب اصول فقہ کے اُسوقت معتبر ہوسکتا ہی کہ خلاف کلام اللہ نہو پس جبحالیکہ خدا تعالیٰ نے کتاب مقدس واسطے ہدایت خلق اللہ کے عطا فرمائی اور یہہ لوگ اُسکے تابع ہوکر لوگون کو ہدایت پانے سے منع کرنا چاہتے ہیں اور جسکو قرآن جو بموجب اُنکے عقائد کے کلام اللہ ہی حکم دیتا ہی کہ کتاب موصوف بھی

آدم کے واسطے ہدایت اور خدا کی رحمت اور آدمزادوں کے لیئے رہنما اور حق و باطل
کی بتانے والی ہی اور جا بجا جسپر عمل کرنے اور ایمان لانے کو تاکید و تہدید
کرتا ہی اُسکو یہہ لوگ منع کرتے اور روکتے ہیں پس عدالت سے خالی اور تعصب
سے پُر ہوکر قابل اجماع نہیں اور اُنکا اتفاق بالکل نادرست ہی ؛

دوم یہہ کہ اجماع کے واسطے دعی کا ہونا ضرور ہی اور وہ خبر آحاد یا قیاس ہوتے
ہیں سو نہ کوئی حدیث ہی احاد بھی نہیں ضعیف تک نہیں اور نہ قیاس مقتضی ہی
جیسا کہ ہر کس و ناکس جان سکتا ہی اور آینده مذکور بھی ہوگا ۔ پس خواہ اجماع ہوا
یا نہوا دونوں حالتوں میں یہہ قول کسی کا معتبر نہیں ہوسکتا ہی کہ قرآن کے لفظ مخالف
اور کلام اللہ کے برعکس کہے کہ کتاب مقدس منسوخ ہی ؛

امر پنجم اس تنقیح میں کہ بموجب اُن اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں کتاب مقدس کا منسوخ ہونا قیاسی ہی یا خلاف

جملہ اہل اسلام معترف ہیں کہ قرآن میں بعض آیات ناسخ ہیں جنسے دوسری
آیتیں منسوخ ہیں اور ایسا ہی کچھہ احادیث کے باب میں بھی معتقد ہیں اور خود

قرآن میں بھی مذکور ھے کہ (ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا) یعنی جس آیت کو ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اُس سے بہتر یا اُسکی مانند لاتے ہیں ــ الغرض اہل اسلام کے عقائد میں سے ھے کہ خدائے تعالی کے کلام میں ناسخ و منسوخ آیات ہوتی ہیں ؛

پس گو قرآن و حدیث میں ایک جگہہ بھی ایسا نہیں کہا ھے کہ قرآن کے باعث کتاب مقدس منسوخ ہوگیی یا اُسکا پڑھنا لکھنا اور اُس سے ہدایت پانا اور اُسکے بموجب تعلیم و تلقین و عظ و نصیحت کرنا ممنوع ھے بلکہ اُسکے خلاف صاف صاف احکام موجود ہیں جیسا کہ اوپر گذرے ــ لیکن مناسب ھے کہ دیکھا جاوے کہ علماے اہل اسلام و مجتہدین و مفسرین نے دربارۂ نسخ آیات قرآن و احادیث محمدی کیا کیا شرائط و ضوابط مقرر کیے اور لکھے ہیں تا کہ انہی قیاس پر دیکھا جاوے کہ کتاب مقدس قرآن و حدیث سے منسوخ ٹھہرتی ھے یا نہیں ــ اور یہہ بھی کہ وہ مخالفت و مباینت و مغایرت جو قرآن کے مطالب و مقاصد کو کتاب مقدس کے تعلیمات و ہدایات و مضامین کے ساتھہ ہین اگر تاویل ناسخ و منسوخ کی قرار دیں تو بھی رفع ہو جاتی ہیں اور باہمدگر موافقت و مطابقت متصور ہو سکتی ممکن ھے یا ناممکن ؛

واضح ہو کہ دربارۂ نسخ تفسیر اتقان میں مذکور ھے (النسخ مما خص اللہ بہ

هٰذه الامة لحكمٍ منها التيسير) يعني نسخ ان امروں ميں سے هي جنکے ساتھ خدا نے امت محمدیہ کو مخصوص کيا هي اور نسخ کے کئي فائدے ہيں منجملہ اُنکے ايک يہہ هي کہ آساني هووے۔ يہہ طور دوسرے مفسروں کے قول ہيں ✤

پھر تفسير مظهري اور معالم التنزيل ميں هي (النسخ انما يعترض على الاوامر والنواهي دون الاخبار) يعني نسخ صرف امر و نهي کے احکام ميں هوتا هي نہ اخبار ميں

لهذا قرآن و حديث ناسخ اصول ايمانيہ و اخبار و قصص و حالات و تواريخ مذکورۂ کتاب مقدس کے نہيں ہو سکتے ہيں۔ تو اب آپ صاحب ملاحظہ کريں کہ توحيد في التثليث و تثليث في التوحيد۔ و ابنيت و الوهيت خداوند يسوع مسيح۔ اور يہہ کہ وہ شافع المذنبين و منجي العاصين هي کہ محض اُسي کے ذريعہ نجات حاصل هو سکتي هي۔ اور وہ اخبارات جہان آئندہ جو بہشت اور بہشتيوں کے باب ميں ہيں۔ اور وہ حالات بھي جو دربارۂ آفرينش آدم و حوا و خلقت زمين و آسمان و حالات حضرت نوح و ابراہيم و اسحاق و يعقوب و يوسف و موسيٰ و داؤد و سليمان و خداوند مسيح کتاب مقدس ميں مذکور ہيں ہرگز منسوخ نہيں ہو سکتے ہيں کہ جو قرآن و حديث ميں اُسکے مخالف و مباين لکھا هي اُسکو ناسخ قرار ديں ✤

اب باقي رہے احکام اوامر و نواهي سو اُنکي نسبت بعض علما کا تو يہہ قول هي کہ نسخ احکام کا اُسي وقت معتبر هو سکتا هي جبکہ معارضہ هووے يعنے دو احکام معارض

بیکہ گرہوں اور روایت صحیح سے معلوم ہو کہ محمد صاحب یا اُنکے صحابی نے بتلایا
کہ یہہ حکم منسوخ ھی اور یہہ حکم ناسخ ھی وگرنہ ناجائز ھی چنانچہ ابن الحصار نے جو علماے
قدیم سے ھی یہہ لکھا ھی (انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم او عن صحابی یقول آیۃ کذا نسخت کذا) یعنی اِسکے سوا اور کوئی بات نہیں کہ
نسخ میں نقل صریح کی طرف رجوع کیا جاوے جو محمد صاحب یا اُنکے صحابی سے
ہو کہ فلانی آیت فلانی آیت کو منسوخ کرتی ھی - پھر لکھا ھی (ولا یعتمد فی النسخ
قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صحیح
ولا معارضۃ بینۃ لان النسخ یتضمن رفع حکم واثبات حکم تقرر
فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم فالمعتمد فیہ النقل والتاریخ دون
الرای والاجتہاد) یعنی نسخ کے باب میں عوام مفسرین بلکہ اجتہاد مجتہدین کا
بھی معتبر نہیں ھی بغیر نقل صحیح اور معارضہ ظاہر کے اسواسطے کہ نسخ متضمن ھی
ایک حکم کی موقوفی اور دوسرے کے ثابت کرنے کو جو محمد صاحب کے زمانہ میں
قرار پایا لہذا اس باب میں نقل اور تاریخ کا اعتماد ھی نہ کہ راے اور اجتہاد کا +

دیکھا چاہیے غور ھی کہ قرآن کی آیات کی ناسخیت و منسوخیت کی نسبت
یہہ شروط اور احتیاط ہیں کہ اُن میں سے ناسخ و منسوخ اُسی وقت قرار دیسکتے ہیں
جبکہ روایت صریح و نقل صحیح ملے کہ محمد صاحب یا اُنکے صحابی نے ایسا کہا کہ یہہ

آیت ناسخ هی اور یهه منسوخ هی وگرنه هرگز عوام مفسرین بلکه اجتهاد مجتهدین تک کا معتبر نهیں هی ـــ مگر مسلمانوں نے کتاب مقدس کے نه صرف چند آیتوں کو منسوخ کها بلکه ساری کتاب کو نه ایک دو حکم کے ماننے کی ممانعت کی بلکه تمام احکام اور جمله هدایات وتعلیمات واخبار وغیره سب کے پڑهنے لکهنے سُننے کو قطعی ممانعت کی ـــ اور نه صرف یهه تها که محمد صاحب یا کسی صحابی سے منقول نهیں که کتاب مقدس کی یهه آیت قرآن کی اس آیت سے منسوخ هی بلکه ایک روایت بهی نهیں هاں ایک ضعیف حدیث بهی نهیں جسمیں کها هو که کتاب مقدس منسوخ هی یا اُسمیں کی کوئی آیت منسوخ هی ـــ بلکه برخلاف اِسکے خود قرآن کهتا هی که اُسپر ایمان لاؤ اور اہل کتاب اگر اُسپر عمل نه کریں تو اُنکا ایمان ناقص اور بیکار هی اور خود محمد صاحب کو حکم هی که اُسکی پیروی کریں اور اُسکی هدایت پر چلیں +

پس اس حالت میں کیا تصور کیا جاوے بجز اسکے که تعصب مانع راه خدا هی مگر جو حق جو اور خداترس هی وه بلاشبهه اسبات کو یقین کریگا که درحالیکه کتاب مقدس اور قرآن کلام خدا هیں اور نه قرآن میں کها که کتاب مقدس منسوخ هی اور نه محمد صاحب نے ایسا کها اور نه کسی صحابی کی ایسی روایت هی تو اگر قرآن میں که اُسمیں بهی آیات و احکام منسوخ هیں اُنکے باعث کل قرآن منسوخ

نہیں سمجھا جاتا ہے تو اسی قیاس پر اگر کتاب مقدس کی چند آیات یا احکام منسوخ بھی سمجھے جاویں تو اُنکے باعث ساری کتاب منسوخ نہیں ہوسکتی ہے

اور بعض علما نے ایسا لکھا ہے کہ احکام دو قسم کے ہیں بعضے عام یعنی تمام انسانوں پر اُنکی تعمیل فرض ہے اور بعض خاص ہیں کہ کسی خاص امت اور لوگوں ہی کے واسطے ہوتے ہیں یا کسی خاص وقت کے لیئے خاص ہوتے ہیں سو اُن میں سے جو احکام عام ہیں وہ کبھی منسوخ نہیں ہوسکتے ہیں بلکہ ہمیشہ برقرار رہتے ہیں چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے (احکام عامہ اصلا قابل نسخ نیستند تا ابد الآبدین باقی و برقرار اند مثل تکلم انسان و استوای قامت او و احکام کونی و مثل حرمت شرک و زنا و لواطت و سرقہ در احکام شرعی) یعنی حکم عام ہرگز منسوخ ہونے کے قابل نہیں ہیں ابد الآباد باقی اور برقرار ہیں جیسا کہ احکام کونی میں انسان کا بولنا اور اُسکے قد کا سیدھا ہونا ــ اور احکام شرعی میں حرام ہونا شرک اور زنا اور لواطت اور چوری کا ؛

الغرض بموجب اصول و قواعد نسخ کے جو مجتہدین و مفسرین اہل اسلام نے لکھے ہیں اُنکے بموجب اصول بیانیہ و اخبار و قصص و احکام عامہ منسوخ نہیں ہوسکتے ہیں ــ تو کیا کتاب مقدس میں صرف احکام خاص ہی ہیں جو قرآن سے منسوخ ہو گئے اور ساری کتاب منسوخ متصور ہوئی ــ ہرگز ہرگز نہیں مسلمان

تو تمام اصول ایمانیہ جنکا جاننا اور ماننا تمام انسانوں پر خدا نے فرض ٹھہرایا ہی مذکور
ہیں اور اُنکے سوا اخبار آفرینش زمین و آسمان و پیدایش مخلوقات و موجودات
و خلقت آدم و آدمیان اور تمام انبیا و مرسلین غرض حالات این جہان و جہانیان
و نیز اخبارات جہان جاودان مفصل و مکمل ضروری اور وہ سب احکام عام بھی جنکا جاننا
اور تعمیل کرنا تمام کافۂ انام پر تا قیام قیامت فرض و واجب ہی بیان و عیان کیے
ہیں ـــ اسلیے مطابق قرینِ قیاس نہیں بلکہ خلافِ محض ہی کہ کوئی کتاب مقدس
کو منسوخ سمجھے +

خلاصہ یہہ کہ بموجب اصول اربعہ یعنی کتاب و سنت و اجماع امت اور قیاس
سبکے خلاف ہی کہ کوئی دعوی نسخ کتاب مقدس کرے +

امر ششم اس تنقیح میں کہ اگر قرآن کتاب مقدس کو منسوخ کرنیکا دعوی نہیں کرتا ہی تو باوجود اقرار کاملیت وجامعیت کتاب مقدس کے اپنے نازل ہونیکا کوئی مطلب اور غرض بتلاتا ہی یا نہیں

البتہ جب دیکھا جاتا ہی کہ قرآن جابجا کتاب مقدس کو کلام اللہ بتلاتا ہی اور یہہ
کہ وہ تمام نیک امروں میں کامل اور ہدایت راہ خدا میں پوری ہی کہ ہر چیز کی اُسمیں

قرآن پیشین کتب سب کو سچا بتاتا ہی

تفصیل ہی اور حق و باطل کی جدا کرنے والی ہی اور خدا کی رحمت اور ہدایت الغرض جامع ہی دینداری اور راہ خدا بتلانے میں تو یہہ سوال دل میں آتا ہی کہ قرآن کس لیے اپنا نازل ہونا بیان کرتا ہی۔ سو اسکا جواب قرآن ہی میں سورۂ انعام مذکور ہی۔ (وَاَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْکِتَابُ عَلٰی طَائِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ کُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِیْنَ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْکِتَابُ لَکُنَّا اَهْدٰی مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَکُمْ بَیِّنَةٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَهُدًی وَرَحْمَةٌ) یعنی شاید تم کہتے کہ ہمسے پہلے دو ہی گروہوں پر کتاب نازل ہوئی اور ہم اُسکے پڑھنے پڑھانے سے ناواقف ہیں یا شاید کہتے کہ اگر ہمپر نازل ہوتی تو ہم اُن سے بھی زیادہ ہدایت مانتے پس تمہارے رب نے شاہدی اور ہدایت اور رحمت بھیجی ❊

باتفاق مفسرین طائفتین دو گروہ سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ پس اِس آیت میں غرض اصلی و علّت غائی قرآن کے نازل ہونے کی یہہ بیان کی ہی کہ اہل عرب کو عذر باقی نرہے کہ ہم اُن زبانوں سے جنمیں کتاب مقدس نازل ہوئی ناواقف ہیں تو اِس عذر کے دور کرنے کے واسطے قرآن نازل ہوا پس قرآن گویا ترجمہ اُس کتاب کا ہی کہ اُسکے مطالب اور مقاصد کو زبان عربی میں اہل عرب کو بتلاتا ہی نہ کہ منسوخ اور رد کرنے کو آیا ہی ❊

امر ہفتم اس تفتیش میں کہ انجیل سے توریت منسوخ ہوئی یا نہیں۔ اور اگر ہوئی تو قرآن سے انجیل کیوں منسوخ نہیں ہو سکتی

اول واضح ہو کہ کتاب مقدس کے دو حصے ہیں۔ عہد عتیق و عہد جدید۔

عہد عتیق کی وہ کتابیں ہیں جو خداوند مسیح سے پہلے حضرت موسیٰ و یوشع و داؤد و سلیمان و اشعیا و یرمیاہ و دانیال و حبقوق و ذکریاہ و ملاکی وغیرہ انبیائے کرام کی معرفت خداوند عالم نے لکھائیں۔ اُن میں سے سب سے پرانی توریت ہے جو حضرت موسیٰ نے خداوند مسیح سے پندرہ سو برس پیشتر بالہام الٰہی لکھی اور آخر صحیفہ ملاکی نبی کا ہے جو خداوند سے چار سو برس پیشتر لکھا گیا۔ ان سب پاک نوشتوں کے مجموعہ کو توریت بھی کہتے ہیں ❊

عہد جدید کی وہ کتابیں ہیں جو حواریوں نے بعد صعود خداوند مسیح کے سو برس کے اندر بحکم و الہام ربانی مرقوم کیئے۔ جن میں سے انجیل متی حواری کی سب سے اوّل لکھی گئی اور سب سے آخر مشاہدات یوحنا۔ ان سب کتابوں کے مجموعہ کو عموماً انجیل بھی کہتے ہیں ❊

دوم یہہ کہ نسخ کے معنی اوپر مذکور ہو چکے کہ لغۃً منع کرنا اور زایل کرنا اور بدلنا اور باطل کرنا ہی اور فقہاے اہل اسلام جو کتاب مقدس کو منسوخ کہتے اور سمجھتے ہیں تو کس مدعا سے یہہ کہ اُسکا پڑھنا لکھنا سُننا منع ہی گویا قرآن کے سبب کتاب موصوف رد ہو گیی اور اُسکے مطالب و مقاصد اور ہدایات و تعلیمات جاننا فرض نہیں اور نہ اُسکا کوئی حکم واجب التعمیل ہی بلکہ وہ سب طرح منسوخ اور رد ہی۔ صرف اتنا ماننا کہ وہ کلام اللہ ہی جو پچھلی اُمتوں کے واسطے نازل ہوا تھا +

پس اس مدعا سے تو ہرگز مسیحیوں کا عقیدہ توراۃ کی نسبت نہیں ہی کہ وہ منسوخ ہی یعنی توراۃ میں سے کسی کتاب یا صحیفے کو بھی ممنوع التلاوۃ والکتابۃ جانیں یا اسکو سمجھیں کہ وہ انجیل سے رد ہو گیی یا اُسکے مطالب و مقاصد کو جاننا فرض نہیں یا کہ اُسکا کوئی حکم واجب التعمیل نہیں یا ہمکو اُس سے کچھہ سروکار نہیں + بلکہ توراۃ کو بھی مثل انجیل کے کلام اللہ مانتے اور اسکو بھی سرچشمۂ ہدایت جانتے اُسکی تلاوت اور کتابت فرض سمجھتے اور اُس سے بھی متواتر تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت اور ہدایت کرتے اور آپ پاتے۔ اور حواریوں کے عہد سے اب تک متواتر توراۃ بھی مثل انجیل کے عبادتخانوں میں بوقت عبادت پڑھی جاتی اور برابر پشت در پشت اُسکا استعمال اور برتاو رہتا ہی +

کیونکہ توراۃ اور انجیل دونوں کلام خدا ہیں جو خداے کریم و رحیم نے نبی

آدم کی ہدایت اور تعلیم کے واسطے عنایت فرمایا۔ اور دونوں میں نجات و حیات ابدی و خوشحالی سرمدی کی راہ بتلائی۔ پس ناممکن ہی کہ خدا اپنی ایک کتاب سے دوسری کو منسوخ اور رد کرے اور اُسکا ایک کلام اُسی کے دوسرے کلام کے پڑھنے لکھنے یا سُننے سمجھنے کو منع کرے اور روکے۔

انجیل شریف کے صحیفوں میں بھی ارشاد ہوا ہی کہ توریت منسوخ اور رد نہیں ہوئی بلکہ اُسکے پڑھنے اور ہدایت پانے کو حکم ہی۔ چنانچہ اول قرنتیوں کے نامہ کے باب ۱۰ کی آیت ۱۱ میں مرقوم ہی (یہہ سب باتیں (عہد عتیق کی) نمونہ کے لیئے اُنپر پڑیں لیکن ہماری نصیحت کے واسطے جو آخری زمانہ میں ہیں لکھی گئیں) اور نامۂ رومیاں باب ۱۵ آیت ۴ میں لکھا ہی (جو کچھہ آگے لکھا گیا (یعنی عہد عتیق) سو ہماری تعلیم کے لیئے لکھا گیا تاکہ صبر سے اور نوشتوں کی تسلی کے وسیلے ہمیں اُمید ہووے) اور نامۂ دوم بنام طمطاؤس باب ۳ آیت ۱۶ و ۱۷ میں مرقوم ہی (سارا نوشتہ (یعنی تمام کتاب مقدس عہد عتیق و جدید) الہام سے ہی اور الزام اور سدھارنے اور راستبازی میں تربیت دینے کے واسطے فائدہ مند ہی تاکہ مرد خدا کامل اور ہر نیک کام کے لیئے طیار ہو)

مدعا یہہ کہ مسیحی مذہب کا ہرگز عقیدہ نہیں کہ انجیل سے توریت منسوخ اور رد ہوگئی کہ اب قابل التفات و اطاعت اور لائق تلاوت و کتابت نہیں۔ بلکہ تمام کلام

الہي کو حق اور کلام الله مانتے تے اور سبکا پڑھنا لکھنا سننا سنانا مشروع اور اُسکي اطاعت
و فرمانبرداري اور ہدايت يابي واجب و فرض مانتے ہيں +

صاحبو کتاب الله جسکو خداے تعالی بغرض ہدايت طريق حق و تعليم راہ راست
مرحمت فرماتے تاکہ لوگ اُسکے مطالب و مقاصد کو جانيں اور اُسکي ہدايات کو مانيں
اور خداے تعالی کي مرضي پہچانيں اور نجات ابدي حاصل کريں کيا ممکن ہي کہ پھر وہي
کتاب ايسي بيکار و بيصرف متصور ہو کہ منسوخ کيجاوے اور ايسي لغو اور فضول ٹھہرے
کہ اُسکا پڑھنا لکھنا تک ممنوع اور نامشروع ہووے +

ايک وقت تو اُسکي تلاوت و کتابت فرض و داخل حسنات ہو اور بعدہ ناجائز و
ناروا بلکہ داخل سيّات قرار پاوے ــ العياذ بالله +

جو لوگ ايسا عقيدہ خلاف رکھتے ہيں اُنکو بخوبي معلوم ہو کہ اگر اِس بات کو تسليم
کيا جاوے کہ گويا خدا اپني کسي کتاب کو دوسري سے منسوخ کرتا ہي اور اُسکي تلاوت
اور کتابت کو منع کرتا ہي ــ اِس سے لامحالہ بالضرور دو امروں ميں سے ايک
کا ماننا لازم ہي اور وہ دونوں امر باطل ہيں اور خلاف شان کبريا ہيں +

يا تو يہہ کہ گويا خداے تعالی نے پہلے ايک کتاب کے ذريعہ ہدايت خلق الله
چاہي اور اُنکے روبراہ لانيکا ارادہ کيا مگر نہو سکا اِس واسطے اُسنے اُسکو منسوخ
کي اور دوسري تجويز ٹھہرا کر دوسري کتاب جاري کي ــ مگر ايسا باطل خيال اُس

حکیم و قدیر علی الاطلاق کی نسبت بالکل باطل اور جھوٹا ھی ۔ ایسا کام تو محض انسان
پر قصور و نسیان اور بے تاب و توان کا ھی ہو سکتا ھی اور بس ؛

یا یہہ کہ گویا خدا کو خود منظور ہوا کہ پہلے ایک لغو اور فضول و بیمصرف کتاب کو
جاری کرے بعدہ اُسکو موقوف و منسوخ کرکے دوسری کتاب جاری کی لیکن
ایسا گمان بد بھی ذات مستجمع جمیع کمالات کی نسبت نہیں ہو سکتا ھی ۔ اُسکے تو سارے
کام عین حکمت اور ہدایت و دانائی و پیش بینی سے بھرے ہیں ؛

خلاصہ یہہ کہ اس باب میں جسقدر غور و فکر کیجاتی ھی اُسکا نتیجہ یہی نکلتا ھی کہ
کوئی کتاب الٰہی منسوخ اور ممنوع التلاوۃ والکتابۃ نہیں ہو سکتی ھی کہ ایسا ماننا بالکل
مخالف شانِ خدا ے علیم و خبیر اور حکیم و قدیر کے ھی ؛

پس اہل اسلام کا یہہ عقیدہ کہ گویا کتاب مقدس جسکو وہ کلام اللہ مانتے ہیں
قرآن سے منسوخ ہو گئی اور اُسکا لکھنا پڑھنا ناجائز و ناروا ھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ـ
بالکل بے اصل او ر نادرست ھی ؛

اب ملاحظہ فرمایئے اس زمانہ کے بعض مولوی صاحبوں کا تعصب اور
اُنکی غلط گوئی جنھوں نے کئی رسالے اور کتابیں اور رسالے رد دین مسیحی
میں لکھیں اور جا بیجا فخر کیا ھی کہ ہمنے دین مسیحی کو باطل اور دین محمدی کو حق ثابت
کر دیا ـ یعنی مولوی رحمۃ اللہ کیرانوی ـ جب اُنھوں نے دیکھا کہ نسخ کتاب الٰہی

کسی طور ثابت نہیں ہوسکتا ہی بلکہ ہر طرح سے کتاب مقدس کا منسوخ اور رد
ہونا ناممکن و محال ہی تو اس حالت مین مقتضاے حق جوئی و خداترسی یہہ تھا کہ اقرار
کرتے کہ بلاشبہہ یہہ عقیدہ باطل ہی اور علماے مجتہدین محمدی کا اتفاق و
اجماع ناجائز و ناروا ہی ۔ مگر ایسا جگر کہان سے لاوین حق جوئی و خداشناسی منظور
ہوتی تو ایسا کرتے وہان تو پاسداری دین آبائی اور طرفداری دین محمدی کی پیش نہاد
خاطر تھی ۔ اسواسطے صاف انکار کردیا کہ اہل اسلام کا ایسا عقیدہ ہی نہیں ہی
کہ کتاب مقدس یعنی تورات یا انجیل قرآن سے منسوخ ہی ۔ اور نہ یہہ عقیدہ ہی کہ تمام
احکام شرائع سابقہ کے منسوخ ہوگئے ۔ بلکہ صرف بعض احکام کو منسوخ جانتے ہیں
۔ اور گویا علماے مسیحی اپنی ناواقفیت سے مسلمانون پر ناحق تہمت لگاتے
ہیں کہ مسلمانون کا یہہ عقیدہ ہی کہ تورات و انجیل قرآن سے اور احکام شرائع سابقہ
شریعت محمدیہ سے منسوخ ہوگئے ۔ ہم ہرگز اسکے معتقد نہیں ہیں +

چنانچہ مباحثہ مذہبی میں لکھا ہی جو مولوی صاحب اور ڈاکٹر وزیرخاں کی صلاح سے
بنام نہاد سید عبداللہ چھپایا گیا ہی ۔ صفحہ ۴۸ (پادری صاحب نے سنکر فرمایا
کہ آپ انجیل کو منسوخ بتلاتے ہیں یا نہیں مولوی صاحب نے فرمایا بلاشبہہ
ہم اُن معنیون سے جنکا اظہار کیا جایگا منسوخ جانتے ہیں) ۔ صفحہ ۴۹ (مولوی صاحب
نے فرمایا کہ آپنے نسخ کے معنی جو اہل اسلام کی اصطلاح میں معتبر ہیں اور اُسکے

مجمل کو کسي اسلامي کتاب ميں ديکھا ھي يا نہيں ــ پادريصاحب بولے آپ بيان
کيجيئے ــ مولويصاحب نے فرمايا کہ ہمارے نزديک نسخ صرف اوامر ونواہي ميں
ہوا کرتا ھي) اِسکے بعد تفصيل کي ھي کہ اوامر ونواہي ميں سے کس کس قسم کے
احکام منسوخ نہيں ہوتے ہيں اور کس کس طرح کے ہو سکتے ہيں اُس تفصيل کے
بعد خلاصہ اُسکا مولويصاحب نے کيا ھي ــ صفحہ ٣١ (پس اِس تقريب کے مطابق اہلِ
اِسلام کے اصطلاحي نسخ سے ايسے حکم عملي مطلق کي مدت کي اِنتہا کا بيان مراد
ھي جو وجود وعدم کا احتمال رکھتا ہو اور ہمارے وہموں ميں اُسکا دوام سمجھا جاتا ہو
ــ پادري صاحب نے فرمايا کہ ان معنيوں سے انجيل کا کون کون سا حکم آپکے
نزديک منسوخ ھي مولوي صاحب نے فرمايا جيسا طلاق کا ناجائز ہونا اور مثل
اِسکے ــ پادري صاحب بولے کيا آپ کے نزديک ان معنيوں سے ساري

انجيل منسوخ نہيں ھي ــ مولويصاحب نے فرمايا کہ نہيں ان معنيوں سے ساري

انجيل منسوخ نہيں ھي ــ کيونکہ اُسميں مرقس کي باب ١٢ ــ ورس ٣٠ و ٣١ ميں
يہہ حکم بھي ھي اور تو خداوند کو جو تيرا خدا ھي اپنے سارے دل اور اپني ساري جان
اور اپني ساري عقل سے اور اپنے سارے زور سے پيار کر اوّل حکم يہي ھي اور
دوسرا جو اُسکي مانند ھي يہہ ھي کہ تو اپنے پڑوسي کو اپنے برابر پيار کر اُن سے بڑا اور
کوئي حکم نہيں ھي انتہي ــ اور ہم اِس حکم کو منسوخ نہيں بتلاتے ہيں) ✦

پھر صفحہ ۸ و ۳۲ و ۹ و ۳۲ مین مذکور ھی (مولوی صاحب نے فرمایا کہ جناب نے جو نسخ کے محال ہونے کی بابت چند صفحے لکھے ہین سو وے نکال ڈالنے کے لائق ہین کیونکہ نسخ کے معنیوں سے جو اہل اسلام کی اصطلاح مین ٹھہرے ہین کچھ مناسبت نہین ھی ؛

اور کتاب ازالۃ الاوہام مین بھی مولوی صاحب لکھتے ہین — باب و فصل اول و کید اول مین (جواب شبہہ نسخ ظاہرا این شبہہ از غفلت و لاعلمی بمعنی نسخ کہ مصطلح اہل اسلامست پیدا شدہ — اولا معنی نسخ بیان نمودن ضروری افتاد بدانکہ نسخ در لغت بمعنی زائل کردن و نقل نمودنست و در اصطلاح اہل اسلام عبارت از تولیست کہ دلالت کند بر انتہاے مدت حکم و این چنانست کہ بمقتضاے حکمت و وقت و حال مکلفین حکمی از جانب او تعالی کہ در علم او مؤقت بود در وقتی بہ نسبت گروہی گشتہ باز چون آن وقت کہ تا آن جا توقیت آن حکم بمقتضاے امور مذکورہ بود گذشتہ و بیان آن از حضرتش بوضوح پیوستہ از آن در حق گروہ موجودہ آن زمان آن حکمی نماند — پس میگوییم کہ اگر علمای مسیحی چنانچہ ظاہرست ازین اصطلاح غفلتی دارند دران صورت ہمین قدر جواب خدشہ شان شدہ ہرچہ درین بارہ زبان دراز یہا نمودہ بیہودہ ردی اوراق را سیاہ نمودہ اند چون بنای فاسد بر فاسدست قابل جواب نیست ہم اگر اینمعنی را فہمیدہ باز اینچنین نسخ را از محالات بیشمارند درین صورت پرسیدہ

بیشود کہ مراد چیست کہ آیا غرض عوام ایشان چنانست کہ اہل اسلام بمعنی مذکور نسخ کلی احکام شرایع سابقہ را یعنی نسخ جمیع مقاصد اصلیہ و مسائل غیر اصلیہ را معتقد اند یا نسخ جزئی یعنی نسخ بعض احکام را اگر مرادش اولست اہل اسلام ہرگز دعوی آن نمیکنند ؛

یعنی ظاہرا یہہ شبہہ غفلت اور لاعلمی یعنی نسخ سے پیدا ہوا ہی جو مسلمانوں کی اصطلاح میں ہیں۔ اسلیئے پہلے نسخ کے معنی بیان کرنا ضرور ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ نسخ کے معنی لغت میں زائل کرنا اور نقل کرنا ہی اور مسلمانوں کی اصطلاح میں مراد اس قول سے ہی جو کسی حکم کی مدت پوری ہونے کو بتلا دیوے۔ اور یہہ اسطور ہی کہ باقتضاے حکمت اور وقت اور حال کے موافق کوئی حکم خداے تعالی کی طرف سے کسی وقت یا گروہ کی نسبت ہوا جو اسکی دانست میں مخصوص اس وقت کے ساتھہ تھا پھر جب وہ وقت گذر چکا جہانتک کہ واسطے باقتضاے امور مذکورہ کے اسکا موقت ہونا تھا اور اسکا بیان اسکی جناب سے ظاہر ہوا اس باعث سے اس وقت کے موجود لوگوں کے حق میں وہ حکم نہیں رہا ؛

پس میں کہتا ہوں کہ اگر یہی علما اس اصطلاح سے غافل ہیں جیسا کہ ظاہر ہے اس صورت میں انکے خدشہ کا جواب اسیقدر ہو چکا اور جو کچھہ اسباب میں بات دور کی ہی اور بیہودہ ورق سیاہ کیئے ہیں چونکہ بنا فاسد کی فاسد ہی اسلیئے قابل جواب نہیں ہی۔ اور اگر اس مدعا کو سمجھہ کر پھر ایسے نسخ کو محالات سے گنتے ہیں

اس صورت میں پوچھا جاتا هی که مراد کیا هی که آیا گمان اُنکا ایسا هی که اہل اسلام بمعنی مذکور تمام احکام شرائع سابقه کی نسخ کے معتقد ہیں یعنی نسخ تمام مقاصد اصلیه اور مسائل غیر اصلیه کی یا نسخ جزئی کے یعنی بعض احکام کے اگر اُنکی مراد اول هی تو اہل اسلام ہرگز اُسکا دعوی نہیں کرتے ہیں ✤

پس خلاصه تقریر مولویصاحب کا یہه هی که اہل اسلام معتقد نہیں که کتاب مقدس یا انجیل ساری منسوخ هی اور نه اُسکے تمام احکام اور شرائع منسوخ ہوے ہیں بلکه بعض احکام مخصوص کسی اُمّت یا وقت کے اور بس ـ اور پادری صاحب صرف اپنی نادانی سے مسلمانوں پر تہمت لگا کر که اُنکا عقیدہ نسخ نسبت تمام کتاب مقدس اور تمام شرائع و احکام کتب سابقه کے هی ـ اعتراضات کرتے اور محالات ظاہر کرتے ہیں ✤

حالانکه کتب اصول فقه و عقائد میں صاف صاف لکھا هی که (اجمعنا جمیعًا ان قراءة الکتب الماضیة وکتابتها منسوخة بقراءة القرآن ونزولها) جیسا که اوپر مذکور ہوا که باتفاق و اجماع امت محمدیه کے پچھلی کتابوں کا پڑھنا لکھنا منسوخ هی ✤

باقی رہے احکام شرائع سابقه سو حضرت ابو حنیفه کا یہه قول هی (کل حکم من الاحکام السابقة اذا وجد نسخه فی القرآن او فی الاخبار او فی اجماع الامة او لم یوجد لکن یقتضی من القیاس الجلی بالمنصوص یوجب نسخه وما سوی ذلک فیبقی مشروعًا) یعنی احکام

سابقہ میں سے جس حکم کا ناسخ قرآن یا حدیث یا اجماع اُمّت میں پایا جاوے
یا ایسی بات پائی جاوے جو امر منصوص کے ساتھ قیاس جلی سے اُسکے منسوخ
ہونے کو مقتضی ہو اور دلالت کرے تو اُس حکم کا منسوخ کرنا واجب ہے اور اُسکے
سوا شروع باقی رہینگے ۔ مگر یہہ صرف کہنے کی بات ہے وگرنہ جیسے قرآن و
حدیث سے مسائل مستنبط کیئے کتاب مقدس سے بھی احکام غیر منسوخہ کو اپنی شرائع
میں داخل کرتے ۔ جب کتاب مقدس کا لکھنا پڑھنا ہی درست نہیں پھر
شرائع کیونکر دریافت ہوں ⁂

اور شافعی نے تو صاف صاف لکھا ہے (ان الاحکام السابقۃ کلّہا صارت
منسوخۃً بالقرآن سواء وجد الناسخ او لم یوجد) یعنی پچھلے احکام سب منسوخ ہوگئے
قرآن سے چاہے اُسکا ناسخ پایا جاوے یا نہیں ⁂

اور امامیہ مذہب والے بھی شریعت محمدیہ کو ناسخ شرائع احکام سابقہ کی
کہتے ہیں چنانچہ حق الیقین میں اخوند نے لکھا ہے (شرع آنحضرت ناسخ جمیع شرائع
بود) یعنی محمد صاحب کی شرع تمام شرائع کی ناسخ تھی ⁂

پس آپ ملاحظہ فرمایئے کہ مولویصاحب کا ایسا فرمودہ کہ گویا اہل اسلام کتاب
مقدس کے صرف بعض احکام جزوی کے نسخ کے معتقد ہیں نہ تمام احکام شریعت کے
اور صرف اسی مدعا سے انجیل کو منسوخ مانتے ہیں کیسا خلاف ہے ⁂

شاید کوئی کہے کہ کتاب مقدس کے پڑھنے اور لکھنے کو منسوخ جاننا اَور
بات ہی اور اسکو منسوخ سمجھنا اور اُسکا بیکار و فضول متصور ہونا اَور بات ہی۔
لیکن ہر فہمیدہ شخص سے پوشیدہ نہیں ہی کہ کسی کتاب کے پڑھنے لکھنے سے
لوگوں کو منع کرنا اور نا جائز و ناروا بتلانا کس غرض سے ہو سکتا ہی +
یا تو اس غرض سے کہ وہ کتاب خراب اور بد اور جھوٹی ہی پس ایسا عقیدہ
تو بظاہر مسلمانوں کا نسبت کتاب مقدس کے نہیں معلوم ہوتا ہی +
اگر یہہ نہیں تو بلا شبہہ اس منشا سے ممانعت ہی کہ یہہ وہ بیصرف اور بیفائدہ
اور بیکار ہی اسلیئے منظور نہیں کہ لوگ اُسے پڑھیں لکھیں اور اُسکے مطالب
و مقاصد سے مطلع ہوں پس یہی تین ہیں وہی ساٹھہ ۔ فافہم +
الغرض انجیل سے توریت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ دونوں کلام اللہ ہیں
جنکی ہدایات و تعلیمات کی واقفیت اور اطاعت اور اُنکی تعلیمات و تلقینات
کو جاننا اور ماننا فرض ہی اور اسیطور اُنکی تلاوت واجب اور کتابت مشروع
ہی کہ سب کلام خدا ہی جو انسان کی تربیت اور رشد ھا سنے اور راہ نجات بتلانے
کے واسطے مفید و معین اور واسطہ و ذریعہ ہی +
اور یہہ بھی کہ کوئی کتاب آسمانی منسوخ نہیں ہو سکتی ہی اور نہ اُسکی تلاوت
و کتابت ناجائز و ناروا ہو سکتی ہی ۔ پس مسلمانوں کو مناسب نہیں کہ کتاب مقدس

کلام اللہ مانکر پھر اُسکو منسوخ سمجھیں یا اُسکے لکھنے پڑھنے کو ممنوع اور نامشروع قرار
دیں — یہہ بات حقیقی ایمانداری اور خداترسی سے نہایت بعید ھی ؁

اب رہا یہہ کہ توراۃ کے تمام شرائع یا بعض احکام انجیل سے منسوخ ہوئے
یا نہیں اور ہوئے تو قرآن سے کل شرائع یا بعض احکام انجیل کے کیون
منسوخ نہیں ہو سکتے ہیں ؁

پس واضح ہو کہ احکام کی منسوخی و موقوفی سب ایک ہی طور کی نہیں ہوتی ھی
بلکہ دو قسم کی متصور ھی ؁

ایک وہ ھی کہ احکام ناسخ و منسوخ کو ملاحظہ کرنے اور غور کرنے سے واضح
و آشکار ہوتا ھی کہ حاکم کا ارادہ اور منشا ابتدا سے آخر تک ایک ہی پایا جاتا ھی
ایک ہی اُسکا قصد مفہوم ہوتا ھی ؁

دوسرے وہ کہ ایسا نہو بلکہ ناسخ و منسوخ احکام و قوانین کے دیکھنے سے
واضح ہوتا ھی کہ حاکم کا مطلب اور مقصد متحد نہیں بلکہ اُسکے ارادہ اور قصد مین تبدیل یا
و تغییر صریح نظر آتی ھی ؁

مثلاً فرض کرو کہ ایک حاکم نے چند شخصوں کو پہلے حکم دیا کہ تم سب فلانے
کُھدان سے پتھر کھودو اور فلان مقام پر جمع کرتے جاؤ اور یہی کام برسوں
تک جاری رکھے اور بعدہ وہ حکم دے کہ اب پتھر کھودنا اور ڈھونا موقوف

کردو جہاں جہاں مین بتاؤن نیو کھودنا شروع کرو اور یہہ حکم بھی ایک عرصہ
تک جاری رکھے بعدہ اُسکو بھی موقوف کراوے اور چونا بنانا اور گارا سانا
اور نیو بھرنے اور دیوار چننے کا حکم دیوے اور اسطور بتدریج و ترتیب احکام
اُس حاکم کے ایک مکان پورا ہوا اور ہمہ جہت آراستہ و پیراستہ ہوگیا۔ تو اِس
صورت میں ہر چند اُس حاکم نے پہلے حکموں کو موقوف کرکے دوسرے حکموں
کی تعمیل کرائی لیکن یہ ظاہر ہی کہ منشا اور ارادہ اُسکا اوّل سے آخر تک ایک ہی
پایا جاتا ہی اور مطلب و مقصد تمام احکاموں میں آغاز سے انجام تک متحد ہی کہ منظور اُسکو
مکان مذکور کا بنانا اور اُس عمارت کا پورا کرنا تھا۔

اب فرض کرو کہ ایک حکم نکلا اور لوگوں میں مشہور ہوا کہ حاکم نے حکم دیا ہی
کہ اُس عمارت کو کھود ڈالو وہ سب رد ہوئے سب کو گرادو سب ویرانہ کردو
اور وہاں سے کچھہ پتھر اور کنکر اور چونا مٹی لیکر ایک جگہہ لیجا کر اونچے ٹیلے بنا کر اوس
چوپس چبوترہ سا ٹیلا تیار کردو۔

تو اِس حالت میں نہایت واضح و آشکارا ہی ہر شخص سمجھہ سکتا ہی کہ اگر اِس حکم کو
بھی اُسی حاکم کا مانیں تو لابد بالیقین معلوم ہوگا کہ اب حاکم کا ارادہ اور قصد ہی بدلگیا
اُسکا مقصد اور مطلب دگرگون ہوگیا۔

پس قسم اوّل کی موقوفی احکام گو بظاہر نسخ معلوم ہوتی ہی لیکن اگر بنظر غور اور

بدیدۂ انصاف دیکھو تو احکام اوّل کی منسوخی اور رد اور باطل نہیں ہوئے بلکہ مکمل ہوئے اور پورے ہوئے کہ ارادہ اور منشا حاکم کا احکام آخر سے کامل ہوتا اور انجام کو پہونچتا ہی — اور محاورہ میں متعارف بھی نہیں کہ کوئی ایسے احکام کو ناسخ و منسوخ کہے بلکہ فی الواقع اس صورت میں تنسیخ احکام اوّل کہنا خطا ہی بلکہ مناسب اور لازم ہی کہ تکمیل کہا جاوے جیسا کہ فی الحقیقت اور نفس الامر میں ہی ❊

غرض لفظی بحث بڑھانے کی ضرورت نہیں ہی اصل مدعا یہی چاہیئے اسکو کوئی تنسیخ کہے چاہے تکمیل مگر اس قسم کے احکام کا ہونا کلام اللہ میں ممکن ہی اور ایسے ہی احکام منافی اور مناقض اُسکی قدرت اور حکمت کے نہیں ہیں بلکہ بیشمار مثالیں اور نظیریں اُسکی مخلوقات و موجودات میں موجود ہیں ❊

پس اس قسم کے احکام کی تکمیل کتاب مقدس میں پائی جاتی ہی بجلمنہ و بعینہ کہ توریت کے بعض احکام جو خداوند مسیح تک جاری تھے جنکی تعمیل یہودیوں کو ضروری اور فرض تھی اُنکی تکمیل احکام انجیل سے ہوگئی — اب احکام اول کی تعمیل مسیحیوں پر واجب اور فرض نہیں ہی جیسا کہ مختصر حال اسکا آئندہ ذکر کیا جائیگا تفصیل سے

الغرض بعض احکام توریت جنکی تعمیل مسیحیوں پر واجب نہیں ہی نہ اس جہت سے ہی کہ وہ بیکار و بے فائدہ تھے اور لا حاصل نکلے اس لیئے

رد و باطل کیے گئے بلکہ کامل ہوگئے اور پورے ہوئے ✤

مگر قسم دوم کی موقوفی احکام بلاشک تنسیخ و تردید احکام اول کی ہی کیونکہ اُس سے صاف عیاں ہی کہ ارادہ اور منشا اور مرضی حاکم کی بدل گئی اور اُسکا مقصد اور مطلب دگرگوں ہوگیا۔ پہلے اُسکو کچھ اور منظور تھا اور پیچھے کچھ اور بہتر دل کیا ہی۔ ہرگز کسی طور ممکن نہیں ہی کہ احکام اول کی تکمیل احکام ثانی سے قرار دیں بالیقین دریافت ہوتا ہی کہ حاکم کا ارادہ اور نیت بدل گئی اور غرض اور مطلب اُسکا متغیر ہوگیا ہی ✤

تو اِس قسم کی تبدیلی اور موقوفی احکام اور نسخ شرائع کا کلام اللہ میں ہونا محال ہی اور بلاشک ایسے احکام خدائے علیم و خبیر حکیم و قدیر سے نہیں ہوسکتے ہیں کہ بالکل خلاف اُسکی ذات و صفات کے ہیں ✤

پس ہو بہو یہی مثال و نظیر ہی اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب مقدس کی شرائع و احکامات قرآن و حدیث محمدی کے احکامات سے خدا نے منسوخ کر دیئے۔ لہذا بدلیل کامل یقین واثق ہوتا ہی کہ قرآن و حدیث من جانب اللہ نہیں کیونکہ ہرگز ہرگز کسی طور ممکن نہیں ہی کہ شریعت محمدی ناسخ شرائع و احکامات کاملہ کتاب مقدس کی ہووے ✤

ہرچند منسوخی کیفیت اِسکی اُس وقت ظاہر ہوسکتی ہی جب کوئی کتاب

مقدس کو اول سے آخر تک دل لگا کر بغور و تامل مطالعہ کرے اور پھر قرآن و حدیث
کا اُسکے ساتھ مقابلہ کرے ۔ پھر اُسپر آشکارا ہووے کہ کیسی موافقت و مطابقت
و مناسبت و ارتباط جملہ صحفِ مقدسہ کے جملہ مطالب و مقاصد و تعلیمات و ہدایات
و احکام و شرائع ظاہری و باطنی مین بخوش اسلوبی و حسنِ ترتیب و تدریج از آغاز تا
انجام کامل و تمام ہی ۔ کہ وہ سب ملکر بہمہ وجوہ بہمہ جہت مدارج و مراتب و منازل
عمارتِ رفیع الشان خداشناسی و خداپرستی کے ہیں ۔ جن میں سے توریت
کتابِ حضرت موسیٰ گویا بنیاد اور نیو ہی اور صحف انبیاے کرام بمنزلہ مراتب و منازل
کے ہیں اور انجیلِ مقدس کے تمام پاک نوشتے مکان رفیع الشان متمم و مکمل
تعمیر الٰہی ہی ؛

پھر اگر قرآن و حدیث کا اُس سے مقابلہ کرو تو بخوبی ظاہر ہوگا کہ اگر اسکو بھی
من جانب اللہ تصور کرو تو گویا اُس عمارت عالی کو ڈھا کر ویرانہ بنانا ہی ؛

مگر بپاس خاطر آپکے ایک بیان مختصر اسکا صرف احکامات کے باب میں عرض
کیا جاتا ہی ۔ آپ متوجہ ہو کر اصغا فرمائیں اور اپنے دلون میں انصاف کرین کہ اگر
کتاب مقدس کے یہ احکام و شرائع من جانب اللہ ہیں تو پھر کس طور ممکن ہی کہ
شرائع محمدی اُسکی ناسخ ہوسکیں ۔ کسی طرح بھی قیاس میں نہیں آسکتا ہی کہ شرائع سابقہ
منسوخ اور رد ہوجاویں اور شریعت محمدی اُسکے بجاے خداے علیم و حکیم و رب قدیر مقرر کرے

واضح ہو کہ کتاب مقدس کے ارشادوں سے دریافت ہوتا ہے کہ جب انسان ایک جانی اور روحانی دشمن یعنی ابلیس کی تلبیس کے باعث گنہگار اور اپنے خالق ورازق اور شہنشاہ اعظم کا باغی اور نافرمان ہوا یہانتک کہ تمام جہان خالقِ برحق وصانع مطلق کو بھول کر بت پرستی وغیرہ مخلوقات ومصنوعات کی پرستش کرنے اور آسمانی اور زمینی چیزون بلکہ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی مورتوں تک کو پوجنے لگے اور اسکے سوا انواع واقسام کی بدی اور ناپاکیوں میں مبتلا اور طرح طرح کے گناہ اور معصیت میں گرفتار اور گمراہی وضلالت میں پھنس کر خراب وتباہ ہوئے اور اس جہت سے اُنکی عقل وفہم اور طبیعت اور مزاج بالکل تیرہ وتار ہو گئے ❊

ایسی حالت میں بھی خدا کریم ورحیم نے انسان کو نہ چھوڑا کہ ہلاک ہووے اور راہِ ضلالت وجہالت میں چلا جاوے بلکہ اُسکی رحمت وشفقت اسکی مقتضی ہوئی کہ اس اندھیرے سے اُجالے میں لاوے اور گمراہی سے پھرا کر ہدایت کی راہ پر لے چلے اور اس خراب حالت سے نکال کر سعادت اُخروی عنایت کرے ــ اُسکو منظور ہوا کہ تمام انسان سراپا عصیان عرفانِ حقیقی وعبادتِ حقّہ کے ذریعہ تقاضائے روحانی پورا کرکے خوشحالی جاودانی حاصل کریں اور وارث نجاتِ ابدی ہوں ❊

چنانچہ اُس حکیم برحق اور قدیر مطلق کی پاک و نیک نظر میں یہہ پسند آیا کہ اُن
کم فہموں اور بے شعوروں اور معارف الٰہی کے ناسمجھوں کو پہلے ایسی شریعت
اور احکام سکھاوے جو انکی عقل و کیاست کے درخور اور انکی قوت و توانائی
کے بموجب انکی ترقی کے واسطے مفید اور مناسب ہو ❊

یعنی جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا کہ جس طور کوئی معلم نادان بچوں کو پہلے حروف
سکھاتا پھر کچھہ لفظ اور عبارت وغیرہ بتدریج و ترتیب پڑھا کر انکو خوگر تعلیم کرتا اور
روز بروز انکی استعداد و لیاقت و عقل کی ترقی ہوتی جاتی ہی اور جب وہ ان باتوں
میں قابلیت بہم پوہنچاتے ہیں تب انکو علوم و فنون مقصودہ و مطلوبہ سکھاتا
ہی ۔ اِسی طور جب تمام جہان کے لوگ علم الٰہی اور عرفان حقیقی اور خدا پرستی
کی نسبت محض جاہل اور مطلق نادان تھے تو اُس علیم و حکیم نے ایک قوم بنی
اسرائیل کو انتخاب فرمایا اور بذریعہ حضرت موسیٰ کے انکو ایسی شرائع و احکام عطا
فرمائے جو انکی حالت کے درخور اور اُنکے سمجھنے اور عمل میں لانے کے موافق
اور خدائے تعالیٰ کی حکمت کے نزدیک مناسب تھے ❊

وہ شریعت اس سبب سے کہ بنی اسرائیلیوں کے دل اور عقل اور مزاج اور
طبیعت لائق علم و عمل شرائع کاملہ اور احکام روحانی کے نہ تھے ۔ کامل نہتی اور
بہت سی رسمی باتیں مقرر تھیں ❊

مدعا اُسکا ہرگز ایسا نہیں کہ گویا نعوذ باللہ منہا خدا کو کامل اور روحانی شریعت
معلوم نہ تھی یا یہہ کہ اُسنے ناکامل شریعت دیکر اُنکو مرتکب گناہ کیا - کیونکہ یہہ دونون
امر خداے علیم وقدوس کی ذات وصفات کے برخلاف ہیں - بلکہ اپنی منشا
اور ارادہ سے جیسا اُنکو بہتر ہوا کہ بنی اسرائیل کے خوگر تعلیم کرنے اور لیاقت
و استعداد علم الہی سیکھنے کی حاصل کرنے کو اُس قسم کی شریعت مرحمت فرمائی
کہ رفتہ رفتہ احکام ربانی اور خدادانی اور پاکی و نیکی میں بترتیب و تدریج ترقی
کریں چنانچہ جب اُس قوم نے بموجب شرائع موسویہ کے بتائید و تاکید و تشریحات
و تفصیلات صحف مقدسہ انبیاے کرام مثل حضرت یوشع و داؤد و سلیمان و اشعیاہ
یرمیاہ و دانیال وغیرہ کے خداشناسی اور پاکی و نیکی میں ترقی کی اور درجہ بدرجہ
و رتبہ برتبہ خداے تعالیٰ کی مرضی پہچاننے اور ماننے کے لائق ہوئے تب خداے
کریم و رحیم نے اُنکو بذریعہ انجیل مقدس کے اپنی کامل و روحانی شریعت مرحمت
فرمائی اور اپنی مرضی اور حکموں کو اکمل طور پر ظاہر فرمایا اور مشرح و مفصل حکم دیا
اِس طور تمام جہان کو عرفان حقیقی اور عبادت روحانی کاملہ کی طرف بلایا
کہ سب نجات پاویں اور حیات ابدی حاصل کریں ÷

اور اگر کوئی خیال کرے کہ کیا خداے تعالیٰ میں قدرت نہ تھی کہ سب انسانوں
کو یکبار ہدایت کامل کرتا اور اُنکے دلوں اور عقلوں کو روشن کرکے یکدم

سے اپنی کامل و روحانی شریعت بتلاتا + تو ہسکے جواب میں اِسیقدر کافی

ھی کہ بخوبی تمام دیکھا جاتا ھی کہ تمام مخلوقات و موجودات میں اُسکی عادت اِسیطور

جاری ھی اور اُسکی مرضی یوں ہی ھی کہ ہر چیز بتدریج و ترتیب رفتہ رفتہ پیدا ہوئی او

ترقی کرتی ھی ۔ انسان خون سے گوشت و پوست و استخوان ہوتا پھر بچہ ہوتا

پھر روز بروز رفتہ رفتہ بڑھتا اور رتبہ برتبہ پورا آدمی ہوتا ھی ۔ اِسیطور دوسری اشیا

جملہ نباتات و حیوانات کا حال ھی ۔ پس جب یہہ سب اُسکی قدرت سے ہوتے اور

رفتہ رفتہ بتدریج و ترتیب ترقی کرتے اور کامل ہوتے اور اُسکی عمیق حکمت اسی کی

مقتضی ھی تو بلاشبہہ کمال روحانی بھی اِسیطور سمجھو کہ ٹھیک عادت اللہ کے موافق

اور اُسکی قدرت و حکمت کے مطابق ظہور میں آیا +

الغرض اس طور سے خداے تعالی نے تمام انسانوں کے واسطے حقیقی خدا شناسی

اور روحانی اور کامل عبادت بجالانے کی راہ بتدریج و ترتیب مذکورۂ بالا تعلیم

فرمائی کہ تمام اہل جہان کیا بنی اسرائیل اور کیا دوسری قومیں خداے تعالی کی

مرضی پہچانیں اور راہ نجات پاویں +

لیکن اب مسلمان دعوی کرتے ہیں کہ شریعت محمدیہ ناسخ احکام و شرائع انجیل

کی ھی پس مناسب ھی کہ مقابلہ کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ توریت میں شرائع

کس کس قسم کے تھے اور اُنکی تکمیل بذریعۂ انجیل ہوئی حسب بیان بالا یا نہیں اور

اگر ہوئی تو پھر شریعت محمدی اُسکی ناسخ یا مکمل ہو سکتی ھی یا فی الواقع قرآن و احادیث
کے احکام کسی طور ناسخ نہیں ہو سکتے ہیں اور ایسا ماننا خلافِ ذات و صفات
خدائے غیر متغیر کے ھی ❊

واضح ہو کہ شریعت توریت دو قسم کی ھی ایک شریعت باطنی دوسری ظاہری
شریعت باطنی سے مراد شریعت اخلاقی سے ھی جو اصل شریعت اور خدائے
قدوس سبحان کی ذاتی پاکی و نیکی کا نمونہ اور پرتو اور انسان کے کمال کو ضرور ھی
یعنی وہ شریعت جو انسان کی راستبازی اعمال و افعال اور راستی گفتار و درستی فتار
و نیکی و پاکی افکار سے متعلق ھی ❊

پس شریعتِ مذکور جو توریت میں ھی وہی بجنسہٖ و بعینہٖ بلا تغیر و تبدیل انجیل میں
ھی ۔ تمام و کمال کتابِ مقدس شریعت اخلاقی میں یکساں اور موافق و مطابق و
ممد و معاون یکدگر ھی ❊

البتہ جس وقت جہالت و نادانی اور غایت معصیت و نافرمانی میں تمام جہان
گرفتار اور مبتلا بدرجۂ اتم تھا اُس وقت خدائے تعالیٰ نے اپنی مرضی کامل طور
پر بیان نفرمائی بلکہ بغرض تعلیم و ہدایت اُن ناقصوں کے شریعت اخلاقی بھی ناکامل
بیان کی ۔ چنانچہ جو شریعتِ اخلاقی کہ توریت میں مذکور ھی وہ مجمل اور ناکامل
ھی اسی واسطے جبکہ بنی اسرائیل اور اُنکے ذریعہ سے اور قومیں بھی بہ نسبت سابق

سے کہ فی الجملہ تعلیم یاب ہوئے اور مرضی الہی سے واقفیت حاصل کرنے اور جسقدر
اُنکو بتلایا گیا تھا اُسمیں ماہر ہونے اور تعمیل کرنے لگے اُسوقت حکیم برحق اور
معلم صادق ظاہر ہوا اور شریعت مذکور کی تشریح و تفصیل و تکمیل فرمائی اور اِس طور
خدائے تعالی نے اپنی پوری مرضی ظاہر و بیان فرمائی اور شریعت اخلاقی کو
اکمل طور پر مشرّح اور واضح و آشکار فرمایا +

چنانچہ توریت میں زنا کی ممانعت فرمائی تھی انجیل میں توضیحًا ارشاد ہوا کہ زنا
صرف یہی نہیں کہ کوئی اُس فعل بد کو عمل میں لائے بلکہ جو شخص بیگانہ عورت کو
بنظر شہوت نگاہ کرے وہ بھی زانی ہو چکا +

اِسی طور توریت میں قتل و خون کرنے کی ممانعت تھی - انجیل میں تشریحًا
و توضیحًا ارشاد ہوا کہ خدائے تعالی کے حضور نہ صرف قاتل سزا پانے کے لائق
ہے بلکہ وہ شخص بھی جو دوسرے پر بے سبب غصّہ کرے یا اُس سے بدزبانی
کرتا ہے وہ بھی سزائے مذکور کے پانیکا مستحق ہے +

اِسی طور از بسکہ بنی اسرائیل نہایت سخت دل تھے اور اُنکا شیوہ تھا کہ عورتوں
سے نکاح کرتے اور جب چاہتے چھوڑ دیا کرتے تھے پس بدین ارادہ کہ
اُن کو اس بے احتیاطی سے روکا جاوے اور فی الجملہ اُنکو قید میں رکھیں
توریت میں ارشاد ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی جورو کو کسی مکروہ سبب سے

طلاق دے تو اُسکو طلاقنامہ لکھ دے — انجیل میں تشریحًا و تکمیلًا ارشاد ہوا کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے حرامکاری کے اور کسی باعث سے طلاق دیتا ہی تو اُس سے زنا کرواتا ہی اور جو شخص مطلقہ سے نکاح کرتا ہی زنا کرتا ہی ❊

اِسی طور توریت میں بنظر ناکاملیت اُس قوم کے صرف اِسقدر حکم ہوا تھا کہ بہت جوروان نہ کیا کرو — انجیل میں قطعی ممانعت فرمائی کہ ایک جورو سے زیادہ ممنوع و نامشروع ہی ❊

اِسی نہج توریت میں حکم تھا کہ اپنے ہمسایہ کو اپنی مانند دوست رکھ — لیکن یہودی لوگوں نے اِسی محبت اور دوستی صرف اپنی ہی قوم کی نسبت سمجھی اور مخصوص جانی اور وجہ اُسکی زیادہ تر اِس سے بھی ہوئی ہوگی کہ خدا تعالی نے اُنکے ہاتھ سے ایک قوم یعنی کنعانیوں کو قتل کرایا جنکا فنا کرنا اور برے زدہ جہان سے نیست و نابود کرنا اُسکی پاک و نیک نظر میں بباعث افراط گنہگاری و بداعمالی کے جنسے اُنکا پیمانہ عمر لبریز تھا مناسب و لازم ہوا — پس اظہر تھا کہ یہ حکم قتل نہ اِس غرض سے تھا کہ گویا ایمانداروں کو بے ایمانوں سے عداوت اور دشمنی کرنا اور اُنکو ایذا و تکلیف دینا چاہیے بلکہ صرف یہہ غضب الہی تھا اُس بدکار قوم کنعانی پر جسکو نیست و نابود خدا نے بنی اسرئیل کے ہاتھ سے کیا جیسا کہ سابق اُس سے آب طوفان و آتش و گندھک سے اور قوم شیال

کیا تھا۔ پس یہودیوں کی اس نافہمی اور نادانی رفع کرنے کو انجیل میں جا بجا ارشاد ہوا کہ ہمسایہ سے مراد صرف ایماندار یا یہودی نہیں بلکہ تمام انسان باہم گرہمسائے اور بھائی ہیں اس لیئے سب سے محبت اور الفت دل سے رکھنا فرض عین ہی اور یہانتک فرمایا کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو جو تمپر لعنت کریں اُنکے لیئے برکت چاہو جو تمسے کینہ رکھیں اُنکا بھلا کرو اور جو تمھیں دُکھ دیں اور ستاویں اُنکے لیئے دعا مانگو وغیرہ۔

الغرض جو شریعت اخلاقی توریت میں مذکور و مسطور ہی وہ سب کی سب ہو بہو انجیل میں بھی ہی بلکہ اُسکی تشریح و تفصیل و تکمیل زیادہ تر ہوئی۔ اور خداے تعالی نے اپنی مرضی بوضاحت و صراحت علی وجہ الکمال بیان و عیاں فرمائی۔

اِس طرح تمام و کمال شریعت اخلاقی جسکی تعمیل ہر ایک آدمی انسان پر فرض اور خداے قدوس سبحان کی ذاتِ پاک کا نمونہ و نشان ہی ظاہر ہوئی جسکا خلاصہ خداوند مسیح نے جو شریعت کاملہ کا معلم اکمل تھا ان دو حکموں میں فرمایا کہ (اپنے خداوند خدا کو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری قوت سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہی اور دوسرا جو اُسکی مانند ہی یہہ ہی کہ اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپکو)۔

اب ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجیئے کہ قرآن و احادیث محمدیہ آپنے دیکھیں

اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بھی خدا کی طرف سے ہیں اور یہہ کہ تمام اہل کتاب قرآ
ساری رو سے نہیں کو اس شریعت کی پیروی اور تفصیل واجب و فرض ہے اور
یہی شریعت آخر الزماں ہے جو تا قیام قیامت قائم و جاری رہیگی بلکہ خود مسیح بھی آخر
زمانہ میں آسمان سے آویگا اور اس شریعت کو مانیگا اور اسکی پیروی کریگا —
پس مناسب ہے کہ شریعت محمدیہ کو بغور و تامل ملاحظہ کریں اور دلی انصاف سے
دیکھیں کہ اس میں کس کس قسم کے احکام اخلاقی مسطور و مذکور ہیں اور کیسی شریعت
واجب یا سنّت یا فرض و مستحب قرار دی ہے ٭

پس واضح ہے کہ قرآن کہتا ہے اور حدیثیں اسکی تائید کرتی ہیں کہ ایک بار تو
مسلمانوں کو حکم ملا تھا کہ چاہے تم اپنے جی کی بات چھپاؤ چاہے ظاہر کرو خدا تعالی
اسکا حساب لیگا پھر جسکو چاہیگا بخشیگا اور جسکو چاہے عذاب دیگا — الغرض
دل کے خیالات پر حساب ہوگا — مگر جب محمد صاحب کے اصحاب
روئے اور کہا کہ یہہ حکم مشکل ہے نہو سکیگا اور دعا کی کہ اے خدا تو نے جیسا بوجھہ
پچھلی امتوں پر رکھا ہم پر مت رکھہ — تب یہہ حکم منسوخ ہو گیا اور کہا گیا کہ امت محمدیہ
کے خیالات دلی کا حساب نہ لیا جائیگا — غرض افکار مذموم اور بد خیالات کا
محاسبہ نہوگا — ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ محمد صاحب نے کہا کہ جو شخص
گناہ کا ارادہ اور عزم کرے مگر عمل میں نہ لاوے تو وہ گناہ میں محسوب نہوگا وغیرہ ٭

اسیطورہ مسلمانوں کو عموماً اجازت دی ھی کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اپنی
جورو کو طلاق دیدیں تو روا ھی بلکہ بعضی صورتوں میں چاہیے جورو اور خصم دونوں
کی رضامندی نہو تب بھی طلاق ہوجاتی ھی اور گویا خدا خود زبردستی سے دونوں میں
جدائی کراتا ھی — اور اسی طلاق اور خلع کی نوبت یہانتک پہنچی ھی کہ ایک عورت
بیشمار خصموں کی جورو بنتی ھی — صدہا عورتیں مثل کسبیوں کے مکہ میں رہتی ہیں جو
ہر سال بعد حج کے مسافر حاجیوں سے نکاح کرتی ہیں اور جب وہ حاجی گھر کو جاتا
ھی طلاق دے آتا ھی پھر دوسرے سال دوسرا حاجی آتا ھی — پس کسبیوں میں اور
ان عورتوں میں کیا فرق ھی — اور تا ہم بموجب شرع محمدی نکاح انکا مشروع ھی ؛
اسیطور قرآن اجازت دیتا ھی کہ ایک مرد چار جوروں تک کرے اور حدیث
میں زیادہ نکاح کرنے کو مسنون اور موجب ثواب بتلاتے ہیں ؛
پھر محمد صاحب کو اور مسلمانوں سے الگ حکم ملا کہ چار جوروں کی بھی قید نہیں
بلکہ جتنی چاہیں کرلیں — اور لونڈیاں تو ہر مسلمان جتنی چاہے کر سکتا ھی ؛
پھر محمد صاحب کے زمانہ میں حجۃ الوداع تک جسکے چند ہی دنوں کے بعد
اُنھوں نے انتقال کیا متعہ مشروع تھا کہ جب ضرورت ہو رات دو رات کیواسطے
عورت کرلیا کریں — اب سُنی کہتے ہیں کہ پیچھے یہہ حکم منسوخ ہوگیا اور شیعوں
کے نزدیک بدستور مشروع اور موجب ثواب ھی — اسیواسطے بڑے بڑے

نامی دیندار شیعے اس سنت کو ادا کرتے اور ایسی عورتیں رکھتے ہیں ؛ بہر حال خواہ
وہ حکم منسوخ ہوا یا نہیں لیکن ایسا حکم شریعت محمدیہ میں ہوا ۔ اور اگر بغور دیکھو تو متعہ
اور نکاح میں تھوڑا ہی فرق ہے ۔ متعہ میں عورت کے رکھنے کی مدت پہلے سے
مقرر ہوتی ہے اور نکاح میں پہلے بلا قید مدت ہوتا ہے لیکن مرد کو اختیار ہے کہ جب چاہے
اُسے چھوڑ دے اور عورت بھی مرد کو راضی کر کے جدا ہو سکتی ہے ؛

اسی طور قرآن و حدیث میں جا بجا مسلمانوں کو حکم ہے کہ صرف آپس میں
محبت رکھو باقی دوسرے مذہب والوں سے چاہے کتاب الٰہی سابق کے
ماننے والے ہی کیوں نہوں اُنسے بھی دوستی نرکھو بلکہ ہر طرح دوسری قوموں
کے لوگوں کو تنگ کرو اور ستاؤ اور جہاد کے جو احکام ہیں وہ قابل غور ہیں
کہ کیسے ظلم اور زبردستی کرنے کو محمد نے بہترین عبادت بتلایا اور تشدد اور سختی کو
ارکانِ دین میں قرار دیا ہے ۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؛

پس اے بھائیو آپ ہی اپنے دل میں انصاف کریں کہ کیا ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ
اپنے وہ پاک و نیک حکم منسوخ کر کے محمدی ان حکموں کو جاری کرے کیا
ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ جس نے انسان کو روز ازل تعلیم و تربیت دیکر اُنکو
اپنی کامل شریعت عنایت فرمائی تاکہ سب لوگ کمال حاصل کریں اب وہ اُنکو
رد کر کے ایسی ناقص اور کچی شریعت کو جاری کرے جو اُسکی پاک و نیک ذات

سے کے برخلاف ہے ✣ شاید خیال کرو کہ احکام سابق ایسے مشکل و دشوار تھے کہ اُنکی
تعمیل نہیں ہوسکتی ہے۔ تو کیا خدا تعالیٰ نے پہلے اُنہی سے ایسے حکم دیئے
تھے کہ اب پشیماں ہو کر اُسکو منسوخ کر دیتے یا اُسنے عمداً جان بوجھکر ایسا جبر اُن
پچھلوں پر کیا اور ناممکن کو بتایا کہ کوئی اُسکو نہ کرسکے اس لیئے اب وے بیکار مقصود
ہو کر موقوف کیئے گئے۔ نعوذ باللہ منہا ✣

الغرض شریعت اخلاقی جو قرآن و حدیث میں مذکور ہوئی کسی طور ممکن نہیں کہ
کہ ناسخ شرائع کتاب مقدس کی ہووے ✣

اب باقی رہی توریت کی ظاہری شریعت یعنی جو یہودیوں کی رسم عادات
اور دستوروں سے متعلق ہے اور وہ خود بذاتہ نہ نیک ہے نہ بد بلکہ حکم ہونے سے
واجب التعمیل ہوگئی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ وہ بھی دو قسم کی ہے ✣

اوّل وہ شریعت ظاہری جو یہودیوں کے طریق عبادت اور اُسکے آداب
سے متعلق تھی۔ وہ سب دستور اور رسمیں اشارات و علامات و کنایات عبادات
روحانی کے تھے جو بوسیلہ خداوند یسوع مسیح ظہور میں آئیں۔ اُن سے یہ بھی
غرض حاصل ہوتی تھی کہ بنی اسرائیل بت پرستوں کی رسم و رواج مذہبی سے
کنارہ کش ہوں اور اُن سے ممتاز ہوں جو اُس جگہہ بلکہ تمام عالم میں پھیلے تھے
پس جب ظاہری دستور اور طریق عبادت جو توریت میں مذکور اور مسطور ہوئی

بنی اسرائیل تعمیل کرنے لگے اور عبادت الہیہ کے خوگر اور عادی ہوئے
اور تمام بت پرستوں سے جدا ہوئے اور خدا تعالی کی بتلائی ہوئی اُس
شریعت کے مطابق عبادت بجالانے لگے تب خدا تعالی نے اُن
سب کی باطنی حقائق و معارف کو بعینہ و بجنسہ ہو بہو بوسیلہ خداوند یسوع مسیح
کے ظاہر کر دیا اور جن جن باطنی اور حقیقی چیزوں کی تصویر اور نقشہ اور سایہ اور
نشان بذریعہ توریت انسان کو دکھایا تھا وہ آپ نمودار ہو آشکارا ہوئیں - لہذا آپ
آمد تعمیم ہر جماعت سے وہ سب رسم و دستور ظاہری موقوف ہوئے اور عبادت
روحانی بجائے اُسکے مقرر ہوئی ✽

چنانچہ خدا تعالی نے توریت کے بعض صحائف میں ایسا فرمایا بھی تھا
کہ ایسے دن آوینگے کہ عبادت ظاہری کے بدلے باطنی اور روحانی عبادت
مقرر ہوگی جیسا کہ حضرت یرمیاہ نبی کی معرفت فرمایا تھا صحیفہ یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۳۱
سے ۳۴ تک (۳۱) دیکھ وہ دن آتے ہیں خداوند کہتا ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے
اور یہوداہ کے گھرانے سے نیا عہد باندھونگا - (۳۲) اُس عہد کے موافق نہیں
جو میں نے اُنکے باپ دادوں سے باندھا جس دن میں نے اُنکی دستگیری
کی کہ انہیں مصر سے اُنھیں نکال لاؤں اور اُنھوں نے میرے اُس عہد کو توڑا
باوجودیکہ میں اُنکا شوہر تھا خداوند کہتا ہے (۳۳) بلکہ یہہ وہ عہد ہے جو میں

اسرائیل سے گھرانے سے باندھونگا اُن دنوں کے بعد خداوند فرماتا ہے میں اپنی شریعت کو اُنکے اندر رکھونگا اور اُنکے دلپر اُسے لکھونگا اور میں اُنکا خدا ہونگا اور وے میرے لوگ ہونگے ؛

پھر باب ۳۲ میں ارشاد ہے (۴۰) اور میں اُنکے ساتھہ عہد ابدی باندھونگا جو میں اُن سے نہ اُٹھاؤنگا کہ اُن سے نیکی کروں اور میں اپنا خوف اُنکے دلمیں رکھونگا کہ وے مجھسے پھر نہ جائیں)

پھر جب وقت پورا ہوا اور اُن سب باتونکا ظہور ہوا تب خداوند تعالی نے اپنے مقدس رسولوں کی معرفت ارشاد فرمایا کہ یہہ وہی عہد جدید ہے جسکا وعدہ میں نے فرمایا تھا چنانچہ نامۂ عبرانیان کے باب ۸ وغیرہ میں مسطور ہے اور خاص اُن ظاہری رسوم عبادت کے باب میں ارشاد ہوا کہ وہ سب آنے والی نعمتوں کی پرچھائیں تھیں نہ اُن چیزونکی حقیقی صورت اور یہہ کہ وہ سب آنیوالی نعمتیں خداوند مسیح کے ذریعہ مرحمت ہوئیں ؛

پس جملہ احکام توریت جو ظاہری رسوم وطریق عبادت سے متعلق تھے نہ اس واسطے موقوف ہوئے کہ گویا وہ بیکار و بیصرفت تھے بلکہ جس طور وہ ایک وقت مفید و مناسب اور بہہ مصلحت و حکمت تھے بتعلیم بنی اسرائیل اور تربیت عالم الٰہی کے واسطے اسیطور اُنکی موقوفی بھی نسبة لائق و شایان شان اُس حکیم برحق

کی ہوئی — جیسا کہ ذیل میں چند نظیر اسکی مرقوم ہونگی ﴿ آپ ملاحظہ کیجیے کہ قرآن و حدیث پھر عبادت ظاہری او جسمانی مقرر کرنا چاہتے ہیں پس اگر اس عبادت کو تسلیم کیا جاوے تو کیا مدعا ہوگا یہی کہ گویا خدا نے تعالی نے پہلے توریت کے ذریعہ ایک شریعت او طریق عبادت ظاہری بتلائے اور جب اسکو کامل کر کے عبادت باطنی و روحانی مقرر کی اسکے بعد اب پھر باطن سے ظاہر کی طرف او حقیقت سے مجاز کی طرف او اصل سے نقل کی جانب او روحانیت سے جسمانی کی سمت او مشار الیہ سے اشارہ کی طرف او معنی سے صورت کی جانب پھیرا ہے تاکہ لوگ رجعت قہقری کریں او منزل مقصود سے بے نیل مقصود واپس جاویں او ایسا کرنا بالکل مناقض و مخالف حکمت اس حکیم علی الاطلاق کے ہے ﴿

اسکے سوا یہہ بھی واضح ہووے کہ شریعت توریت کا مدعا او مقصد نہایت عمدہ او مناسب تھا بانتظام تمام — جنکی حقیقت او ماہیت جو بذریعہ خداوند مسیح ظاہر ہوئی بلاشبہہ و شک ضروری او افضل او اکمل تھی — مگر رسوم عبادت محمدیہ میں وہ بات بالکل مفقود ہے کیونکہ بعضی رسمیں تو شریعت توریت کی اسکا مدعا نہ سمجھکر بلکہ رسمی و رواجی تصور کرکے تھوڑا تبدیل و تغیر کرکے بنائیں او بہت سی بت پرستوں وغیرہ کی رسوم و طریق کو ادنی فرق و تفاوت کے ساتھ بدلوا

جاری رکھے ہیں ـــ چنانچہ بطور نمونہ چند مثال ذیل میں مرقوم ہوتی ہیں +

جیسا کہ ملاحظہ کیجیئے کہ توریت میں حکم تھا کہ آدمی بخشش معاصی اور گناہوں

کی بخشایش کے واسطے بے عیب جانوروں کی قربانی بتیرا لطا وضوابط

چند کیا کریں ـــ مگر صاف واضح ہی کہ جانوروں کی قربانیوں اور گناہوں کی

معافی سے کیا مناسبت ہی بلکہ مراد و مدعا اُس سے ایک قربانی عظیم الشان

تھی اور مقصد و مطلب اُسکا صرف خدا کے بے عیب برّے خداوند مسیح

کا فدیہ اور کفّارہ تھا جو جہان کے گناہوں کا اُٹھانے والا اور ہم گنہگاروں

کی عوض صلیبی موت سے مظلوم و مقتول ہونے والا تھا جیسا کہ ہزاروں

برس پیشتر سے خدا تعالی نے اُسکے نمونے اور نشان اور علامت انسانوں پر

ظاہر فرمائیں اور صدہا سال پہلے سے حضرت داؤد و اشعیا نبی کی معرفت

اُسکی صاف صاف پیشین گوئی فرمائی ـــ اور جب وہ قربانی ہو چکی خدا تعالی

کے برگزیدہ رسولوں نے جا بجا اُسی کی منادی کی اور انجیل میں جا بجا

اُسکی بشارت دی کہ وہ قربانی عظیم جسکے نشان پہلے مقرر تھے اور جسکی

خبر سابق میں دی گئی تھی وہی ایک مقبول قربانی گذرنے سے ایماندار لوگ

پاک ہوتے اور مقدس لوگ ہمیشہ کے لیئے کامل ہوتے ہیں +

الغرض خداوند مسیح کی قربانی جو حقیقت اور ماہیت اُن بلا ہری نشان قربانیوں

کی پیشین ہو چکی کہ جو اُسپر پورا ایمان لاوے اور اُس فدیہ اور کفارہ کو بدل قبول
کرے اُسکے واسطے یہی حقیقی اور اصلی قربانی تمام گناہوں اور بیشمار نا فرمانیون
سے پاک کرتی ہی — پس اُسکے نشانوں اور نمونوں اور اشاروں سے کے عمل
میں لانے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہی اب خدا کے بندوں کو اُس قربانی
پر کلی ایمان رکھنا اور پورا بھروسا کرنا اور بجناب ارحم الراحمین ابد الآباد شکر و حمد کرنا
واجب و فرض ہی اور بس ✤
مگر یہہ کہ شریعت محمدی میں اُسکا کچھہ ذکر نہیں بلکہ پھر جانوروں کی قربانیاں
مقرر کی ہیں سب سے پہلے عتیرہ تھا یعنی وہ قربانی جو مکہ کے بت پرست ماہ رجب میں
کیا کرتے تھے اور فرع یعنی پہلوٹے بچے کا قربان کرنا — پھر یہہ حکم بھی منسوخ
کر دیا اور اضحیہ یوم النحر واجب ٹھہرایا اور بعقیقہ مسنون ہوا ✤
پس اب یہاں تو مقام غور ہی کہ ایسا کرنا من جانب اللہ متصور ہو سکتا ہی —
ہرگز ہرگز نہیں — کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ اپنی پیش بینی سے ہزاروں
برس تک اُس قربانی اعظم کے نشان اور نمونے لوگوں کو سکھا دے
اور انبیاء کرام کی معرفت اُسکے ظہور میں آنے کی خبر دیوے اور
جب وہ قربانی مقبول ہو وے اُسکی منادی تمام جہان میں کرا دے اور تمام جہان
کے گنہگاروں کی نجات صرف اُسی کے ذریعہ بتلا دے اور بعد پھر تکبیر کبھی اُ

بیل گائے اور اونٹ ذبح کرنے کا حکم دے اور یہہ دعا سکھا دے کہ (تمہا
بلحمی ودمہا بدمی وعظمہا بعظمی وغیرہ) جو مسلمان پڑھتے ہیں یعنی کہ اسکا گوشت
میرے گوشت کی عوض اور اُسکا خون میرے خون کی عوض اور اُسکی ہڈی میری
ہڈی کی عوض ہے اور اس طرح سے اسکو قبول کرے اور اپنے عزیزو ہمتا بیٹے
کے فدیہ اور کفارہ کو منسوخ کر دے +

پھر توریت میں غسل و طہارت ظاہری بدن دھونے وغیرہ کو حکم تھا مگر مدعا
اُسکا یہہ تھا کہ انسان کو معلوم ہو کہ جس طور جسم کی صفائی پانی سے ہوتی ھے ایسی
ہی روح بنی آدم کی بہ نسبت جسم کے زیادہ تر محتاج طہارت اور پاکی کی ھے جسکا بیان
مفصل و مشرح و مکمل یعنی طہارت باطن و تصفیۂ دل و تزکیۂ قلب کا حال بخوبی تمام حضرت
یسوع مسیح کے وسیلہ ہوا اور با ایمان مسیحی بذریعۂ ہدایت روح القدس حاصل ہوتی ھے
پس ہر چند ایماندار حقیقی جو طہارت قلبی حاصل کرتا ھے اُسکو جسم و جامہ و مکان
وغیرہ کی صفائی بھی ضروری ہے اسلیئے کریگا مگر نہ اس غرض سے کہ گویا اُس شست و شو
ظاہری سے اُسکی روح پاک ہوسکتی ھے یا اُسکے ذریعہ نجات ہوسکتی ھے حاشا و کلا +
اگر شرائع محمدی میں پھر غسل و وضو واجب فرض ٹھہرایا اور اُسکی بابت عجیب و غریب
احکامات جاری کیئے ہیں کہ جو شخص شرائط و ترتیب معینہ کے بموجب وضو کرتا ھے اُسکے
تمام گناہ دھل جاتے ہیں اور وضو کرنیوالا جملہ معصیتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ھے

اور پھر اس شست و شوی ظاہری کو شرطِ نماز ٹھہرایا ہے حتی کہ بدون اُسکے نماز درست
نہیں اور خدائے تعالی کے یہاں مقبول نہیں ❊

پس فرمایئے کہ اگر شریعت محمدیہ کو من جانب اللہ تصور کریں تو ان احکام کی نسبت کیا
خیال کیا جاوے یہی کہ گویا خدائے تعالی نے پہلے توریت میں شست و شوی ظاہری
مقرر فرمائی اور بعد ہ بذریعہ انجیل اُسکے بجائے پاکی باطن مقرر کی کہ وہی اسکا مدعا اور مقصد
تھا اور اب پھر اُسکو رد کرتا ہے اور پھر ظاہری بدنی و لباس و مکان کی پاکی کو بجائے
باطنی کے مقرر کرتا ہے یا یہہ کہ گویا یہہ سب احکام اُسکے بے مصرف ہیں کبھی مقرر کرتا ہے
پھر موقوف کرتا ہے اور اب پھر جاری کیئے ہیں مگر ایسا گمان بذاتِ ذات مقدس کی
نسبت خلاف ہے لہذا یہہ احکام ظاہری پاکی کے جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں ہرگز
خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں ❊

۱۰ ہیکل و بیت المقدس جو شہر یروشلیم میں بحکم الہی یہودیوں کے واسطے معبد اور
قربانگاہ بنایا گیا تھا جہاں جناب باری جل جلالہ نے علامات بینہ سے ایسا ظاہر فرمایا
کہ گویا وہ خالق زمین و آسمان وہاں سکونت کرتا اور رہتا ہے سو وہ مکان نمونہ اور نشان
جسم اطہر خداوند مسیح کا تھا اور اسکا یہہ بھی اشارہ اور مطلب تھا کہ دل انسان منزل
مقام و مسکن خدائے کریم و رحیم ہووے پھر جب وقت معین پر خداوند مسیح کا ظہور
قالب انسانی میں ہوا اور اُس روح الٰہی قدوس نے کالبد خاکی اور خانہ تن کو مشرف

فرمایا اور ہنوز فوق السما حی القیوم موجود و برقرار ہی اور بروز حشر پھر اس جہان میں
بکمال عظمت و جلال ملائکہ مقربین و جماعت مقدسین ہمرکاب لیئے تشریف فرما
ہوگا اور ہر شخص مومن کا دل عقیدت منزل بشرف ایمان مسیحی بیت اللہ و خانہ خدا ہی
لہذا اب حاجت خانہ سنگی کی نہیں ۔ چنانچہ اسیواسطے خدا تعالیٰ نے بعد
عروج خداوند مسیح کے اُس ہیکل اور معبد کو یعنی بیت المقدس کو برباد کر دیا اور
اینٹ پر اینٹ نرہی چنانچہ اسکا بیان واضح انجیل میں مذکور ہی ✣
مگر اب شرائع محمدی میں پھر ایک مکان کو خانہ خدا ٹھہرایا ہی اور نہ صرف یہہ کہ
اُسمیں مسلمان جاکر عبادت کریں بلکہ اُن پتھروں کی طرف شرق و غرب و جنوب
و شمال سے سجدہ کریں ۔ پہلے محمد صاحب مکہ میں تھے کعبہ کی طرف سجدہ ہوتا
تھا جب مدینہ پہونچے بیضاوی لکھتا ہی کہ یہودیوں کی تالیف قلوب کیواسطے
بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنیکا حکم ہوا اُسکے بعد وہ حکم بھی منسوخ ہوا اور پھر
کعبہ کو سجدہ کرنیکا حکم جاری ہوا جو شہر مکہ میں بت پرستان عرب کا مندر تھا ۔
جسکو محمد صاحب نے اپنے وقت کے بت پرستوں کے ساتھہ ملکر از سر نو
بنایا تھا اور جس میں بڑے بڑے نامی بت اور مورتیں رکھی تھیں جسکی پوجا تری
قریش اور دوسرے بت پرست کرتے اور سال بسال اُسکی جاترا ہوتی اور جوق جوق
عرب کا میلہ وہاں ہوتا تھا ۔ اُسی بتخانہ کے پوجاری اور پروہت محمد صاحب کے

آباؤ اجداد تھے — سو مسلمانوں کو بھی حکم ہوا کہ ان بت پرستوں کی تمام رسوم اور دستوروں کی تعمیل کریں جیسے سر کہیا دینا — دوڑنا — کنکڑی پھینکنا — پہاڑ پر چڑھنا — پھر اکڑنا — ایک کالے پتھر کو چومنا اور سر اُسپر رکھنا اور دور سے اُسکی طرف جھکنا — ایک کوئے یعنی زمزم کا پانی تبرک کا پینا وغیرہ — ہاں کچھہ ادنی سا فرق ان رسوم میں کر دیا ورنہ بدستور وہی رسمیں قائم رکھیں — اور یا یہہ کہ آخر کو جسکے تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد صاحب نے انتقال کیا ہی مسلمانوں کا تسلط مکہ میں ہوا اُسوقت وہ بت جو اُسمیں رکھے تھے نکالے گئے مگر سجدہ اُس طرف متواتر رہا۔

پس بھائیو خیال کرو کہ ان سب باتوں کا کیا مدعا ہی — توریت اور انجیل کے ملانے سے دریافت ہوتا ہی کہ پہلے خدا تعالی نے بنی اسرائیل کو تعلیم دینے اور پاک دین سکھانے کو بیت المقدس بنوایا کہ انکا قربانگاہ اور عبادتخانہ ہووے اور اپنی عظمت و جلال کا ظہور وہاں متواتر دکھایا اور جب لوگ اِس طور تعلیم پاے ہوے اور خدا شناسی اور عبادت حقیقی تعلیم پانے کے لائق ہوئے تب اُنکو جسمانی اور ظاہری عبادت سے چھوڑا کر تکمیل باطن اور عبادت روحانی کی تلقین فرمائی — بھلا پھر اگر تسلیم کیا جاوے کہ شریعت محمدیہ بھی حق ہی تو کیا خدا تعالی روحانیوں کو جسمانی اور باطن پرستوں کو ظاہر پرست بناتا ہی

اور کامل تعلیم سے ناقص تلقین کرتا ہے فتامل ٭ شاید کوئی ان ضعیف اور
احاد بلکہ منکر حدیثوں کو صحیح جانے کہ گویا کعبہ کی بنیاد تو فرشتوں نے اور حضرت
آدم نے کی ہے جنکا مسلمانوں میں سے بھی معتمد اور مشہور قدیم علما نے انکار کیا
ہے اور لکھا ہے کہ یہہ حدیثیں نامعتبر ہیں - یا کوئی قرآن و حدیث کی اس بات کو
پیش کرے کہ گویا کعبہ کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا اور اسوقت سے عبادتخانہ
ہے اور بیت اللہ حالانکہ کتاب مقدس سے اسکا ثبوت نہیں بلکہ خلاف اسکے ظاہر
ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کبھی اسمٰعیل کے پاس عرب کو نہیں گئے بلکہ اسوقت برابر
ملک کنعان میں ہی رہے ٭

لیکن ان باتوں سے قطع نظر کرکے اور اس امر خارج از مبحث کو [illegible]
کرکے عرض کیا جاتا ہے کہ اگر بالفرض ملائکہ و حضرت آدم و ابراہیم ہی نے
اس گھر کو بنایا تھا اور تمام جہان کا مسجود تھا اور مقام حج و زیارت تو بھی قابل
لحاظ ہے کہ حسب ادعاے قرآن و حدیث کے پہلے خداے تعالی نے حضرت
ابراہیم و اسمٰعیل کے بعد تک تو خانہ کعبہ کو مسجود خلائق و بیت اللہ قرار دیا پھر
اسکو چھوڑ کے بنی اسرائیل کا معبد بیت المقدس ٹھہرایا اور اسیکو بیت اللہ بتلایا پھر
انجیل سے اسکی پابندی موقوف ہوئی بلکہ عبادت روحانی اور باطنی کا حکم ہوا
اسکے بعد پھر کعبہ معبد و قبلہ مقرر ہوا اور جسمانی و ظاہری عبادت کا بجا لانا

سب پر فرض ہوا بعدہ وہ بھی منسوخ ہوا اور بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنیکا
حکم ملا پھر یہہ حکم بھی منسوخ ہوا اور پھر کعبہ قبلہ قرار دیا گیا اور جو رسمیں وہاں کے
بت پرست لوگ کیا کرتے تھے وہی قرار پائیں — پس زیادہ گفتگو کی حاجت
نہیں ہے آپ ہی صاحب اپنے دلوں میں انصاف فرمائیں کہ ایسے احکام خدائے
علیم و حکیم و غیر متغیر و قادر مطلق کی ہو سکتی ہیں ✣

اسیطور زمانہ سابق بنی اسرائیل کو ختنہ کرنے کا حکم ہوا تھا وہ نمونہ اور
نشان اس امر کا تھا کہ انسان ہوا و ہوس و خواہشہاے نفسانی کو دل سے
قطع کرے جیسا کہ اب بتعلیم انجیل و ایمان مسیحی کے حقیقی اور روحانی اسرائیلی یعنے
سچے مسیحی کی علامت اور نشان یہی ہے کہ بفیض ہدایت روح القدس دلی مختون
ہوتا ہے لہذا حاجت ختنہ ظاہری باقی نہیں رہی جیسا کہ انجیل میں جا بجا اس
بات کو مشرح بیان کیا ہے ✣

مگر اب شریعت محمدیہ میں بنحو ظاہری ختنہ کرنے کا سب کو حکم دیا ہے
جسکی تعمیل ضرور ہے — مگر ایسا حکم ہرگز من جانب اللہ نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ
احکام بالا میں گذرا ✣

اسیطور بنی اسرائیل کے واسطے توریت میں کئی جانوروں کے کھانے
کو اجازت دی گئی تھی اور بعضوں کو منع کیا تھا — پس انکی حلت و حرمت اسباعث

سے نہتی کہ گویا اُنکا کھانا یا اُنکا نہ کھانا بذاتہٖ نیک اور بد ہی جیسا کہ سابق ازین اوائل نیاز نامہ
ہٰذا میں مذکور ہوا۔ بلکہ محض ان وجوہات سے کہ اُن نادانوں کو تعلیم دیجاوے اور
بجا آوری احکام الٰہی کے خوگر ہوں اور یہہ بھی کہ وہ قوم اس قسم کی ظاہری رسوم کے
پابند ہوکر دوسری بت پرست قوموں سے ممتاز ہوں اور علاوہ اِسکے خدا تعالیٰ
نے اُن نادانوں کو جملہ ماکولات ومشروبات وملبوسات ایسے حلال بتلائے جو
اُس قوم کے واسطے صحت بخش وعافیت دہ تھے اور جو جو چیز اُنکے جسم یا جان یا
مال کے واسطے مضرت رسان اور تکلیف دہ تھیں اُنکی ممانعت فرمائی +

پس جب لوگوں نے تعلیم پائی اور علم الٰہی میں استعداد بہم پہنچائی اور قابل
تحصیل باطنی وروحانی پاکی اور نیکی کے ہوئے اور حاجت تخصیص کسی قوم کی نہ رہی
بلکہ عموماً ہر فرقہ وملت کے واسطے دین الٰہی مقرر ہوا اور تمام عالم کو اُسکی بشارت
دی گئی اور اِسکے سوا دنیاوی کاروبار میں بھی ہوشیاری ودانشمندی حاصل ہوئی
تو ضرورت پابندی اُن احکام کی نہ رہی اور اُنکی حلت وحرمت کی قید باقی نہ رہی +
البتہ جس شے کا کھانا یا پینا یا استعمال کرنا موجب نقصان یا مضرت یا تلف روح
یا جان یا جسم یا مال کا ہو وہ اب بھی حرام ہی +

مگر شریعت محمدیہ پھر بہت سے ماکولات ومشروبات وملبوسات کے کھانے
پینے یا استعمال میں لانے کو موجب حسنات وثواب یا حلال وحرام قرار دیتے

ہیں جو اس حساب میں نہ اُس شمار میں ✤ الغرض توریت کی شریعت ظاہری جو یہودیوں کے ظاہری اعمال یعنی طریق عبادت یا رسم و آداب سے متعلق تھی وہ انجیل سے علی وجہ التکمیل پوری ہوچکی اور تمام ظاہری باتیں باطنی اور روحانی امروں سے بدل گئیں نہ اس طور پر کہ گویا وہ بیکار و بیصرف تھیں بلکہ بخوبی عیاں ہوتا ہی کہ وہ سب اُسوقت اور اُن لوگوں کے واسطے مفید اور مناسب اور ضروری تھیں پھر جب وہ وقت پورا ہوا اور وہ حالت اُنکی نہ رہی اور اُن سب باتوں کے ظہور کا زمانہ پہونچا جنکے نمونے اور نشان اور کنایے اور اشارے اور تمہید اور مبادی سے تھے تب اصلی اور حقیقی اور مدعا اور مطلب اور معنی کی تکمیل فرض و واجب ہوئی ✤ مگر قرآن و حدیث میں اسکے بالعکس و خلاف پھر ظاہری اور رسمی دستورات قائم اور جاری کیے ہیں جنکا ناسخ تصور کرنا ہرگز ممکن نہیں ہی ✤

توریت کے دوسرے ظاہری احکام وہ تھے جو یہودیوں کے انتظام سلطنت اور قوانین حکومت و ریاست سے متعلق تھے لیکن بوقت ظہور خداوند مسیح و تعلیم انجیل اُنکی سلطنت جاتی رہی اور یہودی پراگندہ و منتشر ہوگئے۔ اب اُن قوانین کی پابندی جو بخصوص اُن لوگوں اور اُس ملک سے مخصوص تھی دوسری قوموں اور ملکوں کو ضرور نہیں ✤

القصہ توریت میں جو شریعت مسطور ہی خواہ شریعت ظاہری یا باطنی دونوں

کی دونوں انجیل مقدس سے کامل اور پوری ہوئیں اس طور پر کہ جو امر توریت میں
مجمل و مختصر تھے انجیل میں انکی تفصیل و تشریح فرمائی یا جن باتوں کو اور اپنی پوری
مرضی کو پچھلے زمانہ میں جب انسان غایت جہالت و ابتر حالت میں تھا ظاہر
نہ کیا تھا انجیل میں کامل اور پوری مرضی اپنی ظاہر کی یا جو رسوم عبادت وغیرہ
زمانہ سابق میں بنظر نادانی و کم فہمی و کم عقلی اُسوقت کے لوگوں کے بطور نمونہ
و مثال و نشان و علامت بتلائیں اور مقرر کی تھیں اُنکو حقیقت ہو بہو آخر زمانہ میں
ظاہر کیا۔ اور اُن معمولی و مستتر باتوں کا مدعا اور مطلب اور مقصد انجیل میں ظاہر
کیا۔ اور ظاہر کو باطن کر دکھایا اور جسمانی کو روحانی سے جو مطلوب و مقصود
تھا بدل گیا۔ اور اِس طور تمام مرضی الٰہی انسان پر بتدریج و ترتیب ظاہر و منکشف
ہوگئی اور تمام شریعت و احکام خدا علیٰ وجہ الکمال بیان و عیاں ہوئے ✤
مگر شریعت محمدیہ جسکو مسلمان ناسخ شرائع و احکام کتاب مقدس بتلاتے
ہیں ہرگز ہرگز ناسخ اُسکی نہیں ہوسکتی ہے نہ احکام کلی میں نہ جزئی میں کہ اگر اُسکو منجانب اللہ
تصور کریں بلاریب کامل کو ناقص اور حق کو باطل اور باطن کو ظاہر سے بدلنا سمجھ
اور احکام و مرضی الٰہی کی تردید و بطلان ہوتا ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کے احکام
کسی طور ممکن نہیں ہے کہ ناسخِ شریعت کتاب مقدس کے ہوں ✤
اور یہہ بھی واضح ہوا کہ وہ مباینت اور نقیض جو قرآن و حدیث کے اخبار

و مقصود اصولِ ایمانیہ و ارکانِ دین و احکام کو کتاب مقدس کے مطالب و

مقاصد و شرائع کے ساتھ ہیں وہ دعوی نسخ سے رفع نہیں ہو سکتی ہیں

بلکہ صاف واضح ہوتا ہے کہ اگر کتاب مقدس کی تعلیمات و ہدایات من جانب اللہ

ہیں تو قرآن و حدیث اُسکی طرف سے نہیں ہو سکتے ہیں +

عرض مکرر

علاوہ اُن سب باتوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں جنسے یقین کلی ہوتا ہے

کہ قرآن و حدیث محمدی ہرگز کتاب مقدس کے ناسخ نہیں ہو سکتے ہیں

نہ تمام کتاب کے نہ انجیل کے نہ اُسکی تمام شرائع کے نہ کسی جزئی حکم کے ۔

دوسری دلیل جس سے یقین کامل ہوتا ہے کہ انجیل شریف کبھی منسوخ نہو گی

بلکہ اُسکی تمام تعلیمات ہمیشہ قائم و برقرار و جاری و ساری رہینگی یہہ ہے کہ توریت

و انجیل میں ارشاد ہوا ہے اور آیات بینات میں فرمایا ہے کہ عہد جدید کے احکام

و تعلیمات تا قیام زمین و آسمان جاری رہینگے اور ہرگز منسوخ نہونگے +

چنانچہ اوپر جو چند آیات صحیفہ یرمیاہ کی مذکور ہوئیں جن میں خدا تعالی

نے خبر دی کہ میں یہوداہ سے نیا عہد باندھونگا اور وہ عہد مثل عہد عتیق کے

ظاہری عبادات کا نہوگا بلکہ باطنی اور روحانی عبادات کا ہوگا جسکی بابت

انجیل میں فرمایا کہ وہ عہد یہی ہے جو معرفت خداوند مسیح کے مقرر ہوا ۔ اُسکی نسبت

اُسي صحيفہ یرمیا میں یہہ بھي ارشاد ہوا (باب ۲۳ آیت ۴۰) کہ میں اُنکے ساتھہ عہد ابدي باندھونگا جو میں اُن سے نہ اُٹھاونگا +

پھر انجیل میں ارشاد ہوا۔ متي باب ۲۴ آیت ۳۵ (آسمان اور زمین ٹل جاینگے پر میری باتیں نہ ٹلینگي) اور اِسيطور مرقس باب ۱۳ آیت ۳۱ اور لوقا باب ۲۱ آیت ۳۳ میں مرقوم ہے +

پس اِسمیں خداوند نے صاف صاف فرمایا کہ آسمان اور زمین ٹل جاوینگے پر میري باتیں یعني خداوند کا کلام جو انجیل سے مراد ہے نہ ٹلیگا یعني زایل یا باطل یا منسوخ نہوگا۔ اور اِس آیت میں لفظ عام لکھا ہے کہ میري باتیں اُس سے مراد تمام ارشاد خداوند ممدوح ہیں نہ کوئي خاص بات کہ یہہ یا وہ +

پھر یوحنا کی انجیل کے باب ۵ آیت ۲۲ سے ۲۴ میں مرقوم ہے (باپ کسیکي عدالت نہیں کرتا بلکہ اُسنے تمام عدالت بیٹے کو سونپ دي ہے ۲۳ تا کہ سب بیٹے کي عزت کریں جیسے باپ کي کرتے ہیں جو بیٹے کي عزت نہیں کرتا ہے باپ کي جسنے اُسے بھیجا ہے عزت نہیں کرتا ہے ۲۴ میں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ میرا کلام سُنتا اور اُسپر جسنے مجھے بھیجا ہے ایمان لاتا ہے حیات ابدي اُسکي ہے اور وہ عدالت میں نہیں آتا ہے بلکہ موت سے گذر کر زندگي میں پونہچا ہے پس ان آیات میں یہ ارشاد ہوا کہ بروز قیامت بیٹا یعني مسیح عدالت کریگا اور یہہ کہ اُسکي عزت و اطاعت و فرمانبرداري

اور بندگی کریں اور یہہ کہ جو اُسکے کلام یعنی انجیل کو سُنتا اور مانتا ہی صرف وہی نجات حاصل کریگا پس اس سے صاف ظاہر ہی کہ انجیل کبھی منسوخ نہو گی +

پھر نامۂ گلاتیاں کے باب اکی آیت ۸ میں ہی (اگر ہم بھی یا آسمان سے کوئی فرشتہ کوئی خوشخبری تمھیں سُناوے سوا اُسکے جو ہمنے سُنائی وہ ملعون ہووے) پس اسمیں حواری صاف کہتا ہی کہ اُس خوشخبری کے سوا کوئی دوسری کتاب یا تعلیم سُناوے وہ ملعون ہووے +

اسیطور اور بھی کئی آیات بیّنات ہیں جنسے صاف ظاہر ہی کہ انجیل کبھی منسوخ نہو گی +

پس مسلمانوں کا یہہ دعوی کہ قرآن سے انجیل منسوخ ہو گئی یا اُسکے احکام منسوخ ہیں بالکل باطل ہی۔ اور نہ اس تاویل سے کہ گویا توارت و انجیل قرآن سے اور اُنکے شرائع و احکامات شریعتِ محمدیہ سے منسوخ ہو گئے ہرگز وہ مخالفت و مباینت رفع ہو سکتی ہی جو مضامین قرآن و حدیث کو مطالبِ مقاصدِ کتاب موصوف کے ساتھہ بکثرت و شدت ہی +

خاتمہ

خاتمہ

آب ای دوستو عزیزو اور بزرگو خلاصہ التماس خیر خواہ کا آپکی خدمتوں میں یہہ ہی کہ آپ ان سب امروں کو بخوبی غوص و فکر کے ساتھہ بلا تعصب و طرفداری

اخلاص وبلا لوث ونفسانیت وبلا شائبہ انانیت ملاحظہ فرمائیں کہ یہہ دونوں دعوے یعنی تحریف وتنسیخ کتاب مقدس کے بالکل بے بنیاد وبلا دلیل ہیں بلکہ بخوبی تمام واضح وآشکار ہی کہ کتاب مقدس بجنسہ وبعینہ جملہ تعلیمات وہدایات واحکامات واخبارات میں ابتدا وہمیشہ سے یکساں اصلی ہی اور یہہ بھی کہ وہ ہرگز منسوخ اور رد اور باطل نہیں ہوسکتی ہی ✤

پس اس حالت میں کہ قرآن واحادیث اس کتاب کو سچا اور کلام اللہ بتلاتے اور جامع جمیع فضائل وکمالات کا ظاہر کرتے ہیں اور خود ہی اسکے مخالف کہتے اور اسکی ہدایات وتعلیمات واخبار کے مباین ومعارض اور مناقض سکھاتے ہیں اور بطور ظاہر جسکی تصدیق کرتے تھے باطن اسی کی تکذیب کرتے ہیں تو اس صورت میں قطعاً ویقیناً یہہ بات صاف معلوم ہوتی ہی کہ قرآن وحدیث محمدی بلا ریب خدا کی طرف سے نہیں ہیں بلاشک نہ قرآن خدائے عالم الغیب وغیر متغیر صادق کا کلام ہی اور نہ حدیث اسکے الہام سے ہی (فاتقوا یا اولی الالباب) ✤

بھائیو اس باب میں تغافل نفرماؤ بلکہ بخوبی غور کرو اور فکر آخرت سب سے مقدم جانو اپنے دلوں میں سوچو کہ جس حالتمیں قرآن وحدیث کی یہہ کیفیت ہی کہ وہ منجانب اللہ نہیں۔ یقیناً دریافت ہوتا ہی کہ نہ وہ کلام اللہ ہی اور نہ یہہ بالہام خدا ہی تو پھر اسکی تقلید کا کیا نتیجہ اور اسکی پیروی سے کیا حاصل ✤

اي عزيزو خوب غور كرو اور سوچو كه جب قرآن و حديث خدا كي طرف سے نهين جيسا كه جا بجا بڑے مزيد احتياط آپ پر ظاهر كيا گيا هي تو دين اسلام كيونكر حق هوسكتا هي اور محمد صاحب كيونكر رسول الله هو سكتے هيں ✣

پس بروز عدالت و يوم حساب خدا ے تعالى جسنے پيدا كيا هي اور هر طرح پرورش كرتا اور رزق ديتا هي جب آپسے حساب ليگا اور هر ايك بدي اور نافرماني كا جو متواتر اس عمر ميں هوئي هيں شمار هوگا تو اُس دن خوب جان ركهو كه نه قرآن كي فصاحت آپكے كام آويگي اور نه محمد صاحب كي شجاعت نه انكو جرأت شفاعت كي هوگي نه اُسوقت كا پشيمان هونا مفيد هوگا بلكه وهان رونا اور دانت پيسنا هوگا ✣

لهذا نهايت ضرور هي كه آج هي اُسكي فكر كرلو اور ديكهو كه خدا ے تعالى كا برحق كلام كونسا هي جو خلق الله كي هدايت كيواسطے ارحم الراحمين نے مرحمت فرمايا هي جس مين طريق نجات اور راه ابدي حيات كي بتلائي هي تا كه اُس هولناك روز غضب و قهر الهي سے رهائي پاؤ اور اُس خوشحالي و فارغ البالي لازوال و رخرسندي و ارجمندي دائمي كو حاصل كرو جسكا وعده يقيني اُسنے اپنے سچے طالبوں سے فرمايا هي ✣ خداوند كريم و رحيم اپنے لا انتها فضل عميم سے ميرے تمام دوستوں اشناؤں عزيزوں اور بزرگوں كو ايسي هي توفيق ديوے كه پورا دل سے سچي توبه كريں اور اُسكے حقيقي كلام كے ذريعه اس نجات و مغفرت تك جو اُسنے تمام بني آدم كيواسطے مقرر كي هي پهنچيں اور اُسكي بے انتها شفقت و كرمت ميں شامل هوں آمين يا رب العالمين ✣ تمّت

ضمیمہ اغلاط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۱۵	مخالفت	مخالف	۹۲	۵	غلطی	غلط
۱۰	۸	کہسہ	کہنہ	″	۸	چاہئے	چاہیے
۱۲	۱۲	بڑی	کتنی بڑی	۹۶	۵	ہی	ہی کی
۱۳	۱۶	آب	اب	۱۰۴	۶	اِسطلاح	اِصطلاح
۱۵	۱۴	ہیں ہوں	تھی ہو	۱۰۸	۱۱	سے	بھی
۳۴	۳	نفستی	حستی	″	۱۵	کسی	کس
۳۵	۱۰	نفستی	حستی	۱۱۰	۱	غلطی	غلط
۴۷	۱۱	سور	روز	۱۱۱	۱۳	خلات	خلافت
۵۴	۵	اقسام	اقسام کے	۱۱۲	۳	اُسکو بھی	اُسکو بھی
″	۸	کے	کے سبب	۱۱۳	۸	یا اخلاق	یا اخلاقی
۵۵	۵	قتائل	قتائل	۱۱۴	۱۳	بعض	محض
۶۸	۷	تیرہ	پیسترو	۱۱۶	۳	لَمّا	لِمّا
۸۸	۸	میں	میں کر	″	۷	لَمّا	لِمّا
۹۰	۱	کونسی	کون کونسی	″	۹	(کتاب اللہ)	(کتاب اللہ) یعنی خدا کی کتاب (کلام اللہ)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١١٧	١٠	قَبْلِ	قَبْلُ	١٣٠	٦	حُسْتَلُوا	حُسِّلُو
〃	١٦	نُورًا	نُورٌ	〃	٧	يَحْمِلَ	يَحْمِلُ
١١٨	١	لِلْمُتَقِينِ	لِلْمُتَّقِينَ	〃	٨	اَلْقَوْمُ	اَلْقَوْمَ
〃	١٦	اِذَا الْاَغْلَالُ	اِذِ الْاَغْلَالُ	١٣١	١٢	لِتُبَيِّنَنَّهُ	لَتُبَيِّنُنَّهُ
١١٩	١	يُسْجَرُونَ	يُسْجَرُونَ	〃	〃	ظُهُورِهِمْ	ظُهُورِهِمْ
〃	٧	يَسْتَكُونَ	يَسْتَكُونَ	〃	١٣	وَاشْتَرُوا	وَاشْتَـ
١٢١	٥	جَزَاءٌ	جَزَاءُ	١٣٥	٦	فِيْمَا	فَبـ
١٢٢	٣	هُدًى	هُدًى	〃	١٠	لِلْكَذِبِ	لِلْكَذِبِ
〃	١٢	كَفَرْنَا	كَفَّرْنَا	١٣٧	٣	تَجْمِيمْ	تَحْمـ
〃	١٣	اَنْزَلَ	اُنْزِلَ	١٤١	٦	مِيثَاقِهِمْ	مِيثَاقَهُمْ
١٢٣	٦	تُقْسِمُوا	تُقْسِطُوا	١٤٣	١٢	مَرِيئَةً	مَرِيئًا
〃	١٠	تَقِيمُوا	تَصِيمُوا	١٤٦	١	تَذْكِرَةً	تَذْكِرَةً
١٢٥	٥	كَلَامٌ	كَلَامَ	〃	١٦	دَغْع	دَفْع
١٣٠	٦	مِثْلُ	مِثْلُ	١٤٧	١	حَالِجَةٌ	خَالِجَت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۷	۳	بمزاجعیتہ	بمراجعت	۱۷۰	۶	مستجاب اللہ اور	مستجاب اللہ ہونے اور اسکی
〃	۱۵	پڑھ کر	بڑھکر	۱۷۱	۱۱	جواب	جواب
۱۴۸	۱	اِسمیں کی	اِسمیں	۱۷۵	۱۶	کمی	کبھی
〃	۷	قوم	قوم	۱۸۱	۹	رہیں	رہی
۱۵۴	۱۶	الشبی	الشبیٔ	۱۹۰	۱۴	کی نہایت	کی جو نہایت
۱۵۵	۴	رحیل	رجیل	۱۹۵	۱۱	مالیت	تالیف
〃	〃	الی	آئی	۱۹۶	۳	ہجری	ہجری سفینوں میں کون سی کتابیں
〃	〃	فسلت	فسکت				
۱۵۶	۱	بالوجہ	بوجہ	۲۰۱	۵	مطابقت	مطابق
〃	۱۳	ہوں	ہو	۲۰۴	۱	ہوتا ھی	ہوتا ھی کہ کتاب موصوف
۱۶۲	۱	کہ ان	کہ نہ ان	۲۰۵	۳	نفسانی	نفسانیت
۱۶۳	۹	نشدالانشاد	نشید الانشاد	۲۱۲	۶	وقت	وقت کی
۱۶۴	۱۱	ھی	نہیں	۲۱۶	۲	نہوتے	ہوتے
۱۶۵	۵	جابجا	اور جابجا	۲۱۷	۵	دوسرے	ایک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢١٧	١٢	گوارہ	گودہ
٢٢٤	٣	رہتے ہیں	رہے ہیں
٢٥٦	٤	اَلکِتَ بَ	اَلکِتَابُ
"	٥	اَلکِتَابَ کِتنا	اَلکِتَابُ کِتنا
٢٧١	١	منسوخی	منسوخ
٢٧٧	٣	ہوئی	ہوتے
٢٨٠	١٦	اعمال کو	بداعمال کو
٢٨٣	١٠	بتلاتے ہیں	بتلایا ہے
٢٨٨	٥	روجانی	روحانی
٢٩٤	٢	ھنکنا	پھینکتا
٢٩٧	٢	اور	اور وہ
٢٩٩	٩	بدل گیا	بیل گیا
٣٠١	١٣	وہ	وہ جو
٣٠٢	١٢	ہوسکتی ہے	نہیں ہوسکتی ہے